

تذکرہ حضرت ایشان



رضہ مبارک حضرت ایشان، بیگم پورہ، لاہور



کیمیاءِ اکن از مشیتِ رگلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

اقبال

تذکرہ

خواجہ خواجگان حضرت پیتہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ

(الطاری النقشبندی العلوی الحسینی)

(۹۶۵ — ۱۰۵۲ھ)

المعروف بہ

حضرت الیشاہ

(نقشبندی بخاری ثم لاہوری)

مرتبہ و مؤلفہ

میال اخلاق احمد ایم اے

۳۳ شاد باغ لاہور

جملہ حقوق محفوظ

تألیف

مؤلف

طبع

ناشر

سال طباعت

کتابت

تعداد اشاعت

صفحات

زیرِ اتمام

مطبوعہ

تذکرہ حضرت ایشاں

میاں اخلاق احمد ایم اے

(پنجاب، لاہور)

بارِ چہارم (نظر ثانی)

میاں اخلاق احمد ایم اے

(پنجاب، لاہور)

۱۹۷۷ء

محمد اقبال

پانچ سو (۵۰۰)

۱۵۲

میاں احمد بدراخلاق

میاں پرنسٹن محمد علی منڈی لاہور

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	پیش لفظ	۵
	عرض حال	۹
	حصہ اول	
۲	مورث اعلیٰ خاندان نقشبندیہ حضرت سید بہار الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۱۳
۳	خانوادہ - والدین - اسم و القاب - ولادت - وطن حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ	۱۷
۴	تعلیم و تربیت	۱۸
۵	سیر و سیاحت	۲۰
۶	شہنشاہ جہانگیر کی معیت میں سفر کشمیر	۲۶
۷	درس و تدریس	۳۰
۸	وصال حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ	۳۲
۹	تاریخ وفات حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ	۳۵
۱۰	مزار حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ	۳۶
۱۱	اولاد و امجاد حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ	۴۲
۱۲	سلسلہ نسب حضرت خواجہ سید بہار الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ و سید علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	۵۰
۱۳	سلسلہ نسب حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ و اولاد و امجاد حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ	۵۲
۱۴	تصانیف حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ	۵۵
۱۵	خلفاء و متوسلین حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ	۵۷
۱۶	دو بھائیوں کی آمد	۵۸
۱۷	حضرت سید میر جان کابلی رحمۃ اللہ علیہ	۵۸
۱۸	حضرت سید سید محمود آغا رحمۃ اللہ علیہ	۶۲

۶۳	دوبھائیوں کی وفات	۱۹
۶۵	اخلاق و عادات حضرت سید میر جان کابلی رحمۃ اللہ علیہ	۲۰
۷۲	سلسلہ بیعت نقشبندیہ مجددیہ عالیہ حضرت سید میر جان کابلی	۲۱
۷۲	قولیت و گزلی مزاج حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ	۲۲
۷۵	حضرت کامزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں	۲۳
۷۶	دور حضرت ایشاں (حصہ دوم)	۲۴
۸۲	اخلاق و عادات حضرت ایشاں	۲۵
۹۵	خوارق و کرامات حضرت ایشاں	۲۶
۱۰۰	حالات پیر و مرشد حضرت ایشاں (حصہ سوئم)	۲۷
۱۰۴	معاصر علماء و عرفاء حضرت ایشاں	۲۸
۱۰۴	امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی	۲۹
۱۱۲	حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالسلام مفتی و مدرس لاہور	۳۰
۱۱۶	حضرت شیخ محمد طاہر المعروف طاہر بندگی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	۳۱
۱۱۹	حضرت شیخ محمد میر المشہور میاں میر بالا پیر قادری قدس سرہ	۳۲
۱۲۳	حضرت شاہ بلاول قادری قدس سرہ	۳۳
۱۲۹	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۴
۱۳۲	حضرت شیخ آدم بنوری نقشبندی قدس سرہ	۳۵
۱۳۴	علامہ حضرت مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی رحم	۳۶
۱۳۶	حضرت شیخ خواجہ محمد سعید نقشبندی مجددی قدس سرہ	۳۷
۱۳۸	حضرت شیخ خواجہ محمد معصوم نقشبندی مجددی سرہندی قدس سرہ	۳۸
۱۴۰	سلسلہ بیعت نقشبندیہ عالیہ حضرت ایشاں	۳۹
۱۴۷	نقشہ سلسلہ بیعت نقشبندیہ عالیہ حضرت ایشاں	۴۰
۱۵۱	کتابیات - ۲۲ - کچھ اپنے متعلق	۴۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

پیش لفظ

راقم الحروف اس سے قبل حضرت خواجہ سید خاند محمد المعروف بہ حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی بخاری ثم لاہوری کے حالات و واقعات زندگی اور آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات پر ایک کتاب سپرد قلم کر چکا ہے جسے شائع ہوئے قریباً ایک سال کا عرصہ ہوا ہے۔ اس تذکرے میں میں نے اپنی دفتری مصروفیات کے باوجود بقدر امکان حضرت ایشاں کے حالات زندگی جتنے کتب مرویہ حاصل ہو سکتے تھے یکجا فراہم کر دیئے میری ناتمام کوشش کو علمی حلقوں نے اور خاص کر ان احباب نے جو صوفیائے کرام کی مقدس زندگی سے والہانہ الفت رکھتے ہیں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا نیز تشنگان علم و تحقیق نے اس میں مزید اضافہ کے لئے کہا۔ مجھے اس ناتمامی کا احساس تھا تفحص جاری رکھا تلاش بسیار کے بعد کچھ اور تذکرے دستیاب ہوئے جن میں حضرت ایشاں کا ذکر ضمنیاً یا تصریحاً مذکور تھا بعض تذکروں میں محض تکرار مضمون تھا بعض ایسے تذکروں کی نشاندہی ہوئی جو میرے لئے مفید ہو سکتے تھے مگر وہ ہندوستان اور مقبوضہ کشمیر کی لائبریریوں میں ہیں۔ ان تذکروں کا ملنا فی الحال دشوار ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ اگر قدرت نے سامان پیدا کر دینے تو شاید یہ کتب بھی دستیاب ہو سکیں یہ حال پہلے تذکرے کی اشاعت کے بعد جس قدر اور مواد حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فراہم ہو سکا ہے وہ اس اشاعت میں صرح کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ کسی کتاب کو بھی کسی زمانے میں حرف آخر نہیں کہا جاسکتا تحقیق و تلاش ہر زمانے سے وابستہ رہی ہے اور رہے گی۔ اب اس اشاعت میں حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی بھی ملے تحقیقات میری تحفہ نقشبندیہ ذکر الصاویقین اسرار البراز مجموعہ ملفوظات حضرت ایشاں کے تذکرہ حالات و زکوان کشمیر حیات المقرین تحفۃ الفقراء از شیخ محمد ادبیک اور طبقات شاہ جہانی از محمد صادق وغیرہ۔

نہایت اختصار کے ساتھ آغاز کتاب میں درج کئے ہیں۔ کیونکہ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مورث اعلیٰ ہیں۔ اگرچہ یہ سلسلہ مختلف واسطوں سے گزرتا ہوا حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول تک منتہی ہوتا ہے اور درمیانی واسطوں میں جو بزرگ آتے ہیں ان کا ذکر اس کے حذف کر دیا ہے کہ ان بزرگوں کے حالات زندگی نہایت شرح و بسط کے ساتھ متقدمین کے تذکروں میں مل جاتے ہیں۔ خاص کر حضرت سید علی بن عثمان بھویری المعروف بردانہ گنج بخش المتوفی ۲۶۵ھ کی کشف المحجوب حضرت شیخ فرید الدین عطار المتوفی ۷۲۵ھ کا تذکرہ الاولیاء حضرت مولانا عبد الرحمن جامی المتوفی ۸۹۰ھ کی نفحات الانس اور ملا حسین واعظ کاشفی کی رشحات عین الحیات بڑی جامع کتب ہیں۔ ان کے بعد کسی اور مفصل و مجمل تذکرے لکھے گئے ہیں بلکہ مولانا جامیؒ تو خود سلسلہ نقشبندیہ کی اہم شخصیت ہیں۔ البتہ حضرت ایشالؒ کی سوانح حیات کے ذکر میں جہاں کہیں ضمتا کسی اور بزرگ یا کسی اہم شخص کا نام آگیا ہے۔ حاشیہ میں اس کا ذکر کیا ہے اختصار کے ساتھ تحریر کر دیا ہے نیز کسی قدر تفصیل کے ساتھ حضرت ایشالؒ کے چند قابل ذکر معاصرین کے حالات زندگی حوالہ قلم کر دیئے ہیں۔ تاکہ اس زمانہ کے مذہبی و سیاسی اور تہذیبی و تمدنی حالات سے واقفیت ہو جائے۔

سلسلہ نقشبندیہ اپنی خصوصی تعلیمات کے باعث صرف سرزمین پاک و ہند میں مشہور نہیں۔ بلکہ ایران، افغانستان، بلخ، بخارا اور ماوراء النہر تک شہرت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس سلسلے کے متقدمین بزرگ انہی علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ خود حضرت ایشالؒ کا اصلی وطن بخارا تھا۔ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبندؒ اور ان کے نامور خلفاء خاص کر خواجہ علاء الدین عطار المتوفی ۷۲۵ھ، مولانا یعقوب چرخمی المتوفی ۸۵۸ھ، حضرت خواجہ عبید اللہ احمر المتوفی ۸۹۵ھ، مولانا عبد الرحمن جامیؒ صاحب نفحات الانس المتوفی ۸۹۰ھ، پھر ان کے بعد ان حضرات کے خلفاء عظام نے اس سلسلے کو بڑا فروغ دیا۔ اور اپنے علمی و روحانی ذوق کے مطابق ایک عالم کو فیض بخشا۔

اسی طرح سرزمین پاک و ہند میں حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی المتوفی ۱۲۰۷ھ اس سلسلے کا چراغ روشن کیا جس کی تابانی نے دیگر تمام سلسلوں کو ماند کر دیا۔ آپ اپنے مرشد مولانا

خواجگی گنگوئی المتوفی شمس ۱۲۸۵ھ کی اجازت سے ہندوستان آئے۔ دہلی میں قیام کیا ارشاد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو مقبول خاص دعاء کر دیا۔ آپ کے نامور مرید و خلیفہ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ سرہندی نے اس سلسلے کو باہم عروج پر پہنچایا۔ اس وقت کے مذہبی و سیاسی حالات کے پیش نظر اشاعتِ دین اسلام کا مکمل انتظام کیا۔ اور غیبی اسلامی تصوراتِ رسوم و رواج کی اصلاح اور رفعِ بدعت والحاد میں قابلِ قدر خدمات سر انجام دیں۔ حضرت ایشاںؒ بھی اس عہد میں سلسلہ نقشبندیہ کی اہم شخصیت تھے۔ آپ اکبری حکومت کے دورِ آخر میں ممالکِ اسلامیہ کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے واردِ ہندوستان ہوئے۔ کچھ عرصہ دہلی اور آگرہ میں قیام رہا۔ اسی اثنا میں ایک دو مرتبہ شمشیر بھی گئے۔ آخر شاہ جہان کی استدعا پر لاہور میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے۔ یہیں آپ نے اپنا روضہ مسجد خانقاہ اور مدرسہ تعمیر کیا تمام عمر درس و تدریس اور ہدایت و ارشاد میں گزاری۔

آپ نے اپنی بے نظیر حکیمانہ تعلیم اور علمی و روحانی فیوض و برکات سے ایک دنیا کو فیضیاب کیا۔ آپ کی زبردست شخصیت نے سلاطینِ وقت سے بھی خراجِ تحسین حاصل کیا۔ خواص و عام حاضر خدمت ہو کر اخذ فیض کرتے تھے۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد اور آپ کے خلفائے ہندوستان کے علاوہ دیگر دور دراز ممالکِ اسلامیہ میں بھی اشاعتِ اسلام کی بیش بہا خدمات سر انجام دیں۔ آپ کا چشمہ فیض آج بھی جاری ہے۔ اور دنیا کو سیراب کر رہا ہے۔ یہ انہی بزرگوں کی دعوت و ہمت کا نتیجہ تھا کہ اکبری عہد کی بدعات و اختراعات مذمومہ جس کا بیج اکبری جہالت اور اس کے درباری علمائے سونے بویا تھا۔ بار آور نہ ہو سکا۔ جہانگیر و شاہ جہان کے عہد میں جتنی تجدید و اصلاح ہوئی وہ انہیں بزرگوں کی زمینِ منت ہے۔

ہند بزرگوں کا اُسوہ حسنہ اعلیٰ کلمہ حق کا جذبہ، ان کی علمی و روحانی اور اصلاحی تحریکات آج بھی ہمارے لئے چراغِ ہدایت ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر ہمیں ان مقدس ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں اپنے استاد جناب محترم بشیر احمد صاحب ڈار ایم اے مؤلف تاریخ تصوف قبل از اسلام، محترمی جناب میاں عالمگیر شجاع صاحب، جناب مفتی محمود عالم ہاشمی مؤلف

ذکر جیل جناب میاں افتخار احمد صاحب باغبانپوری جناب چوہدری عبدالعزیز صاحب
 ایم لے۔ ایل ایل بی کلکٹر کسٹمز دریا ٹرڈ کرچی جناب محمد اقبال صاحب مجددی جناب
 مولوی عبدالغفور صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ فاروقیہ گوجر پورہ لاہور خواجہ ضیاء الدین گنائی
 اور میاں مقبول احمد صاحب متولی سجادہ نشین درگاہ حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کا شکر
 گزار ہوں کہ ان محترم حضرات نے اس کتاب کی تدوین و تالیف میں میری مدد فرمائی اور
 قیمتی مشوروں سے مجھے نوازا اور بعض قابل قدر کتب فراہم کیں۔ اس سچی و کاوش کے
 باوجود اگر کوئی فروگزاشت رہ گئی تو اہل علم حضرات سے معذرت خواہ ہوں۔ اگر وہ مجھے
 اس سے مطلع فرمائیں تو ان کا ممنون احسان ہوں گا۔ تاکہ آئندہ کسی اشاعت میں اس کو
 ملحوظ رکھا جاسکے۔

:(احقر)

میاں اخلاق احمد عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض حال

(اشاعت چہارم)

واقف الحروف اس سے قبل خواجہ خواجگان حضرت سیدہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ بخاری نقشبندی ثم لاہوری کے حالات و واقعات زندگی تین مرتبہ شائع کر چکا ہے۔ ان کتابوں میں آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات نیز آپ کے عہد کے مذہبی و سیاسی رجحانات کو بقدر امکان حوالہ قلم کیا ہے جسے اہل علم حضرات اور خاص کر تشنگان علم و تحقیق نے بے حد پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا اور جو صلہ فزائی کا اظہار کیا۔ یہ کتاب جس کی تعداد اشاعت صرف پانچ سو تھی فوراً ختم ہو گئی۔

اب چوتھی اشاعت نظر ثانی، ترمیم مزید تحقیق و تلاش اور اضافات کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے۔ اس چوتھی اشاعت میں حضرت ایشاں ولی اور ان کے معاصرین و سید میر جان کا بلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو اور حالات فراہم ہوئے ہیں وہ درج کر دیئے ہیں۔ اس چوتھی اشاعت کو حضرت ایشاں ولیؒ کی مکمل سوانح حیات کا مرقع کہہ سکتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد اسحاقؒ مدہ بیدی پیر و مرشد حضرت ایشاں ولیؒ کی زندگی کے چند حالات بھی تحریر کر دیئے ہیں مگر تلاش بسیار کے باوجود ملفوظات حضرت ایشاں ولیؒ ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکے چند کتابوں کی نشان دہی ہوئی جو میرے لئے مفید ہو سکتی تھیں مگر وہ آجکل بھارت قبضہ کشمیر بخارا ایران اور لندن کی لائبریریوں میں موجود ہیں ان کتب کا ملنا فی الحال محال ہے۔ اگر قدرت نے کوئی سامان پیدا کر دیئے اور یہ کتب دستیاب ہو سکیں تو آئندہ اشاعت ان سے مزین ہوگی۔ وائو میقی الالباشد

بعض مقامات پر مزید معلومات سے اصل کتاب کی عبارت مواد اور ترتیب میں تبدیلی

اور اضافہ کیا گیا ہے اور غیر ضروری عبارات کو حذف کر دیا گیا ہے بعض حواشی میں نے خود تحریر کیے ہیں۔ ان حواشی میں اضافہ کے علاوہ اکثر مقامات پر اصل ماخذ کے حوالے بھی درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ مفصل مطالعہ کے لئے اصل کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

اس تالیف میں میں نے دو چیزیں مدنظر رکھی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ایشاؓ دلی کی شخصیت کے تمام پہلوؤں پر ضروری معلومات جمع کر کے سوانحی خاکہ مکمل کر دیا جائے اور دوسرے یہ کہ دینی اور علمی خدمات روحانی فیوض و برکات کے ان گوشوں کو زیادہ اُجاگر کیا جائے جن سے شخصیت کا روشن واضح ہوا روشن کے لئے شخصیت کی محنت و کاوش اور جہد و اقتساب کا اندازہ بھی ہو سکے۔ غرضیکہ اس تذکرے میں حضرت ایشاؓ دلی کی سوانح حیات تعلیمات تقویٰ دینی خدمات علمی روحانی تبلیغی زندگی اور سیرت کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے باوجود تلاش تحقیقی کا میدان کبھی بھی محدود نہیں رہا۔ تاریخ و سیرت میں کوئی بات حرفِ آخر نہیں ہوتی علمی اکتشافات ہوتے رہتے ہیں میری اس کوشش کے باوجود اس موضوع پر مزید تحقیقات اور تجسس کی گنجائش اب بھی موجود ہے صرف جستجو اور محنت کی ضرورت ہے تاکہ آنے والی نسلیں اس سے مستفید و متغیض ہو سکیں اور اس دورِ پرفتن میں جبکہ ہر طرف تاریکیاں پھیل رہی ہیں چراغِ جلائے جاں اور اپنا کھویا ہوا بلند و برتر مقام حاصل کیا جائے۔

گر تو سنگِ خارہ مَر مَر شوی

چوں بھابھ دلِ رسی گو ہر شوی

اس مختصر مضمون کو اس دعا پختہ کرتا ہوں کہ اے اللہ! ہمیں دینِ برحق کی خدمت کرنے کا زیادہ سے زیادہ جذبہ عنایت فرما! اس دورِ پرفتن میں سلامتی ایمان بخش! اور خلوص نیت سے کتاب و سنت پر کار بند رہیں۔ آمین ثم آمین!

احقر

میاں اخلاق احمد ایم لے عفی عنہ

انتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو اپنے نانا جناب میاں
جلال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چھوٹا مرثیہ
و مغفور کے نام سے انتساب کرتا ہوں جو حضرت
سید السادات حضرت سید میر جان کا بلی رحمۃ اللہ
علیہ نقشبندی قادری قلندی مجددی چشتی مدنی
کبروی سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین کے
مُرید تھے اور حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ
والہانہ عقیدت و ارادت رکھتے تھے یہ انہی کی
تعلیم و تربیت کا اثر ہے کہ جس کا فیضان آج
بھی جاری ہے۔

میاں اخلاق احمد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حصہ اول

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قادری

اسم گرامی محمد بن امیر سید محمد بن امیر سید جلال الدین بخاری ہے۔ ولادت باسعادت ماہ محرم الحرام ۸۰۷ھ میں قصر عارفان بخارا کے ایک قصبہ میں ہوئی تعلیم و تربیت بخارا میں پائی جو اس وقت علوم و فنون کا مرکز تھا۔

حضرت خواجہ محمد بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اوائل عمر ہی میں اپنی فرزندگی میں لے لیا تھا فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خدمت مرشد میں حاضر رہ کر علوم ظاہر و باطن کی تکمیل کی دیگر مشائخ ترکستان مثلاً شیخ فتح اور خلیل آٹا سے بھی بے اندازہ فیوض و برکات حاصل کئے۔

۱۔ حضرت خواجہ علی راہینی قدس سرہ المتوفی ۸۲۷ھ المعروف بہ ”حضرت عزیز“ کے نامی و گرامی مرید تھے۔ آپ زمانے کے مشائخ کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ علوم ظاہر و باطن میں کامل و اکمل تھے حضرت بہاء الدین نقشبند کو فرزندگی میں قبول کیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ وہ وقت قریب ہے کہ یار کا زمانے کا پیشوا و امام ہوگا۔ اور اپنے مریدانہ خلیفہ سید امیر کلال کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے ارے بہاء الدین کے معاملے میں شفقت و عنایت سے کام لینا اور کسی طرح کی کوتاہی نہ کرنا نہیں میں معاف نہیں کروں گا۔ حضرت سید امیر کلال نے جواب دیا۔ اگر کوتاہی کروں تو مرد نہیں رہے گا میں وفات پائی راہیقن کے قصبہ سمس جو نواح بخارا سے ہے مولد و مکن تھا۔ وہیں مدفون ہوئے۔

۲۔ حضرت خواجہ محمد بابا ساسی کے مرید و خلیفہ اعظم تھے۔ جامع شریعت و طریقت تھے۔ علم و حلم اور زہد و ریاضت میں ممتاز زمانہ تھے محنت و مشقت سے جو رزق حلال ہوتا تھا اس سے گزارا کرتے تھے۔ کلابی (بزن سازی) پیشہ تھا۔ ۸۷۷ھ میں وفات پائی۔ مولد و مکن بخارا کا ایک قصبہ سوخار تھا مزار بھی وہیں ہے۔ ۸۷۷ھ حضرت خلیل آٹا ترک تھے۔ انہیں ماوراء النہر کی بادشاہت مل گئی اور سلطان خلیل کے نام سے مشہور ہیں۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے نسبت روحانی تھی۔ اپنی صوری و معنوی کمالات کے باعث عالم شریعت امام طریقت پر حقیقت قطب اولیاء اور غوث زماں تھے۔ علم و اخلاق زہد و تقدس اور ریاضت و عبادت میں اپنی نظیر آپ تھے جو دیو سخا اور مروت و احسان میں اہل زمانہ میں مرہم دل درد منداں اور حاجت روائے مستمندان مشہور تھے۔ کتاب و سنت کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ زندگی بھر امور شرعی سے سرمواخراہ نہیں کیا۔ مذہباً حنفی تھے۔ فقیہی احکام میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ حریم الشرفین کی زیارت سے بھی سرفراز ہوئے۔

اس علمی و روحانی جلالت کے باوجود محنت و مشقت اور صنعت و حرفت سے رزق حلال حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ رسالہ بہائیدہ میں جو آپ کے احوال و مقامات میں لکھا گیا ہے مرقوم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اور میرے والد دونوں کخواب کے کپڑے بنتے اور ان پر نقوش بنانے میں مشغول رہتے تھے۔ اس وجہ سے نقشبند مشہور ہو گئے۔ خواجہ عبدالرزاق جو حضرت عبید اللہ احرار کی اولاد سے ہیں۔ وہ اس قول کی تائید کرتے ہیں چونکہ اس کام کی بناء لقمہ حلال پر رکھی گئی۔ اس وجہ سے اس سلسلہ کے اکثر بزرگ کسب کر کے فزی حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ خواجہ بہاء الدین نقشبند بھی اپنے پیران طریقت کے حکم کی اتباع

لے آپ کے والد کا نام امام عبدالجلیل تھا۔ والدہ محترمہ شہان روم کی اولاد سے تھیں نسب پوری حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ تک منتهی ہوتا ہے۔ غجدوان مضافات بخارا ہے ایک قریہ ہے وہاں کے رہنے والے تھے۔ مولانا شیخ صد الدین جو بخارا کے جید علما و فضلاء سے تھے ان سے تکمیل علوم کی تھی۔ اتباع کتاب سنت آپ کا خاص وصف امتیازی ہے جب حضرت خواجہ یوسف ہمدانی بخارا آئے تو ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر تکمیل سلوک کی اور خرقہ خلافت پایا۔ اور ولایت میں درجہ کمال حاصل کیا کہ ایک وقت نماز کے لئے کعبہ شریف جاتے اور وہاں سے نماز پڑھ کر واپس آتے۔ ۵۷۰ھ میں وفات پائی مزار مبارک غجدوان میں ہے۔

۵۷۰ھ یوسف نام کنیت ابو یعقوب باپ کا نام ابوب تھا۔ اصل وطن ہمدان تھا شیخ ابو اسحاق شیرازی سے تحصیل علوم کی تھی حضرت شیخ ابو علی فارمدی کے خلیفہ اعظم تھے۔ جامع جمیع کمالات تھے۔ جب بغداد آئے تو حضرت شیخ بید القادر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب تک بغداد میں رہے آپ کی مجلسوں میں اکثر حاضر ہوا کرتے۔ مذہباً حنفی تھے۔ سلسلہ خواجہ خواجگان کے سردار تسلیم کئے گئے ہیں۔ ۵۷۵ھ میں وفات پائی۔ مرقد شریف مرو میں ہے۔

میں بند بانی و قالی بانی کیا کرتے تھے۔ اسی جہت سے آنحضرت کو نقشہ بند کہتے ہیں۔ آپ حلال کی رعایت اور مشتبہ کے پرہیز میں بہت مبالغہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو تجرید و تفرید یعنی ماسوا اللہ اور قطع تعلقات میں بڑا پایہ حاصل تھا۔ کمال فقر کے باوجود ایشارا اور جو دوسخا کی اعلیٰ درجہ کی صفت رکھتے تھے۔ آپ کے پاس جو کوئی ہدیہ لاتا تھا آپ قبول فرماتے تھے۔ اور ویسی ہی کوئی چیز اپنی طرف سے ہدیہ کے طور پر دیتے تھے۔ آپ کا نہ کوئی مکان تھا نہ لوکر، خود ہی کھانا پکاتے اور دسترخوان بچھاتے اور لوگوں کو بلا کر کھانا کھلاتے۔ خود اکثر روزے سے رہتے۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے؟

فرمایا۔ ”ظاہر میں خلق خدا اور باطن میں حق تعالیٰ پر“۔ پوچھا گیا آپ کے طریقہ میں جبر و خلوت اور سماع کا رواج ہے۔ فرمایا۔ ”نہیں“۔

دریافت کیا گیا۔ سماع کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا۔ ”نہ میں انکار کرتا ہوں اور نہ میں اس کام کو کرتا ہوں“۔ پوچھا گیا۔ آپ کا سلسلہ کس جگہ پر جا کر منتہی ہوتا ہے۔ فرمایا۔ ”کوئی سلسلہ بھی کسی جگہ پر جا کر منتہی نہیں ہوتا“۔ دریافت کیا گیا بعض مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ ہم پر ولایت محمدیہ ختم ہو گئی۔ اس سے کیا مطلب ہے۔ فرمایا۔ ”وہ اپنے زمانہ کے خاتم ولایت ہوئے ہیں“۔

فرمایا۔ ”خوارق عادات اور احوال و کرامات قابل اعتماد نہیں ہیں۔ کام کی بات اقوال و افعال پر قائم رہنا ہے۔ اس راہ پر چلنے والے کو اللہ جل شانہ کے احکام کی تکمیل سے ولایت خاصہ حاصل ہوتی ہے“۔

فرمایا۔ ”ہمارا طریقہ صحبت ہے خلوت نہیں خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں مصیبت ہے“۔

فرمایا۔ ”مرشد کو طالب کے ماضی و حال و مستقبل پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ تاکہ اس لحاظ سے اس کی تربیت کر سکے۔ اس راہ کی طلب میں ادب شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ادب سے یہ مراد ہے کہ ظاہر و باطن میں کمال بندگی سے اللہ جل شانہ کے احکام کی بجا آوری کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب سے یہ مراد ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی پورے طور پر پیروی کرے۔ اور تمام احوال میں آنجناب کی حرمت کو نگاہ میں رکھے اور کل موجودات کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضورِ اقدس کو وسیلہ خیال کرے مشائخ کے ادب سے یہ مراد ہے کہ وہ متابعتِ سنتِ نبویؐ کا وسیلہ ہیں اور خلقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کا منصب رکھتے ہیں۔

خواجہ علاؤ الدین عطارؒ فرماتے ہیں۔ ”چونکہ ہمارے خواجہ یعنی بہار الدین نقشبندؒ کا طریقہ استقامت و اتباعِ سنتِ نبویؐ تھا۔ اس لئے آپ اکثر علمائے کرام کے پاس جاتے اور بیٹھتے تھے۔ ان دونوں بھائیوں میں سب سے بڑے عالم مولانا قاسم الدین اصل رحمہ اور حمید الدین شاشیؒ تھے۔ یہ دونوں صاحبِ اکثر حضرت خواجہؒ کے پاس آیا کرتے تھے۔ یہ حضرت خواجہؒ نے فرمایا: ”مغرب کی حفاظتِ پوست سے ہوتی ہے اگر پوست میں کوئی خلل ہو تو مغرب پر بھی اس کا اثر پہنچتا ہے شریعتِ پوست ہے اور طریقتِ مغربِ پوست ناقص ہو گا تو مغرب بھی ناقص ہو گا۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ کا قول ہے کہ ایک سو روضہ سے ایک مسجد بہتر ہے۔ کیونکہ روضہ کی نسبت دل کی طرف ہے اور مسجد کی نسبت خدا کی طرف ہے غرض شریعت و طریقت کے بے شمار اسرار و رموز آپ نے بیان فرمائے ہیں مندرجہ بالا اقوال سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ رشد و ہدایت میں آپ کا کیا مقام تھا اور شریعت و طریقت کے آپ کس قدر عارف کامل تھے۔ ۳۰ برس کی عمر میں تین بیسے الاول ۱۰۹۱ھ میں وفات پائی مشائخ و علماء بیان کرتے ہیں کہ آپ کو جو تصرفِ زندگی میں حاصل تھا۔ وفات کے بعد بھی اسی طرح حاصل ہے مزارِ اقدس بخارا کے قریب قصرِ عارفان میں زیارت گاہ خلق ہے آپ کے خلفائے میں سے زیادہ مشہور اور کامل ترین ہستی خواجہ محمد پارسا المتوفی ۱۲۲۲ھ خواجہ علاؤ الدین عطار المتوفی ۱۲۵۲ھ مولانا یعقوب چرخي المتوفی ۱۲۵۲ھ خواجہ علاؤ الدین غجدانی المتوفی ۱۲۵۲ھ ہوئے ہیں۔ حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے سامنے یہ اشعار پڑھے جائیں۔

مفسلنا ہم آمدہ در کوئے تو شیدا شد از جمالِ مروتِ تو
دست بکشا جانبِ زمیںِ ما آفریں بردست و بر بازوئے تو

حسین جو حضرت خواجہ سید علاء الدین عطارؒ کی اولاد انجادی تھے اور بہاؤ الدین نقشبندؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔ ۹۶۵ھ بمقام بخارا پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت | اصل وطن بخارا تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کے زیر سایہ پائی۔ بارہ برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا۔ اپنے باپ کے ارشاد کے مطابق بخارا سے مدرسہ سلطانیر میں داخل ہو کر علوم متداولہ کی تحصیل کی پھر لاہور کو

(بقیہ حاشیہ ص ۱) کی لڑکی کے ساتھ کید خواجہ نظام الدینؒ خواجہ عصام الدینؒ شیخ الاسلامؒ کے بھائی تھے اور صاحب ہدایہ فقیہ کی اولاد سے ہیں۔ اس دختر سے بھی تین فرزند اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں خواجہ عبد العظیمؒ خواجہ عبدالشہیدؒ خواجہ ابوالفیضؒ کلاں سبک اور خانزادہ سبک۔ جب حضرت خواجہ ناصر الدینؒ بولشید احرار قدس سرہ نے ۲۹ ماہ ربیع الاول ۸۹۵ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۷ سال کی تھی اور شہر سمرقند میں اقامت تھی۔ شہاب الدینؒ آپ کا لقب تھا۔ ظاہری علم اور معنوی بصیرت سے آراستہ اور صاحب منازل و مقامات تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ سے منک تھے اور اس سلسلہ کو فروغ دیا۔ بیمار ہو کر خراسان چلے گئے۔ تاکہ بیماری کا علاج کرایا جائے۔ مولانا عبدالحق جامیؒ کے ہاں قیام کیا اور اخذ فیض ہوئے۔ فیض یابی کے بعد آپ عراق تشریف لے گئے۔ وہاں قاضی میر حسین میردی اور میر صد الدین محمدؒ کی صحبت میں رہ کر علمی و روحانی فیوض و برکات سے فیض یاب ہوئے۔ پھر پچھ سال تک شیراز میں قیام کیا۔ مولانا جلال الدین دقانی اور مولانا عماد الدین محمود سے فلسفہ اور کتب طب کی تحصیل کی۔ پھر مصر چلے گئے۔ علم طب کے اندر رئیس الاطباء مولانا عماد الدین محمود کے شاگرد تھے پھر عازم حج ہوئے۔ حج و عمرہ کی دولت سے دو دفعہ شرف ہوئے۔ جدہ سے براہ گجرات ہندوستان تشریف لائے۔ کچھ عرصہ دہلی اور گجرات قیام کیا پھر کابل تشریف لے گئے۔ بعد میں سمرقند داخل ہوئے۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ خواجہ نور الدینؒ خواجہ جلال الدینؒ قائم اور خواجہ حسین الدینؒ ان تینوں اکابرین نے حریت ہندوستان میں فرمائی۔ اور دفن سمرقند میں ہوئے۔ یہ زمانہ اکبر بادشاہ کا تھا۔ آپ کی وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا مدفون سمرقند میں ہے بعض لکھتے ہیں کہ جب آپ گجرات سے جا رہے تھے تو راستہ میں آپ کا جہاز ڈوب گیا۔ اور فوت ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب میرے دوست پروفیسر محمد شجاع الدین صاحب ایم اے ص ۱۳ ضمیمہ اور ٹیل کالج میگزین فروری ۱۹۲۴ء میں نثر کرتے ہیں کہ حضرت ابوالشائؒ عماد نقشبندی مشائخ کا لقب ہوتا تھا۔ ہم اس لقب نہیں کہہ سکتے بلکہ تعظیمی کلمات کہہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ لفظ ترکستان میں شیخ مرشد استاد پیر و راہنما کے لئے بولا جاتا ہے۔ انہی محضوں میں یہ لفظ شیخ یعقوب صرانیؒ کیلئے کشمیر میں استعمال ہوتا تھا۔

۱۷۰۰ | اصل نام محمد بن محمد بخاری ہے اپنے زمانہ کے جید صوفیاء و صالحیوں و علمائے دین تھے۔ (باقی حاشیہ ص ۱۹)

اول عمر ہی میں آپ اپنے علم فضل زہد و تقویٰ اتباع قرآن و سنت اور رفیع بدعت کے باعث مشہور زمانہ ہو گئے تھے۔ ان فضائل پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ نے آپ کو مرجع خلاق بنایا تھا خواص و عوام سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے چنانچہ حاکم بخارا عبد اللہ خاں اور اس کا بیٹا عبد المؤمن حاضر خدمت ہو کر پند و نصائح سے سعادت حاصل کرتے تھے۔ اس فضل و کمال کے ساتھ آپ کو سیر و سیاحت کا بھی بے حد ذوق و شوق تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ اشتیاق بھی پورا کر دیا۔ عبد اللہ خاں جب حاکم بخارا ہوا تو آپ بہ اشارہ ربانی کابل کی طرف روانہ ہوئے۔

سیر و سیاحت آپ صوفیانہ ذوق کے باعث تیس سال کی عمر میں ۹۹۲ھ پہلے شہر خوش میں جو ختلان کا مشہور شہر ہے تشریف لائے۔ کچھ عرصہ یہاں قیام فرمایا پھر بلخ، سمرقند، ہرات و قندھار سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے۔ کابل میں بیٹھے کے بعد پہلے جمعہ کے روز آپ شہر کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور وعظ فرمایا۔ وعظ کا انداز بیان اتنا مؤثر تھا کہ سامعین پھر ٹک اٹھے اور اکثر حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب تک آپ وعظ فرماتے رہے لوگ دم بخود بیٹھے رہے۔ وعظ اتنا مؤثر تھا کہ سننے والوں کی آنکھوں سے آنسو بہتے چلے جاتے تھے۔ خود حاکم کابل بھی اس محفل میں حاضر تھا اور اس پر بھی وجد کی کیفیت طاری تھی۔ امراء و وزراء و دیگر صاحب جو اس وعظ کی محفل میں شریک تھے۔ دل و جان سے آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ روز بروز بادشاہ امراء و صاحب عوام کے دلوں میں آپ کی عقیدت و محبت کے جذبات بڑھتے گئے۔ چند سال آپ کا کابل میں بقیۃ حاشیہ ص ۱۹) تحصیل نسبت محنویہ کردہ بود و مولانا لطف اللہ از خلفائے والد خود بود مفتی غلام سرور صاحب اپنی مشہور کتاب خزینۃ الاصفیاء اور خواجہ محمد اعظم دیدہ مرہی اپنی تاریخ اعظمی صفحہ ۱۶۷ میں مولانا لطف اللہ کو مرید خلیفہ خواجہ خواجگی احمد کاشانی تحریر کرتے ہیں اور ان کا اپنے والد کا مرید و خلیفہ ہونا کہیں بھی تحریر نہیں کیا مرید لکھتے ہیں خواجہ خواجگی احمد کاشانی حضرت مولانا محمد قاضی کے مرید و خلیفہ تھے اور مولانا محمد قاضی حضرت قطب العرفاء خواجہ عبید اللہ احرار کے خلیفہ تھے۔ ان ہی کی وجہ سے طریقہ نقشبندیہ نے صوبہ پنجاب میں رواج پایا۔

۱۔ اس سن کی روشنی میں آپ کی پیدائش کا سن ۹۶۵ ہجری مستحق ہوتا ہے۔

۲۔ ماخذ تحقیقات حشری۔

قیام کیا۔ ایک خلق کثیر نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ حاکم کابل آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوا یہاں سے آپ نے اپنے خلفاء ایران اور عراق و حجاز کی طرف روانہ کئے پھر آپ کشمیر تشریف لائے۔ اور نواب عبدالرحمن کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ نواب موصوف کا والد آپ کا مرید و خلیفہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ بے شمار افراد آپ کے حلقہ ارادت و عقیدت میں شامل ہوئے۔ اہل بدعت و ضلالت کی ایک جماعت کثیر آپ کے دستِ حق پر تائب ہو کر شریکِ زمرۂ اہل سنت ہوئی۔ آپ نے یہاں مدرسہ و خانقاہ تعمیر فرمائی۔ درس و تدریس اور وعظ و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ دُور دُور سے طالبانِ علم و ہدایت خانقاہ میں حاضر ہو کر دینی و دنیوی فیوض و برکات سے مالا مال ہو جاتے۔ اس وقت یوسف شاہ بن علی شاہ قوم چک

لے غازی چک کی اولاد سے تھا۔ غازی چک اپنے آخری حاکم نازک شاہ بن فتح شاہ المتوفی ۹۵۷ھ کی وفات کے بعد کشمیر پر قابض ہو گیا تھا۔ جو میر شاہ حاکم کشمیر راجہ بن دیو کا وزیر تھا اور راجہ کی وفات کے بعد سلطنت کشمیر پر قابض ہو گیا تھا۔ نازک شاہ بن فتح شاہ سخت نالائق، نااہل اور عیاش حکمران تھا مذہبِ شیعہ تھا، اور کشمیر میں شیعیت پھیلانے کی کوشش کرتا رہا۔ اس خاندان کا پہلا شیعہ حاکم شاہ حسن بن حیدر شاہ تھا جو خاندان شاہ میر میں سے زیادہ علم و تہذیب رکھتا تھا۔ اہل علم کی سرپرستی کی، فارسی کی کچھ کتابیں منسکرت میں ترجمہ ہوئیں۔ دربار میں کل ملاکر بارہ سو ارباب فن تھے۔ اس عہد میں تعمیرات کا بھی کافی کام ہوا۔ خانقاہ معلیٰ اور جامعہ مسجد کی اہم عمارتوں کو پھر سے بنوایا۔ پہلے ان عمارتوں کو سکندر شاہ جس نے ۹۶۷ھ سے ۸۱۹ھ تک حکومت کی اور عام طور پر سکندریت شکن کہا جاتا ہے نے بنوایا تھا۔ لیکن ۱۴۹۹ء میں آگ لگ جانے سے برباد ہو گئی تھیں۔ اس کے عہد میں فوج کش عراقی جس کو اہل عراق ہمدی آخر زمان سمجھتے تھے۔ اس کا ایک مرشد شیخ لیلین سلطان مرزا حاکم خراسان کے ایما پر کشمیر آیا اور شیعیت پھیلانے کی تبلیغ شروع کی، ان تبلیغی کوششوں سے شیعیت کو فروغ حاصل ہوا جس نے آگے چل کر شیعہ مبنی تنازعات کی صورت اختیار کر لی جب حکومت چک خاندان میں منتقل ہوئی۔ تو اس خاندان نے بھی شیعیت کو فروغ دینے کی بے حد کوشش کی۔ جبر و تشدد سے بھی کام لیا۔ اس چہرے نظامِ سلطنت کو بالکل ابتر کر دیا۔ اس خاندان کی شہر پریشتر مبنی علماء و صلحا شہید کر دیتے گئے۔ یعقوب خاں چک حاکم کشمیر کے حکم سے قاضی مولوی شہید ہوئے۔ آپ کی نعش مبارک کو ہاتھی کی دُم سے باندھ کر شہر میں گشت کرایا۔ اس الم انگیز دردناک واقعہ کے کشمیر کے عوام و خواص میں شہتال پیدا ہو گیا۔ ان حالات کے پیشِ نظر ۹۹۵ھ میں ایک وفد جس میں اہل سنت کے علماء جن میں حضرت یعقوب صرّنیؒ اور حضرت بابا داؤد خاکیؒ اور کشمیر کے صاحب اثر و رسوخ شامل تھے (باقی ص ۲۲ پر دیکھیے)

حاکم کشمیر تھا۔ اور وہ مذہباً شیعہ تھا۔ اور اسے آپ کا یہ فروغ ایک آنکھ نہ بھایا۔ رونق خانقاہ اور اجتماع کشمیر سے خائف ہو کر آپ کو کشمیر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ نے ایک ماہ کی مہلت

الیقینہ حاشیہ ص ۷۱) اکبر کے پاس آیا اور تمام حالات و واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے چنانچہ اکبر نے کشمیر اسی سال فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ حاکم شیعہ یعقوب خان جان بچا کر بھاگ گیا۔ اور چار پانچ سال تک روپوش ہو کر بغاوت کرتا رہا۔ آخر ۹۹۹ھ میں گرفتار ہوا۔ حضرت ایشاؑ نے اس کے سر سے خلاصی پانی مگر دشمن بدستور دوپٹے آزار رہے اور آپ کے قتل کے مشورے اور تجویزیں تیار کرتے مگر آپ کا تصرف اتنا بلند اور عالی مقام تھا کہ ان کے تمام منصوبے خاک میں مل جاتے۔ ایک دفعہ شیعہ مرزا سکند نامی کو لوال کشمیر ہاتھ میں تلوار لئے انتقام کی خاطر آپ کے گھر گھس آیا۔ چاہتا تھا کہ وار کرے کہ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ خادموں نے پکڑ کر اسے کمرہ میں بند کر دیا۔ دوسرے دن حاکم کے روبرو پیش کیا گیا اور سزا دی گئی۔ ۲۔ حضرت شیخ یعقوب صر فی کشمیری قدس سرہ خواجہ حسن عاصمیؒ کے مندرزند ارجمند تھے جو سلطنت کشمیر کے اکابر اور اسے تھے۔ آپ ۹۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اور علوم ظاہری عارف نامی حضرت مولانا جامیؒ کے شاگرد رشید مولانا محمد حجتہ اللہ سے حاصل کئے اور بارگاہ استاد سے جامی ثانی کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔

تکمیل علوم ظاہری کے بعد راہ سلوک میں قدم رکھا اور ریاضت و عبادت میں ایک مدت تک مشغول رہے۔ حضرت امیر کبیر امیر سید علی ہمدانی قدس سرہ کے اویسی تھے پھر حضرت مخدومی شیخ حسین خوارزمیؒ کی بیعت کا ارادہ کیا۔ آپ کے والد ماجد اور استاد محترم کو خطرہ تھا کہ کہیں ردعایت حضرت امیر سید علی ہمدانیؒ اس محلہ میں مانع نہ آئے۔ چنانچہ آپ تمام خطرات سے بڑا ہ ہو کر کشمیر سے سمرقند پہنچے اور حضرت شیخ خوارزمیؒ کی خانقاہ کے باہر فرود کش ہوئے۔ حضرت شیخ کو نوذر باطن سے آپ کے آنے کا حال معلوم ہو گیا۔ چنانچہ آپ خانقاہ سے باہر استقبال کے لئے آئے اور وہی ہمراہی میں خانقاہ کے اندر لے جا کر اپنے حلقہ ارادت میں داخل کر کے خانقاہ کے لئے ٹکڑیاں لانے کے لئے مامور فرمایا۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں منازل سلوک طے کر لیں۔ مرشد نے خرقہ خلافت سے نوازا اور رخصت کیا۔ آپ کشمیر پہنچ کر ہدایت و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تصرفات و فتوحات کے دروازے کھول دیئے۔ طالبان حق بوق در جوق آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو کر علمی و روحانی استفادہ کرنے لگے۔

آپ نے دُور دراز مقامات کی سیب سیاحت کی اور کشمیر میں آکر قیام پذیر ہو گئے۔ مگر اس وقت خطہ کشمیر میں شیعہ سنی فسادات کے باعث بڑا امپر آشوب زمانہ تھا۔ آپ نے اس بد امنی کو دور کرنے کے لئے بہت کوشش فرمائی اور کشمیر کے تمام سیاسی مذہبی حالات اکبر کو مفصل طور پر آگاہ کیا۔ چنانچہ اکبر بادشاہ (باقی ص ۲۳ پر)

پاہی اور ابھی پندرہ روز ہی نہ گزرے تھے کہ اکبری فوج نے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔
 عہد اکبری کے آخری دور میں آپ اگر تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ اور امراء آپ
 کے مرید ہو گئے۔ جن میں خان اعظم مرزا عزیز کوکلتش بھی تھا۔

(بقیہ حاشیہ ۲۲) نے کشمیر پر قبضہ کر کے اپنی مملکت میں داخل کر لیا کشمیر میں پوری طرح امن و
 امان قائم ہو گیا۔ اس کا زمانہ کے بعد اپنے حرمین الشریفین کا سفر اختیار کیا۔ ایک سال کے بعد پھر
 واپس کشمیر آئے تمام عمر باریت خلق و درس و تدیس میں مشغول و مصروف رہے صاحب تاریخ اعظم کشمیر
 نے آپ کی متعدد تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً تفسیر قرآن، مسلک الاخبار، واقع عذر ایلیٰ مجنون،
 مغازی المنبوت، مقامات مرشد، یہ پانچ کتابیں خمسہ مولانا نظامی کے مقابلے میں لکھی ہیں۔
 ان کتب کے علاوہ کتاب مناسک حج، شرح صحیح بخاری، توضیح و تلخیص و تفسیر و وسپارہ

آخر میں قرآن مجید رباعیات، دیوان اشعار، رسالہ اذکار، آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔
 برشب پنجشنبہ بعد نماز عشاء، بارہ ماہ ذیقعد ۱۰۳۳ھ ہر عہد اکبر بادشاہ وفات پائی۔
 ملا یعقوب صفری کا بیٹا ملا کبیر حسن تھا۔ اس نے اپنے باپ کا نسخہ شامل ترمذی بمعہ حاشیہ نقل
 کیا یہ نسخہ کسی طرح ڈھاکہ کے فاضل حکیم حبیب الرحمن تک پہنچا۔ انہوں نے اپنا کتب خانہ اور
 ڈھاکہ یونیورسٹی کے سپرد کر دیا۔ اس نسخے پر ۱۰۵۵ھ کی تاریخ درج ہے۔

۳۷ دیکھیں صفحہ ۳۱ ۳۸ دیکھیں صفحہ ۶۶

۳۷ آپ حضرت مخدومی اعظم حاجی محمد جنوشانی کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ صاحب علم و فضل و کرامت
 بزرگ گزرے ہیں۔ مخدومی اعظم سلسلہ کبرویہ میں شیخ رشید الدین اصفہانی کے اور وہ عبداللہ بزم شادی
 کے اور وہ شیخ ابوالحاق خٹلانی کے اور وہ سید امیر علی ہمدانی قدس اللہ سرہم کے مرید تھے مخدومی
 اعظم کی وفات ملک شام میں ۹۵۶ھ میں واقع ہوئی۔

۳۷ اکبر بادشاہ کا ہم عصر اور رضاعی بھائی تھا بچپن میں ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ اکبر اس کی مال بانی بیگم
 کی بہت عزت و آبرو کرتا تھا۔ شہزادہ مراد فرزند اکبر اس کا داماد تھا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کے
 عقیدہ مندوں میں سے تھا۔ عہد جہانگیری میں وفات پائی۔ دہلی میں حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ
 کے پاس آپ کا مقبرہ ہے۔ جو سنگ مرمر اور سنگ مرخ کا بنا ہوا ہے سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک
 تھے۔ اس سلسلہ کو فروغ دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے بہت زیادہ وابستگی تھی حضرت مجدد کے
 مکتوبات شریف میں آپ کے نام بھی مکتوب ہیں۔

سلطانہ سلیمہ بیگم اور گل رخ بیگم بھی آپ کے عقیدت مندوں میں شامل تھیں۔ بیان کرتے ہیں کہ گل رخ بیگم نے آپ کے لئے ایک چوغہ سیا اور ہر سلائی پر لالہ کا ورد کرتی تھی۔ اکبر بادشاہ نے آپ سے درخواست کی کہ اس کی بھلائی کے لئے دعا فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ اکبر کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر تخت نشین ہوا۔ جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد آپ کشمیر چلے گئے۔ ابھی آپ لاہور ہی میں تھے کہ خسرو پسر جہانگیر نے باپ کے خلاف بغاوت کر دی۔ اور فتح مندی کی دعا کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعا کی استدعا کی۔ جو آپ نے منظور فرمائی۔

۱۵۰۷ء (۹۷۷ھ) میں آپ کشمیر پہنچے اور وہاں سے اپنے مریدوں کو طریقہ خواجگان کی اشاعت کے لئے کابل روانہ کیا۔ آپ نے اپنے ایک مرید داؤد کاشمیری اور دوسرے مرید ملا عبدالحسن کو تبت بھیجا۔ بخارا و خوش کابل اور کشمیر میں اصلاحی تحریکات کے باعث آپ کو مقامی حکام سے اکثر مقابلہ کرنا پڑا۔ اور یہی مقابلہ آپ کے انتقالات کا سبب بنتا رہا۔ آخر کار لاہور میں ہمیشہ کے لئے قیام فرمایا آپ نے خطہ کشمیر میں ۱۶۰۷ء میں ایک خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی۔ خانقاہ کا نام ”خانقاہ فیض پناہ نقشبندیہ“ ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے محلہ سکندر پورہ کا نام بازار خواجگان پڑا۔ اور رفتہ رفتہ خواجہ بازار کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بیان کرتے ہیں کہ اس خانقاہ اور مسجد کی تعمیر پر ۴۵ ہزار روپیہ لاگت آئی تھی۔

قطبہ تاریخ

گفت تاریخ سال آں ذہنی

”خانقاہ عجب لطیف آمد“

آپ ۷۰ جمادی الثانی ۱۰۱۷ھ یکم اکتوبر ۱۶۰۸ء کو آگرہ تشریف لے آئے تاکہ اپنے

۲۔ مغل شہزادیں بھی آپ کی مرید تھیں۔ صاحب حلیۃ الامرار فی انجار الابرار لکھتے ہیں ”بادشاہان دہلی و کمال اعتقاد بود و بیگمات محل ہراڑے پر وہ نے کردند“ گل رخ بیگم باہر بادشاہ کی لڑکی اور سلیمہ بیگم نو اسی تھیں۔ باہر بادشاہ نے گل رخ بیگم کی شادی خواجہ زادہ نور الدین محمد سے کر دی تھی۔ یہ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند کے اخلاف میں سے تھے۔

چھوٹے بھائی کی مدد کر سکیں۔ انہیں اپنے منصب کے سلسلے میں کچھ شکایات درپیش تھیں لیکن عبداللہ خان کی دشمنی کے باعث انہیں سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دشمنی کی وجوہات کا صحیح علم تو نہیں ہو سکا۔ لیکن جو شکایات عبداللہ خان نے کیں ان کی بہت اہمیت ہے۔ کیونکہ اس سے جہانگیر کے مذہبی رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔ عبداللہ خان نے جہانگیر کو یوں لکھا کہ خواجہ (حضرت خاوند محمود) مجھے اپنا مرید بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ میں آپ کا مرید ہوں۔ جہانگیر نے بہت برا منایا۔ خان اعظم اور خواجہ جہان جیسے مقتدر امرا بھی جہانگیر کے سامنے خواجہ خاوند محمود کے حق میں کوئی بات نہ کر سکے۔ اس کے برعکس خواجہ ابوالحسن وزیر کو خواجہ خاوند کی سچائی کا مکمل علم تھا۔ اس نے آپ کی مدد کا وعدہ کیا جب جہانگیر نے سوال کیا۔ ”کیا خاوند محمود ان لوگوں کو اپنا مرید بنانا چاہتے ہیں جو پہلے ہی میرے مرید ہیں؟“ تب خواجہ ابوالحسن وزیر نے جواب دیا۔ ”فقیہ بھی اعلیٰ حضرت کا مرید ہے۔“ مرید دو قسم کے ہوتے ہیں۔ مرید طریقی اور مرید شرعی، پہلی نوعیت کے مرید آج کل کمیاب ہیں۔ مرید شرعی سے مراد خدا نے تعالیٰ کے احکام کی پیروی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے۔

اَطِيعُوا لِلّٰہَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاَوَالِیَ اَمْرِ مِنْكُمْ۔ اس لحاظ سے میں آپ کا مرید ہوں۔“ مرید خواجہ ابوالحسن نے کہا۔ جب عبداللہ خان نے شکایت کی تھی۔ اس وقت خواجہ خاوند محمود عبداللہ خان کے پاس نہ تھے اور نہ ہی ان کی کوئی ملاقات ہوئی۔ اس طرح خواجہ ابوالحسن نے جہانگیر کے روبرو آپ کا دفاع کیا اور آپ کو حق پر ثابت کیا۔ آخر کار جہانگیر مطمئن ہو گیا۔ اور آپ کو باعزت چلے جانے کی اجازت دے دی۔

۱۰ دیکھیں صفحہ ۲۳

۱۱ آپ عہد اکبری کے ایک نامور امیر تھے۔ ۵ ہزاری منصب رکھتے تھے۔ بیرم خاں کو جو اکبر عظیم الشان کا لہجہ تھا، ان کے جملے تھے۔ ”عہد جہانگیری میں دیوان تقرر ہوئے۔ اسی نماں خواجہ دوست محمد خاں کا بل تھا۔ عہد جہانگیری میں خواجہ جہان کے خطاب سے معروف ہوئے۔ حضرت امام ربانی کے متوسلین سے تھے۔ ۵۰۰۰ میں ضعف دل کے دورے پڑنے کی وجہ سے وفات پائی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور اس کو فروغ دیا۔“

شہنشاہ جہانگیر کی معیت میں

سفر کشمیر

چند سال کے بعد جب جہانگیر کشمیر گیا تو اس نے بارہ مولا میں آپ کے متعلق استفسار کیا۔ آپ کے کاموں میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ اور آپ کی ہمراہی کو ہمیشہ باعث فخر سمجھا کرتا تھا۔ پھر فرط عقیدت کے باعث آپ کو اپنے ہمراہ ہندوستان چلنے کی درخواست کی۔ جو آپ نے قبول فرمائی اور مدرسہ و خانقاہ کا اہتمام اپنے فرزندوں کے سپرد کر کے جہانگیر کے ساتھ ہندوستان آگئے۔ دہلی آکر وہ لاہور میں کافی عرصہ قیام رہا۔ عوام و خواص نے آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے حصہ دافر حاصل کیا۔ اس دوران میں آپ کو دو تین مرتبہ کشمیر جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ آپ کشمیر شریف لے گئے ہوئے تھے۔ جہانگیر بھی وہیں تھا کہ وہ بمقام بہرام گلمہ ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۷ء) میں انتقال کر گیا۔ چنانچہ آپ اس کی لاش کے ہمراہ لاہور آ گئے۔ چند روز لاہور قیام فرمایا۔ پھر دہلی چلے گئے۔ عہد شاہ جہان میں آپ ایک مرتبہ کشمیر آئے ہوئے تھے کہ اتفاقاً یہاں شیعہ سنی فساد ہو گیا۔

منظرفراں حاکم کشمیر نے قاضی ابوالقاسم اور قاضی محمد عارف کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا تحقیق حال پر شیعوں کی زیادتی ثابت ہوئی۔ مگر دونوں اصحاب نے اہل تشیع کی منہا میں

لے آپ حضرت مولانا جمال الدین سیالکوٹی کے فرزند تھے اور حضرت قاضی محمد صالح بن حضرت قاضی موسیٰ شہید کے داماد تھے۔ شاہ جہان کے عہد حکومت میں کشمیر کے قاضی مقرر ہوئے۔ تاریخ کشمیر صفحہ ۲۹۳ میں رقم ہے۔ قاضی ابوالقاسم خلف ارشد و شاگرد مولانا جمال الدین سیالکوٹی و داماد نیک بہاد قاضی محمد صالح بن قاضی موسیٰ شہید بود از پیش عم خود مولانا جمال الدین سیالکوٹی ہم اخذ تعلیم صوری و معنوی نمودہ بود از علما دیگر ہم استفادہ کردہ کہ یہ باغ قاضی مشہور است چوں حلت کرد در مقبرہ پیدہ بزرگوار خود کہ در بلہ کوہ واقع است بخواب آخرت آسود ۴

۵۔ آپ حضرت قاضی ابوالقاسم کے صاحبزادے اور حضرت مولانا جمال الدین سیالکوٹی کے پوتے تھے (باقی حاشیہ ص ۲۷ پر)

توقف کیا۔ اس پر اہل سنت نے احتجاج کیا۔ حضرت خواجہؒ نے ناظم کشمیر کو سخت الفاظ میں خط لکھ کر سرزنش کی اور اظہارِ ناراضی فرمایا اور انہیں اس تغافل شعاری کے نتائج و عواقب سے آگاہ کیا۔ ناظم کشمیر نے حضرت خواجہؒ کی اس تنبیہ پر مجرموں کو سزا دی اور تمام حالات و واقعات سے شاہجہان کو مطلع کیا۔ اس پر بادشاہ نے آپ کو لکھا کہ آپ ہندوستان تشریف

(بقیہ حاشیہ ص ۲۲) بادشاہ شاہ جہان کے سفیر مقرر ہوئے اور ایران تشریف لے گئے۔ بادشاہ کے مقرب ہوئے علوم و فنون اور شعر و سخن کے فن میں فرد کی تھے حضرت شیخ محمد معصوم سرمندیؒ نے آپ کے نام ایک خط لکھا جو مکتوبات شریف جلد سوم میں موجود ہے۔ دونوں باپ بیٹا میرہ الزام عائد ہوتا ہے کہ آپ نے اہل تشیع کو سزا دینے میں کوتاہی کی۔ یہ الزام آپ پر عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ صوبہ دار کشمیر اس تساہل کا ترک ہے کیونکہ حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں تھی۔ قاضی اور جج کا کام نہیں تھا۔ عدالت کے فیصلہ کو نافذ کرنا صوبہ دار یا ان کے ماتحت افسروں کا کام تھا لہذا اس امر میں باپ بیٹا دونوں بری الذمہ ہیں۔ انتظامیہ اس کوتاہی کی ذمہ دار ہے۔

۵ شاہجہان نے ۶۳۳ھ بمطابق ۱۶۴۵ھ میں خواجہ ابوالحسن کو ناظم صوبہ کشمیر مقرر کیا۔ خواجہ ابوالحسن ضعیف العمر آدمی تھے۔ اس نے اپنے بیٹے ظفر خان حسن کو قائم مقام صوبہ دار بنا کر کشمیر روانہ کیا۔ ایک سال بعد خواجہ ابوالحسن کا انتقال ہو گیا۔ تو بادشاہ نے ظفر خان کو مستقل طور پر صوبہ دار بنادیا۔ اس کا اصلی نام حسن اللہ تھا۔ بے مثال شجاعت غیر معمولی کامیابیوں اور ظفر یا بیوں کے باعث اسے ظفر خان کا خطاب ملا۔ اسی خطاب سے بعد میں مشہور ہوا۔ خوش خلق اور نیک اطوار عادل اور خوش باش تھا۔ شعر گوئی میں بھی اسے خاص مہارت تھی۔ تخلص حسن تھا۔ خطہ کشمیر کی تعریف میں اس نے بہت سی شہنوائیں لکھی ہیں۔ نظامت کشمیر سے پہلے ظفر خان حکومت کابل پر ممتاز تھا۔ جہاں اس کی رنگینی طبع کا شہرہ سن کر مشہور ایرانی شاعر مرزا محمد علی صاحب نے ملک الشعراء کا رتبہ رکھنا تھا۔ نے شرف ملاقات حاصل کی۔ ہنرمندی اور قابلیت کے صلہ میں ظفر خان نے اسے ایک ہزار شرفی عطا کی۔ ۶۳۵ھ بمطابق ۱۶۴۷ھ میں ایک سخت حادثہ درپیش آیا موسم بہار میں توت (شہنوت) کھانے پر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ شیعوں نے صحابہ کبارؓ کو برا بھلا کہنا شروع کیا جس سے سنیوں کے سینوں میں آتشِ غیرت بھڑک اٹھی اور انہوں نے شیعوں پر لوٹ مار کا ہنگامہ برپا کر دیا اور ان کی سخت بے حرمتی کی۔ لیکن ظفر خان درمیان آگیا اور اس نے اس آتش کینہ کو فرو کر دیا۔ سنی زیر قیادت حضرت خواجہؒ تھے۔ ظفر خان نے مصلحت وقت و حالات پر نظر آپ کو بادشاہ شاہ جہان کے پاس بھجوا دیا۔ ظفر خان کی جگہ ۶۳۵ھ بمطابق ۱۶۴۷ھ میں شاہ جہان کا چھوٹا بیٹا مراد بخش صوبہ دار ہو کر کشمیر آیا۔

لے آئیں اور لاہور میں قیام پذیر ہو جائیں چنانچہ آپ مصلحت وقت کے پیش نظر ۶۳۲ھ
 (۱۰۴۳ھ) میں مدرسہ و خانقاہ فیض پناہ (سرینی گھر) اور سنگر کی خدمت کو اپنے فرزند ارجمند
 معین الدین کی نگرانی میں لے کر ہمیشہ کے لئے لاہور تشریف لے آئے شاہجہان نے ایک لا
 اشرافی بطور نذرانہ حضرت خواجہ کی خدمت میں ارسال کی جسے آپ نے واپس کر دیا شاہجہان
 نے دوبارہ آصف جاہ کو نذرانہ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا اور اظہارِ اخلاص و عقیدت
 ظاہر کیا۔ آپ نے قبول فرما کر کچھ روپیہ یہاں کے مدرسوں اور خانقاہوں کے لئے رکھ لیا کچھ
 کشمیر کی خانقاہ و مدرسہ کے لئے بھیج دیا اور باقی ماندہ رقم حاجت مندوں میں تقسیم کر دی۔ مدرسہ
 و خانقاہ کے ساتھ آپ نے اپنا موجودہ روضہ اور اس کے ساتھ باغیچہ بھی بنوایا تھا تعمیر کی
 نگرانی نواب سعد اللہ خاں اور نواب وزیر خاں نے کی تھی جو آپ کے ساتھ والہانہ عقیدت و ارادت

لے نواب آصف جاہ ابو الحسن طرانی بن غیاث بیگ خاں نور جہاں بیگم زوجہ شہنشاہ جہانگیر کا حقیقی
 بھائی تھا۔ شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں اپنے تدبیر و حسن لیاقت کے باعث رتبہ وزارت تک پہنچا تھا۔ شہنشاہ
 جہان نے اسی کی کوششوں سے سلطنت حاصل کی تھی ۱۷ شعبان ۱۰۵۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مقبرہ
 لاہور میں شہنشاہ جہانگیر کے مقبرے کے پاس شاہدرہ میں واقع ہے۔ آصف جاہ بہت دولت مند انسان
 تھا۔ اس کی دولت کا اندازہ اس کے متروکات سے ہوتا ہے۔ محمد صالح کبکبہ شاہ جہان نامہ جلد دوم صفحہ
 ۲۸۹ میں لکھتا ہے۔ ”آصف جاہ نے جائیداد غیر منقولہ کے علاوہ ڈھائی کروڑ روپیہ مالیت کی نقدی اور
 دوسرا لاکھ کا سامان چھوڑا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ جو اہرات مالیتی ۳۰ لاکھ روپیہ، اشرافیاں
 مالیتی ۴۲ لاکھ روپیہ، نقد ایک کروڑ چھیس روپیہ، سونے چاندی کے برتن مالیتی ۳۰ لاکھ روپیہ
 دیگر اثاثہ البیت مالیتی ۲۳ لاکھ روپیہ اور اس کا نام فہرست امرائے عظام میں پہلے نمبر پر درج تھا۔
 لے اصل وطن چنیوٹ تھا۔ علامہ کمال کشمیری المتوفی ۱۰۱۷ھ کے نامور شاگرد اور حضرت شیخ احمد
 مجدد الف ثانی سرہندگی کے ہم سبق تھے۔ اپنے عہد کے عالم و فاضل لائق و فائق اور مدبر و موثر سیار
 سیاستدان تھے۔ پہلے مولوی خان صدرا الصدور کی ملازمت میں تھے پھر اپنے ذاتی فضل و کمال
 کے باعث رتبہ وزارت کو پہنچے۔ تعمیرات کا شوق تھا چنانچہ لاہور میں ایک عالی شان حویلی تعمیر کی
 جو بعد میں ان کے بیٹے نواب میاں خاں کے نام سے حویلی میاں خاں شہور ہوئی اس عریض و وسیع حویلی
 میں شہر لاہور کا اب ایک محلہ آباد ہے۔ ان کی دوسری یادگار چنیوٹ کی جامع مسجد ہے جو رنگ سیاہ
 سے تعمیر کرائی گئی تھی۔ ۱۰۶۶ھ میں وفات پائی۔

۳۔ نام حکیم علیم الدین یا علم الدین انصاری تھا۔ آپ چنیوٹ کے رہنے والے تھے (باقی حاشیہ ص ۲۹ پر)

رکھتے تھے جب شاہ جہان کی لاہور سے دہلی واپسی ہوئی۔ تو حضرت ایشاں کو بھی ہمراہ لے گئے وہاں بادشاہ بگیم یعنی ملکہ زمانی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی۔ اکثر علمائے دہلی بوسیہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم ظاہری و باطنی سے فیضیاب ہوئے۔ دریاں ایام نواب وزیر خاں کو بہت شہرت حاصل تھی یہ سب حضرت ایشاں کی خاص توجہ و فیضان کا اثر تھا جسکی دعا و برکت سے آپ کو جلیل القدر تہ نصیب ہوا۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۸) پیشہ طبابت تھا تنگی معاش کے باعث وطن سے نکلے دہلی پہنچے فہرست نے یاور کی اور دربار شاہ جہان تک رسائی پائی۔ پہلے طبیب مقرر ہوئے پھر اپنے ذاتی فضل و کمال کے باعث عہدہ وزارت پر فائز ہوئے۔ لاسور کے صوبہ دار بھی رہے۔ شاہ جہان کو سلطنت دلوانے میں ان کا بڑا اثر و رسوخ تھا تعمیرات کا بھی شوق تھا چنانچہ لاہور میں جامع مسجد وزیر خاں آپ کی غیر فانی یادگار ہے جو اندرون شہر دہلی دروازہ میں واقع ہے مسجد کی پیشانی پر سب سے اوپر فارسی رسم الخط میں افضل الذکر لادالہ الاکمال اللہ محمد الرسول اللہ جلی قلم لکھا ہے۔ ایک کتابہ پر یہ عبارت منقش ہے۔ ”در عہد ابوالمظفر صاحب قرآن ثانی شاہ جہان بادشاہ غازی اتمام یافت“ اور دوسرے کتاب پر لکھا ہے۔ ”بانی بیت اللہ ثانی فدوی باخلاص مرید خاص الخاص قدیم الخدمت وزیر خاں“ اس مسجد کی بنیاد ۱۰۲۳ھ میں رکھی گئی۔ آپ کو رفاہ عامہ کے کاموں میں دلچسپی تھی۔ لاہور میں مسجد وزیر خاں کے علاوہ حمام، بازار محلات مساجد باغات بارہ دری اور کمانیں اپنی یادگاریں چھوڑیں جن میں بعض اب بھی موجود ہیں۔ آپ کا ایک مدرسہ بھی تھا جو مدرسہ وزیر خاں کے نام سے مشہور تھا اس مدرسہ کے مشہور و معروف دو استادوں کا ذکر تاریخوں میں ملتا ہے۔ ان میں ایک تو ملا محمد صدیق تھے اور دوسرے مولانا غلام محمد عرف استاد گاموتھے۔ مسجد و مدرسہ وزیر خاں کے علاوہ بارہ دری باغ نواب وزیر خاں بھی تھا۔ اس میں گجور کے درخت بکثرت تھے جو خلیہ وزیر خاں یا خلستان وزیر خاں کے نام سے مشہور تھا۔ یہ بادہ دری باغ بہت حسین و جمیل تھا۔ سکھوں کے زمانہ میں یہاں سکھ سپاہ کی رہائش گاہ تھی جب انگریز کی عملداری چھوٹی تو یہاں گورے سپاہی آباد ہو گئے پھر میاں میہر چھاؤنی میں منتقل ہو جانے کے بعد حکمہ بندوبست والوں نے اس پر قبضہ کیا۔ ان کے بعد تارکھ کا محکمہ داخل ہوا اور اپنا دفتر بنالیا۔ کچھ عرصہ عجائب گھر کا سامان بھی یہاں پڑا رہا۔ اب یہاں پنجاب پبلک لائبریری ہے۔ یہ کتب خانہ ۱۸۸۳ء میں سر چارلس ایچینس لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خواہش کے مطابق قائم ہوا اور ۱۲ دسمبر ۱۸۸۵ء کو لیفٹیننٹ گورنر موصوف نے دوبار عام منعقد کیا اور کتب خانہ کی رسمیں متعارف ادا کی اور نایاب کتب کا ذخیرہ اہالیان لاہور نے حاصل کیا۔ یہ لائبریری کئی لاکھوں مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب پر مشتمل ہے اور نایاب علمی خزانہ ہے۔

درس و تدریس

جب تک آپ کی اقامت خطہ کشمیر میں رہی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ حقیقت مندوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے گرد رہتی اور ارشادات گرامی سے فیضیاب ہوتی۔ ان میں ابوالفقر بابا نصیب الدین غازی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ نور محمد کلوکلا شہسورگی قابل ذکر بزرگ ہیں جنہوں نے آپ کی اور اخوند ملا محمد شاہ بدخشی کی باثر صحبت کا فائدہ اٹھایا اور خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر تصوف سلوک روحانی معارف و مقامات کی کامل شناخت کا خاص تعلق پیدا کیا۔

۱۔ آپ خطہ کشمیر کے مشائخ کبار سے اور بابا داؤد خاں کشمیری کے خلفائے شے میں مولانا شیخ نصیر الدین مگر بابا نصیر الدین غازی بیجباری کے اقباب سے خاص و عام میں شہور ہوئے۔ ۹۷۴ھ جب سلطان علی شاہ چاک کشمیر پر حکمران تھا پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام شیخ حسن تھا۔ قصبہ بیجبارہ جو نواح کشمیر واقع ہے وہاں کے رہنے والے تھے عہد خورد سالی ہی میں صحبت مشائخ میں رہا کرتے تھے اخوند ملا پیرضا اعلیٰ سے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کی۔ فقہ تفسیر حدیث ادب دینیاب اور مذہبی علوم کے فضائل اخوند ملا جمال الدین کشمیری جو کہ اخوند ملا کمال الدین کشمیری سیاکوٹی کے برادر تھے سے حاصل کئے اور انہی سے سند حدیث پائی۔ بعد ازاں حضرت بابا داؤد خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استفادہ و مستفیض ہو کر خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے تمام عمر تارک الدنیا رہے بلکہ موسم ربیعی و خریفی کے پھولوں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ حتیٰ کہ نہ ٹھنڈا پانی پیتے نہ گوشت کھاتے۔ سوئے ناز چوہی کے اور کچھ نہ کھاتے۔ علماء و صلحاء مشائخ کی خدمت میں حاضر رہتے اور ان کی خدمت و تعظیم و تکریم کو اپنے لئے باعث فخر جانتے ہمیشہ خدمت فقراء و مساکین و مسافرن میں مکر بند رہتے اور طعام و نقد و جنس مطلوبہ سے غلط و مدارت کرتے شہر و دیہات میں دورہ کر کے مساجد خانقاہ اور بڑے بڑے احاطے کے ساتھ اسلامی مرکز قائم کئے۔ قج رسوبات و بدعات کے ازالے میں بلا خوف و ہراس تھا۔ تقریباً ایک دو لاکھ نفوس کو اپنی ارادت مندی کے سلسلہ میں منسک کیا۔ ۱۰۴۳ھ محرم الحرام ۱۰۴۷ھ میں وفات پائی۔ مزار قصبہ بیجبارہ میں ہے۔

۲۔ خواجہ نور محمد کلوکلا شہسورگی رئیس کشمیر تھے پیشہ تجارت تھا۔ سارے کشمیر میں ملک التجار کہلاتے تھے۔ عہد خورد سالی ہی سے صحبت مشائخ میں رہا کرتے تھے اور ان کے ارشادات گرامی سے فیض یاب ہوئے ۱۰۴۳ھ بعد شہاب الدین ابوالمنظر شاہ جہاں حب (ماقی ص ۳۱) برکھ

بیان کرتے ہیں کہ محلہ دری بل سری نگر (کشمیر) میں ایک معزز و متمول کشمیری پنڈت خاندان رہتا تھا جو جو دو سخاوت میں بے نظیر و بے عدیل تھا۔ اس خاندان کے جدِ اعلیٰ خواجہ ادرہ پنڈت اور خواجہ خورم پنڈت تھے جنہوں نے حضرت ایشاں سے روحانی تعلیمات کا سرمایہ حاصل کیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین خواجہ خاوند معین الدین نقشبندی کی صوفیانہ مجالس میں شریک ہو کر علمی و روحانی فیوض و برکات سے فیض یاب ہوئے۔ اس خاندان کے افراد آج بھی اپنے نام کے آغاز یا آخر میں لفظ ”پنڈت“ لکھتے ہیں خواجہ عطاء پنڈت قابل ذکر بزرگ ہیں۔ آپ بابا داؤد خاں کشمیری کے خلفاء سے تھے۔

(بقیہ حاشیہ ۲) حضرت ایشاں کشمیر لائے تو ان کی خدمت میں پہنچ کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خدمتِ مرشد میں حاضر ہو کر مقاماتِ بلند اور مدارجِ ارجمند سے سرفراز ہوئے۔ ۱۰۲۵ھ بعد نور الدین جہانگیر بادشاہ جب احمدیگ خانِ حاکم کشمیر تھا۔ آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام خواجہ ابوالفتح رکھا۔ آپ نے اخوند ملا حیدر چرخ کی مدرسہ عالیہ میں تعلیم حاصل کی۔ یقیناً بعد نور الدین جہانگیر بادشاہ درس و تدریس شروع علم اور رشد و ہدایت کا ایک اہم مرکز تھا۔ جب علمی حدیث و تفسیر و فقہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ تو حضرت ایشاں ادران کے فرزند ارجمند خواجہ معین الدین بادی نقشبندی کی صحبت اختیار کی۔ اور فاضل نقشبندی کی تربیت میں اہم خدمات سر انجام دیں۔ اہل تشیع کے عقائد کے رد میں آپ کی تصانیف ”سیف السابین“ ہے جو مقبول آفاق ہوئی۔

۱۱۰۰ھ میں وفات پائی۔ مرقہ سلطان زین العابدین میں دفن کئے گئے۔
 لے آپ کشمیر کے مشائخِ عظام و اولیائے ذوالکرام سے ہیں۔ ۹۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ عمر خورد سالی ہی میں آپ کو حصولِ علم کا شوق دامن گیر تھا۔ ملا علاؤ الدین پورہ خاں قاضی محلّی کے پاس ایک مدرسہ جاری تھا اور اس کے مدرس کا نام سید شاہ اسماعیل ہمدانی تھا۔ ان سے ابتدائی تعلیم پائی۔ قرآن مجید اخوند ملا بصیر جو اپنی مسجد محلہ خندہ جون لاکھ میں سکونت رکھتے تھے۔ سے حفظ کیا۔ ملا بصیر کے ہم عصر مولانا میرضی الدین جو کہ محلہ قطب الدین پورہ تمام نگر ہٹہ متصل صرف کدل پر کن رہ دیا دارالعلوم کے صدر مدرس اور متولی کے علم و ادب اور عمل کی تعلیم حاصل کی۔ ”خوارق السالکین“ کے مصنف لکھتے ہیں کہ علمِ لاعادیت کی دلیل حضرت شیخ صرّنیؒ سے حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد راہِ سلوک میں قدم رکھا اور حضرت شیخ خدّمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں منازلِ سلوک طے کر کے خرقہ خلافت سے فیض یاب ہوئے۔ تارک الدنیا ہو کر خدمتِ مرشد میں شب و روز حاضر رہنے لگے۔ بہت مرشدیں استغراق اس کمال کو پہنچی کہ مزہ فانی (شیخ پر فائز ہوئے) (باقی ص ۳۲ دیکھئے)

خواجہ اوزیر پندت خانقاہ فیض پناہ نقشبندیہ کے قرب میں رہتے تھے۔ اُن کو حضرت ایشاں سے بہت عقیدت تھی۔ خواجہ معین الدین نقشبندی اپنی تصنیف "مرات طیبہ" میں جو آپ نے اپنے والد گرامی کے مناقب و مقامات، تصرفات اور حالات زندگی پر لکھی تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات خواجہ اوزیر پندت نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس مقام پر جس پر خانقاہ فیض پناہ کی بنیاد رکھی گئی۔ فرمایا کہ اس زمین کو خوب پاک اور صاف کر دو چند دنوں کے بعد حضرت ایشاں سری نگر کشمیر میں تشریف لائے اور اس جگہ کا انتخاب کیا جس کا نشان حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں خواجہ اوزیر پندت کو فرمایا تھا اس واقعہ سے خواجہ اوزیر پندت بہت متاثر ہوئے اور بڑے اعتقاد اور خلوص نیت سے آپ کے مرید ہو گئے۔ علینیت اوزیر فیض میں آپ کا مقام بہت بلند تھا اور یہ جذبہ آپ کو ہورنٹھی حاصل تھا۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تو لاہور میں بھی آپ کا سلسلہ دریں تدریس بدستور قائم رہا۔ ہر جمعہ کے روز آپ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اس روز لاہور کے علماء و فضلا، و صلی شریک وعظ ہو کر آپ کے ارشادات گرامی سے مستفیض ہوتے تھے۔ لاہور میں ۹ سال تک آپ کا فیضان جاری رہا۔ ایک خلق کشینے آپ سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ نے ۱۲ ماہ شعبان

(بقیتہ حاشیہ ص ۳) اس کمال استغراق و فانی تصنیف تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا چنانچہ کتاب "ورد المریدین" اور اس کی شرح "دستور الیکین" تحریر کی مزید برآں تصنیف جلالیہ سالہ عالیہ آپ کی تصانیف سے ہیں مرشد کو بھی آپ کی حالت پر بڑی نظر لطف و کرم رہتی تھی چنانچہ حضرت مخدومؒ نے خرقة خلافت کے علاوہ حضرت محبوب عالم کشمیریؒ حضرت سید احمد رمانیؒ مولانا شیخ محمد مخدوم قادریؒ اور سید سید اسماعیل قادری شامیؒ جیسے بزرگوں سے بھی اخذ فیض کیا پھر کشمیر سے ملتان تشریف لائے اور حضرات سہروردیہ کی زیارت سے مستفیض و مستفید ہوئے اور بے اندازہ فیوض و برکات حاصل کیں۔ دریں اثناء قاضی موسیٰ کشمیریؒ نے سلاطین چک کے ہاتھوں جو مذہبناشیعہ تھے شہادت پائی۔ اس واقعہ سے سخت برہم ہوئے حضرت بابا فتح اللہ رحمانیؒ فرزند بابا عمر جو باپ کے قائم مقام ہوئے ان سے اکبر بادشاہ کو بہت عقیدت تھی کشمیر کے علماء و صلی و رؤسا کی ایک جماعت جن میں شیخ یعقوب صرانیؒ مولانا کمال الدین سیالکوٹیؒ خواجہ محمد اسحقؒ اور بابا نصیب الدین شامل تھے۔ بانہال کے راستہ حضرت بابا عمرؒ کے پاس پہنچا اور ان کی وساطت سے یہ کشمیر کا وفد دہلی پہنچا اور تمام حالات و واقعات اکبر بادشاہ کو سنائے۔ اکبر نے ہر وقت جرنیل مرزا قاسم خان کی قیادت میں فوج دیگر کشمیر کو فتح کرنے کیلئے روانہ کیا چنانچہ ہی سال کشمیر فتح ہو کر سلطنت ہندوستان کے ساتھ ملحق ہو گیا۔ آپ نے ۹۹۴ھ میں وفات پائی مرزا کشمیریؒ نے اپنے امام اعظم ثانی کے لقب سے شہرت پائی

۱۰۵۲ھ ۲۴ نومبر ۱۶۴۲ء) پر عہد شاہ جہان وفات پائی۔ اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں دفن ہوئے۔ آپ نے اکبر اچھا نگیار اور شاہ جہان تین مغل تاجداروں کا عہد دیکھا۔ اور بڑی طویل عمر پائی۔ اس وقت شاہ جہاں لاہور میں تھا۔ میراں سید جلال الدین صدر الصدور کو اپنی حکومت سے تجہیز و تکفین میں شامل ہونے کے لئے بھیجا۔

۱۔ نورنامہ پنجابی نظم یہ قلمی نسخہ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں موجود ہے۔ اس کے پہلے تین صفحوں پر پاداشت عرس ہمارے بزرگان لاہور مرقوم ہے۔ اس سے آگے درگاہ ہمارے بزرگان شاہ جہان آباد کی فہرست اور عربی دعائیں مندرج ہیں۔ کاتب کا نام قدرت اللہ بن عبد اللہ مہر کن لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب کی تاریخ تحریر ۱۲ جمادی الاول ۱۰۵۲ھ مطابق یکم اگست ۱۶۴۲ء بروز اتوار اور بوقت ظہر (زہری الاصل) لکھی گئی۔ سید حاکمان لاہور کے عہد کی تحریر ہے۔ جن کی شان و شوکت سے بیگم پورہ لاہور آباد تھا۔ اس کتاب میں تحریر ہے کہ حضرت ایشاں کا عرس اور میلہ ۱۱ ماہ شعبان کو ہوتا تھا۔ کاتب نورنامہ نے خود شرکت کی۔ آج کل حضرت ایشاں کا سالانہ عرس ۱۶ ماہ شعبان کو ہوتا ہے عرس کے موقعہ پنجابلس ذکر ہوتی ہیں جن میں آپ کے عقیدت مند جوش و جذبہ اور سرتستی کے عالم میں شریک ہوتے ہیں کبھی عہد میں یہ درگاہ عرصہ دراز تک گنتی میں رہی۔ اس عہد کے بعد سب سے پہلے آپ کے سالانہ عرس کی رسم حضرت سید میر جان کابلی جو اس درگاہ کے متولی تھے۔ ۱۲ شعبان کو ادا کی۔ آج تک یہی دستور چلا آ رہا ہے۔

۲۔ صدر الصدور کا عہد سلطنت مغلیہ کا ایک اعلیٰ عہدہ بیان کیا جاتا ہے جس سے سچوں کے امانوں اور سجادہ نشینوں کو جاگیریں اور عطیات ان کے سفارشات سے حاصل ہوتی تھیں۔ آپ صاحب علم و فضل زاہد و عابد اور سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے متعدد مراض میں مبتلا رہ کر ۲۳ ربیع الثانی ۱۰۵۴ھ (۲۴ جون ۱۶۴۲ء) میں وفات پائی۔ مرحوم کے تین بیٹے تھے سید جعفر سید علی اور سید موسیٰ۔ باپ کی وفات کے بعد حکومت نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

وصال مبارک حضرت ایشاؓ علیہ رحمۃ اللہ

صاحب کتاب رضوانی لکھتے ہیں کہ جب آپ کی وفات کے دن قریب آئے تو آپ نے پندرہ دن پہلے عصر کی نماز کے بعد اپنے مرید نواب افتخار الدین خاں علی جاہ کو فرمایا کہ میں پندرہ دن کے بعد اس دار الفنا سے دار البقا کی طرف رحلت کر جاؤں گا جب وہاں دن پہنچا تو بروز شنبہ ۱۲ شعبان ۱۰۵۲ ھ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد چند بار مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا

ابنی غنچہ امید بکشا، گلے از روضہ جاوید بکشا

پھر عشا سے پہلے مسجد میں سر رکھا اور جان عزیز جاں آفریں کے پیر ذکر دی جب شام کے لئے جسم مبارک کو تختہ سندلین پر لٹایا تو اتفاق سے تہ بند کی گانچ ڈھیلی پٹلی اور قریب تھی کہ ٹھس جاتے غسال کو معلوم نہ تھا کہ نوحہ نے دونوں ہاتھ ملا کر تہ بند کے سر کو مضبوطی سے پکڑ لیا یہ حالت دیکھ کر تمام حاضرین ہل اٹھے کہ واقعی اللہ کے ولی نہیں مرتے وہ ہمیشہ زندہ ہیں۔

اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَمُوتُوْنَ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلَا كُنْ لَا تَشْعُرُوْنَ
ترجمہ تحقیق اللہ کے ولی نہیں مرتے بلکہ وہ ہمیشہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔
اس موقع پر شاہ جہاں لاہور میں موجود تھا۔ میراں سید جلال الدین سدر الصمد و حضرت خواجہ کی تجویز و تکفین کے لئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے لحد میں نعش کو لٹائے کے بعد جب روت مبارک سے لفظ زیارت کے لئے ہٹایا تو دیکھا کہ ہونٹ مبارک ہل رہے ہیں۔ گویا آپ کچھ پڑھ رہے ہیں۔

تاریخ وفات حضرت ایشال رحمۃ اللہ علیہ

قطعہ تاریخ وفات از مولانا مفتی غلام سرور لاہوری

۱۔ بحمد اللہ کہ در جنت مکان کرد
بسرور گفت رضوان ارتحاش
وئی بے ریا خاوند محمود
کہ قطب الاصفیا خاوند محمود
۱۰۵۲ھ

۴۔ چوں شد زیرین فسوس فسوس
وصالش منیع فیض است سرور
زدنیا آفتاب عشق محمود
دوبارہ آفتاب عشق محمود
۱۰۵۲ھ

قطعہ تاریخ وفات حضرت ایشال از کتاب ضوئی

۳۔ سر خواجگان خواجہ خاوند محمود
پے سال او ہاتف غیب گفت
زدنیا سفر کرد و جنت گزید
باب بزرگان بخت رسید
۱۰۵۲ھ

۱۔ آپ کے والد کا نام مولانا حکیم مفتی غلام محمد عارف باللہ قدس سرہ المتوفی ۱۲۶۲ھ جو حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانی کی اولاد امجاد سے تھے اور اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم طبعی عاذق اور صوفی با صفا تھے۔ آپ نے تمام عمر درس و تدریس طبابت اور ارشاد و ہدایت میں گزاری سلسلہ بہریدہ کے شیخ الوقت تھے مفتی غلام سرور اپنے آبائی محلہ کوٹلی مفتیاں میں ۱۲۴۴ھ ۸۴۷ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد بہر گوار سے حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا غلام اللہ فاضل لاہوری کے حلقہ درس میں شامل ہو کر علوم تفسیر حدیث فقہ ادب صرف و نحو معانی و منطق اصول فروع اور تاریخ و لغت کی تکمیل کی۔ تمام عمر تصنیف و تالیف میں گزاری تخریفات الاصفیا گنج تاریخ مدینۃ الاولیاء بہارستان تاریخ خزن پنجاب خزن حکمت لغات سروری جامع اللغات گلشن سروری دیوان سروری تحفہ سروری اخلاق سروری ایک مشہور معروف تصانیف میں جو بزرگوں کی مقدمات میں چسپکری خاصہ عام سے خارج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ۸۹۰ھ میں وفات پائی۔

۲۔ تاریخ حسن و ذراہ کثیر (اعظمی) میں آپ کا سن وفات ۱۰۵۰ھ مرقوم ہے جو قطعہ تاریخ وفات حضرت ایشال کتاب ضوئی کی رو سے درست نہیں۔

مزار حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ

یہ مزار سیکم پورہ میں زیارت گاہ خلق ہے، اسلامی عملداری تک تو آپ کا روضہ بستان و شوکت قائم رہا۔ تاریخ کبیر کشمیر کا مصنف لکھتا ہے کہ امرائے شاہ جہانی اس سے ایک

سے موضع بگیم پورہ نواب خواجہ عبدالرحیم عبدالصمد کی زوجہ بگیم جان نے آباد کیا تھا اس لئے بگیم پورہ کے نام سے مشہور ہوا۔ نواب موصوف محمد معظم بہادر شاہ عالم اول اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ۱۱۲۱ھ (۱۷۰۸ء) میں بخدا سے حضرت ایشاں کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے۔ علم و فضل کے ساتھ صاحب سیف بھی تھے کچھ عرصہ لاہور ٹھہر کر دہلی گئے۔ بادشاہ نے ازراہ قدر و انوار پنجاب کا سپہ سالار بنوایا۔ ۱۷۱۸ء میں فرخ شیر کے عہد میں بندہ بیراگی کو جس نے سکھوں کو اپنے ساتھ ملا کر پنجاب میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا ہوا تھا۔ گرفتار کر کے دہلی پہنچا دیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر دیر جنگ سیف الدولہ کا خطاب سے کر لاہور کا ناظم مقرر کر دیا۔ آپ بہترین جرنیل اور اعلیٰ درجے کے مدبر و سیاستدان تھے۔ سکھوں کی شورشیوں کو اپنے حسن تدبیر سے دبانے رک کر کچھ عرصہ ناظم کشمیر و ملتان بھی رہے۔ ۱۷۳۰ء میں ملتان میں وفات پائی۔ مگر دفن بگیم پورہ لاہور میں ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ عبید اللہ انوار نقشبندی المتوفی ۸۹۵ھ کی اولاد امجاد سے تھے حضرت ایشاں کی نانی صاحبہ نواب مذکور کے مورث اعلیٰ حضرت عبید اللہ انوار کی پوتی تھیں۔ اس لحاظ سے انہیں حضرت ایشاں سے نسبتی تعلق تھا اور مزار پر تشریف لائے اور انہی اقامت روضہ حضرت ایشاں کے قرب و جوار میں پسند کی۔ ماحذر (میرمنو کے دانا) اعتماد الدولہ محمد بن خاں کی بیاضی مجموعہ شیرانی ۱۲۹۷-۱۳۰۰ھ میں مثل پورہ اور اس کے ملحقہ تہل پورہ کی زمین پر بحالات خوبصورت باغات اور عالی شان مقبرے تعمیر کرائے۔ ایک خوشنما اور خوبصورت کاسی کا مسجد سے ان کو رولتی دی۔ یہ مسجد بستی بگیم پورہ میں اب تک موجود ہے۔ درمیانی محراب کی پیشانی پر وسط میں افضل الذکر لکھا اللہ اللہ محمد رسول اللہ شمال کی جانب عجلو با الصلوٰۃ قبل الموت اور جنوب کی سمت عجلو با التوبۃ قبل الموت لکھا ہے مسجد سبز اور کاسنی رنگ کے نقش و نگار سے مرصع تھی۔ مسجد کا ممبر سنگ مرمر کا تھا۔ اب سنگ مرمر کی جگہ سفید چونہ نے لی ہے۔ سکھوں کے وقت میں آبادی پر بر بڑے بڑے صدمے آئے جو شخص قابض ہوا وہ ان عمارتوں کو گر کر کر اینٹ اور پتھر لے جاتا۔ بسردار گوجر سنگھ نے یہاں کی عمارت کو گر کر قلعہ لوجر سنگھ آباد کیا اب مسجد کے سامنے باغ کے کچھ آثار نظر آتے ہیں ان کے علاوہ بگیم جان بہو بگیم شرف النساء بگیم اور ملکر زامانی و دیگر خلفاء (باقی صفحہ ۳۷)

نامور امیر کیر نواب سعد اللہ خاں نے مزار پر گنبد تعمیر کروایا۔ محمد شاہ سی خاندان نے اس کی مرمت کرائی۔

(بقیتہ حاشیہ ص ۳۶) حضرت ایشاؓ اور عقیدتمندوں کی چند قبور بعض مقامات پر جو بیویوں، بھائیوں، بھائیوں اور آسمانی کنواں کے گھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ بیگم جان اور شرف النساء، بیگم حضرت ایشاؓ کے ساتھ دالہانہ عقیدت و ارادت رکھتی تھیں۔ اکثر زیارت کے لئے مانقاہ جاتی اور قرآن شریف کی تلاوت کرتی۔ پھر واپس محلات میں آ جاتی۔ شرف النساء، بیگم قرآن شریف کی بہت عاشق تھی یہاں تک کہ مطالعہ کرنے کے لئے اس نے محل کے باغ میں اونچے چوڑے پر ایک الگ کمرہ بنوایا جس سے سیڑھی کے ذریعہ داخل ہو کر وہ پہر بھر تلاوت کرتیں جب تک زندہ رہیں قرآن کے ساتھ ہمیشہ شمشیر بکھرتی۔ جیسے اقتدار اور حق کے قیام کے لئے جہاد تصور کرتیں۔ مرتے وقت وصیت کی کہ میری قبر میرے تیار کردہ مقبرے میں ہو اور بالائے قبر قرآن شریف اور میری تلوار جنہوں نے زندگی بھر میرا ساتھ دیا ہے مرنے کے بعد میرے محافظ رہے۔ علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم فرماتے ہیں

وقتِ خصت با تو دارم ایں سخن تیغ و قرآن را جدا از من مکن
مومنان را تیغ با قرآن پس است تربت مارا ہیں ساں پس است

شرف النساء، بیگم کا مقبرہ ایک چھوٹے سے مینار کی صورت میں ہے جس پر سرد کے نقش ہیں۔ اسی وجہ سے یہ سرد والے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے جو گلابی باغ اور خانقاہ حضرت ایشاؓ کے درمیان واقع ہے۔ شرف النساء، بیگم نواب عبدالصمد خاں کی دوسری بیوی اور اس کے دوسرے فرزند نواب عبداللہ خاں کی والدہ تھی۔ مولوی نور احمد شی اپنی معروف کتاب ”تحقیقات حشریہ“ میں شرف النساء، بیگم کو بہن عنایت اللہ اور دختر نواب عبداللہ خاں بیان کرتے ہیں (صفحہ ۹۷، ۹۸) جو تاریخ کے لحاظ سے غیر صحیح ہے۔ مسجد نواب ذکر یا خاں کی مشرقی جانب چوڑوں پر چند قبور کے علاوہ دو قبریں ہیں جو بہو بیگم اور بیگم جان کی ہیں۔ بہو بیگم بن کاہم فخر النساء، بیگم بھی ہے نواب خاں بہادر ذکر یا خاں کی بیوی تھی اور بیگم جان آپ کی والدہ تھیں۔

لے بعض تذکرہ نویس اور تاریخ نویس میں درج ہے کہ آپ کا موجودہ فلک بوس گنبد نواب زکریا خاں نے بنوایا تھا اور ہیک وقت حضرت ماحصول لال حسینؒ کے مزار کے متصل ایک کاشی کار کتبہ والی مسجد بنوائی۔ یہ مسجد از سر نو تعمیر ہو چکی تھی۔ مگر اس کا کاشی کار کتبہ اب تک نمایاں ہے۔ رائے بہادر کنہیا لال اپنی کتاب ”تاریخ لاہور“ میں بیان کرتے ہیں کہ نواب زکریا خاں خان بہادر نے یہ مقبرہ بنوایا۔ اور بسبب اس کے وہ اس کی اولاد میں تھا اس لئے اس مکان کو زیادہ زینت دی اور مسجد موجودہ کی بنا قائم کی اور باغیچہ کو بڑھا دیا۔ اور محل مغل پورہ اس مزار کے چاروں طرف آباد کیا۔ یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ نواب یحییٰ خان اور نواب ذکر یا خاں نے محلات، باغات، مسجد اور مقبرے کا اس نمونہ کے ساتھ اضافہ کیا مگر گنبد کو تعمیر نہیں کروایا۔

اور عمارت و باغات کا اضافہ کیا۔ نواب یحییٰ خان حاجیات آپ کے روضے کی پوری طرح نگرانی کرتے رہے اور روضہ کے پاس آپ نے ایک عالی شان مسجد بنوائی۔ نیز ایک عمارت تسبیح خانہ بنا کر اسے بھی تعمیر کروائی جس میں فاتحہ خوانی اور ختم خواجگان ہوا کرتا تھا اور ہر آٹھویں دن فقرا اور خدام خانقاہ کو کھانا اور نقدی تقسیم کرتے مقررہ روز اہل لاہور کے علماء و صلحا جمع ہونے مجلس وعظ و ہدایت منعقد ہوتی اور حضرت ایشاں کی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرایا جاتا۔

مقبرہ حضرت ایشاں اسلامی ثقافت تہذیب تمدن اور ماضی کی تاریخ کا آئینہ دار ہے۔ فن تعمیر کے اعتبار سے بہت اہم اور اسلامی تعمیری خصوصیات کا حامل ہے۔ فن تعمیر میں شہر بغداد کی عمارتوں کے مشابہ اور اس کے علاوہ یہ مقبرہ مقبرہ ہمایوں دہلی اور روضہ تاج محل آگرہ کے بھی مشابہ ہے۔ اس کا فلک بوس گنبد پختہ چونہ گچ بہشت پہلو صورت کا بنا ہوا ہے۔ آٹھوں پہلوں میں آٹھ عالی شان بلند محرابیں ہیں۔ سقف قابوئی اور سقف پر عالی شان گنبد ہے جس کا شمار پاکستان کے بڑے گنبدوں میں ہوتا ہے اندر باہر چونہ گچ استرکار ہے اندر دنی حصہ نقش و نگار سے مزیں ہے۔ داخل ہونے کا دروازہ مغرب کی جانب ہے۔ یہ دروازہ محرابی بنا ہوا ہے۔ بعد ناظمین لاہور احمد بیگ نیرہ نواب خاں بہادر جو حضرت ایشاں سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ نے چوٹ، چوکی، طاق تختہ لگوا یا بعد ازاں حضرت سید میر جان کا بیٹے نے اس کی مرمت کرائی گنبد کے اوپر راستہ جانے کیلئے ایک نینہ موجود خانقاہ کے نیچے ایک تہہ خانہ ہے۔ اس تہہ خانہ میں جانے کے لئے جنوب کی جانب ایک چھوٹا سا زینہ تھا جس کا دروازہ سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ سکھی عہد میں سنگ مرمر کا دروازہ اتار لیا گیا۔ زینہ کو مٹی کے بلبہ سے پُر کر دیا گیا۔ تہہ خانہ کی کیفیت کا کچھ علم نہیں ہو سکا۔ اس کے آثار اگر دو نواح کی زمین کی کھدائی کے وقت اب بھی نظر آتے ہیں۔ روضہ اور تسبیح خانہ ذکر و فکر کرنے والوں سے اور سجد نمازیوں سے موزون بنتی ہے۔

حضرت یحییٰ خان نواب ذکر یا خاں خلف نواب عبدالصمد ناظم لاہور کے فرزند تھے۔ باپ کی وفات کے بعد آپ بھی ناظم لاہور مقرر ہوئے۔ ان ناظمین لاہور کا سارا خاندان بیگم پورہ حضرت ایشاں کے روضے کے قریب نواب عبدالصمد خاں کے تعمیر کردہ احاطہ قبور خاندان ناظمین میں دفن ہے آپ نے اس روضہ کو خوب آباد کیا۔ ارد گرد شاندار عمارتوں کو تعمیر کروایا تھا جن کے کھنڈرات اب بھی نظر آتے ہیں (ماخذ خبر تہذیب و تاریخ مولف انند رام مخلص پنجاب یونیورسٹی لاہور پری ورق ۱۶۲۰)

مردم کے ہمد میں سردار گلاب سنگھ بھونڈیہ نے چھاؤنی بنالی خانقاہ کی پار دیواری گرا دی باغ
 چڑھ گیا۔ مسجد کے صحن کی اینٹیں اور قبروں کی اینٹیں خشت فرش نکال کر لے گئے۔ رنجیت سنگھ
 کے عہد میں متعدد خشت فروشوں نے بھی کئی ایک مساجد مثلاً مسجد روضہ حضرت ایشاں جی
 اینٹیں وغیرہ اکھاڑ کر فروخت کر ڈالیں تاریخ لاہور کنہیا لال صفحہ ۲۴۴۔

راجہ گلاب سنگھ ڈوگر نے مسجد قصاب خانہ والی کی اینٹوں سے اپنا مکان تعمیر کر لیا۔ اپنی چھاؤنی
 کی تعمیر کے دوران وہ خود مسجد یگیم پورہ میں مقیم رہا۔ تاریخ لاہور کنہیا لال صفحہ ۲۶۲ محمدین فوق
 لاہور عبد مغلیہ صفحہ ۱۰۹ پھر روضہ میں جنرل گلاب سنگھ نے باروت بھردی مزار کا تعویذ اور
 سنگ مرمر اتار لیا گیا۔ سکھی عہد تک مزار میں باروت بھری رہی۔ ایک فصل لگا رہا۔ انگریزی عہد
 میں باروت روضہ سے نکلوا کر دیانے راوی میں پھینکوا دی اور روضہ خالی کر دیا۔ بعد ازاں
 خواجہ عبد الاحد کشمیری جو حضرت ایشاں کی اولاد امجاد سے تھے کشمیر سے لاہور تشریف لائے
 اور ہنری لانس کی ریزیدنسی میں اس مقبرہ کو قبضہ میں لے لیا اور کافی روپیہ خرچ کر کے اسے
 کی مرمت کروائی مسجد مزار کی تولیت محمد بخش صاحب لاہور کے سپرد کر کے آپ دکن کشمیر
 چلے گئے۔ مگر اس کوشش سے کوئی مفید نایج برآمد نہ ہوئے۔ پھر محکمہ تعمیرات عامہ نے مسجد اور

لحے لٹے بہادر لاہور کنہیا لال اپنی کتاب "تاریخ لاہور" میں خواجہ احمد کشمیری لکھتے ہیں "درست نام خواجہ عبد الاحد
 کشمیری ہے مفتی غلام سرور اپنے تذکرہ (خزینۃ الاصفیاء) میں خواجہ احمد لکھتے ہیں جولاہور میں آئی حلت
 کے دو سو اٹھارہ سال بعد ۱۲۰۰ھ میں زیارت کیلئے آئے اور فصل الدین صحافی کو متولی مقرر کر کے کشمیر واپس چلے
 گئے۔ خواجہ عبد الاحد نقشبندی (کشمیری) خواجہ محمد شاہ نقشبندی کے لڑکے اور خلیفہ تھے آپ نے ۱۲۶۷ھ
 میں وفات پائی۔ خانقاہ شاہ نقشبند سرنگر (کشمیر) میں دفن ہوئے بقول مفتی غلام سرور لاہوری آپ ۱۲۷۷ھ
 میں زیارت کی غرض سے لاہور تشریف لائے۔ یہ بیان غیر صحیح ہے۔ آپ نے ۱۲۶۷ھ میں وفات پائی سن ۱۲۶۷ھ
 میں یا اس سے پہلے لاہور میں تشریف لائے ہوں گے ان کے والد ماجد خواجہ محمد شاہ نقشبندی کا دفن مقبرہ
 حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری میں ہے جو مرجع خاص دعاء ہے۔

۳۔ بعض تذکروں میں فصل الدین صحافی لکھا ہے بہر حال فضل الدین اور محمد بخش باب بیٹا ایک ہی خاندان سے
 تعلق رکھتے تھے چوتھے مفتی باقر اندرون دہلی دروازہ میں ان کی رہائش تھی۔ آپ نے ہمارا رنجیت سنگھ اور
 اس کے جانشینوں کے عہد میں تجارت کتب اور صحافی کا ایک عظیم کارخانہ کھولا جس پر ہزاروں روپے ماہوار
 خرچ آتا تھا اور متعدد مصوٰع نقاش خوش نویس اور جلد سازی کا کام کرتے تھے اس زمانہ میں پنجاب میں پچھلے
 کاروانج نہ تھا اور اس کارخانہ کی کتابیں معقول قیمتوں پر ایران خراسان تک جاتی تھیں (باقی صفحہ پر)

روضہ کی مرمت ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء کے درمیان لائے بہادر کنہیا لال ایگزیکٹو انجینئر کی نگرانی میں کرائی۔ نئی محمد دین فوق لکھتے ہیں کہ سید سید محمود آغا، برادر حضرت سید میر جان متولی کی تحریک سے انگریزی عہد میں مسلمانان لاہور نے اس کی دگرگزاری کے لئے کوشش کی۔

چنانچہ ایک مدت کے بعد ۲۵ مئی سن ۱۸۹۰ء کو ٹاؤن ہال لاہور میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں سٹرڈونی سابق کمشنر نے اعلان کیا کہ خانقاہ حضرت ایشاں جو محکمہ نزول میں مدت سے چلی آرہی تھی۔ گورنمنٹ نے جمعہ ۴ گھنٹوں اراضی بطور عطیہ مسلمانان پنجاب کے حوالے کر دی اس پر خان بہادر محمد برکت علی خاں و دیگر اکابر شہر لاہور و رؤسا باغبانپورہ نے گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر ۱۹۰۰ء میں حضرت سید سید محمود آغا المتوفی ۱۱ ذوالحجہ ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۲ء کے برادر اکبر سید میر جان نے مسجد اور روضہ کی دیواروں کو مرمت کراوایا یہ دونوں

(بقیت حاشیہ ۳۹) یہ کاغذ نامہ بازار مسجد وزیر خاں لاہور میں واقع تھا اور بازار صحافوں کے نام سے مشہور تھا۔ حافظ محمد بخش کو امیر افغانستان کی طرف سے ملک الصحاف کا خطاب ملا تھا۔ قرآن مجید اور دیگر اسلامی کتب کی لکھائی اور چھپائی کا خاص انتظام تھا۔ وفات ۱۲۶۳ھ میں پائی مزار اندر دل چار دیواری حضرت حامد قاری موجود ہے۔

لے آپ کا نام لاکہ کنہیا لال وطن جیسر ضلع ایٹہ اور کا ستھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے ہندی تخلص، شعر و سخن میں مولوی احمد بخش تبدیل سے اصلاح لی۔ فارسی اور اردو میں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں (۱) رنجیت نامہ منظوم فارسی (۲) نگارین نامہ (قصہ ہیر انجمن) فارسی نظم (۳) تالیخ لاہور اردو نثر (۴) تالیخ پنجاب اردو نثر (۵) اخلاق ہندی (۶) ہندوگی نامہ (۷) نعمت نامہ (۸) گلزار ہندی فارسی اردو نظم میں ہیں زبان سادہ تصوف اور اخلاق کا رنگ نمایاں ہے مثنوی غلام سرور کے نامور شاگردوں میں سے تھے۔ آپ اخبار کشمیری لاہور کے مدیر تھے۔ اخبار نویسی کے ساتھ بے شمار تالیفات پر کتابیں بھی لکھیں ان کے علاوہ آپ کے کئی مسما میں لاہور کے ماہوار رسائل شباب اردو اور قوس و قزح میں شائع ہوتے رہے ہیں بڑے فاضل اور صاحب علم و آداب تھے۔ ۴ ستمبر ۱۹۴۵ء میں وفات پائی۔

لے آپ انجمن اسلامیہ کے بانی۔ لاہور میونسپل کمیٹی کے وائس پریزیڈنٹ پنجاب یونیورسٹی کے فیلو سسپنڈ کے معاون و دیکار اور علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی تھے۔ بہ دلعزیز اور سماجی کارکن تھے۔ سرکلر ڈوموچی دروازہ برکت علی محمد ہال آپ کی یادگار ہے۔ ۱۹۰۵ء میں وفات پائی اور درگاہ حضرت شاہ شمس غوث رحمۃ اللہ علیہ میں ول دہلی دروازہ لاہور میں دفن ہوئے۔

لے رائے بہادر کنہیا لال اپنی کتاب "تالیخ لاہور" میں بیان کرتے ہیں کہ موجودہ مسجد کی بنا (باقی ص ۳۱ پر)

بزرگ حضرت ایشاں کے مزار کے مشرقی پہلو میں مدفون ہیں۔ جنوب کی طرف روضہ کے اندر حضرت ایشاں کے متعلقین کی قبریں ہیں۔ دروازہ کلاں کے دونوں جانب امراء کابل عقیدت مندوں کی قبریں ہیں جن میں بابا میاں محمد باورچی مولوی حاکم علی سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور، مہر محمد دین کاچھو، جلال الدین کاچھو اور ان کی اولاد میاں کریم بخش، منشی اللہ بخش بابا غلام محمد متولی خانقاہ اور میاں عبدالرشید متولی خانقاہ مدفون ہیں۔

مزار کے جنوب کی طرف مولوی حاجی فیروز الدین کا قبرستان ہے جس میں مسجد کے پاس جنوب کی جانب ایک چوٹی مسقف تخت پوش تھا۔ جو نقاشی کے کام کے علاوہ زنگدار شیشیوں سے مصع تھا یہاں حضرت سید میر جان اتق کاف کیا کرتے تھے جو اب موجود نہیں حضرت ایشاں کے روضہ کے پاس ایک بلند ٹیلہ کھڑا ہے یہ پترادہ (آوا) تھا۔ اس آواز سے آپ کے روضہ اور اس کی متعلقہ عمارت کے لئے اینٹیں بچتے ہوتی تھیں۔

دقیقہ حاشیہ فوٹو لکریا پہاڑ نے قائم کی اور باغیچہ کو بڑھا دیا اور گردشاہ عمارتیں تعمیر کرائیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ناظم ان لاہور کے عہد حکومت میں یہ مسجد بڑی وسیع و عریض تھی مگر اب انقلابات زمانہ کے باعث آہنی نہیں رہی یہ مسجد ایک محراب اور تین عالی شان گنبد پر مشتمل ہے۔ ایک گنبد بڑا اور دو چھوٹے۔ یہ تینوں مدور مقطع بنے ہیں چاروں گوشوں پر چار چھوٹے چھوٹے مینار ہیں جو بچتے اور چونچ استرکار ہیں مغل اور افغان فن تعمیر کا نمونہ پیش کرتے ہیں شمالی جانب چار غسل خانے و سقاہ بھی ہے۔ جنوبی جانب طالبان علم مریدین اور مسافر دل کے رہنے کے لئے چند حجرے اور ایک مسافر خانہ بھی ہے مسجد کے حجرے ایک منزلہ ہیں، ایک حجرہ شمال کی طرف ہے ایک جنوب کی طرف درمیان میں مسجد کے پانچ دروازے ہیں جن میں وسط کا دروازہ سب سے بڑا ہے۔ یہ مقام اپنے بالکل ویران تھا کھنڈر جا بجا نظر آتے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی زمانے میں یہاں عمارتیں عالی شان ہو چکی ہوں مگر اب صرف ایک حوض باقی تھا جو زمین کے ساتھ مہوار تھا ایک ٹوٹی پھوٹی مسجد تھی جس کی کسی قدر مغربی دیوار کچھ حصہ قائم تھا کنواں کا کہیں نشان دکھائی نہ دیتا تھا حضرت سید میر جان نے مسجد کو آباد کیا حوض بنوایا کنواں جاری کیا جس کا پانی ٹھنڈا اور شیریں ہے خانقاہ کا گنبد ابھی مرست طلب تھا گنبد پر پتھر کا لگا تھا جن کے نشانات اب بھی دکھائی دیتے ہیں حضرت سید میر جان نے گنبد اور مسجد کی نہایت عمدہ اور خاطر خواہ مرست کرائی مولوی حاکم علی سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور اور شہزادہ مرید نے اس کا خیر میں حصہ لیا مولوی حاکم علی نے اپنی تنخواہ اور بیروں نے اپنی آمدنی اس کا خیر کے لئے وقف کر دی اور یہ دیوان مقام از سر نو آباد ہو گیا۔ میاں شیر محمد شہر پوری المتوفی ۱۳۴۷ھ حضرت ایشاں کے ساتھ والہا عقیدت و ارادت رکھتے تھے اور آستانہ مبارک پر حاضری دیتے تھے اور مسجد کے شمالی حجرہ میں بیٹے جوڑ کے نام پر شہر

اولاد امجاد حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے چھ فرزند ارجمند اور پانچ لڑکیاں تھیں۔

۱۔ خواجہ تاج الدین خاوند۔ آپ جامع علوم و فنون صاحب علم و عمل اور صاحب حال قال تھے۔ زہد و تقویٰ میں اپنی نظیر آپ تھے۔ لاہور میں وفات پائی۔ آپ کی قبر ابھی تک لاپتہ ہے۔

۲۔ خواجہ خاوند احمد۔ آپ والد گرامی کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے صاحب ولایت تھے علوم ظاہر و باطنی میں مقامات بلند رکھتے تھے۔ اپنے والد ماجد سے اخذ فیض کیا اور انکے خلیفہ و مرید تھے۔ اہل خلق کثیر نے آپ کی ذات و برکات سے اخذ فیض کیا۔ مولوی امام بخش اپنی کتاب ”حقیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار“ میں بیان کرتے ہیں۔ ”بائے خواجہ احمد زاولاد خواجہ خاوند محمود در لاہور آمدہ تولیت خانقاہ شریف کہ روضہ مطہرہ است بذمہ فاضل الدین صحاف کردہ واپس شد بائے باز آمد کہ پادشاہان دہلی بوجہ کمال اعتقاد بود و بیگمات انہی پر دہ نہی کردند“

۲۸۔ شعبان المعظم بوقت صبح ۱۰، ۲ھ وفات پائی اور روضہ حضرت ایشاں میں دفن ہوئے۔
۳۔ خواجہ خاوند محمود۔ آپ صاحب علم و فضل مرجع خلافتی اور علوم ظاہری و باطنی میں مکمل تھے۔ اپنے جد اعلیٰ کے ہم نام تھے۔

۴۔ خواجہ خاوند معین الدین۔ آپ پدر بزرگوار کی وفات کے بعد مستقل طور پر کشمیر میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ وہاں اپنے والد ماجد کی تعمیر کردہ خانقاہ میں تمام عمر درس تدریس اور ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ بڑے جید عالم اور صوفی باصفا تھے علوم تفسیر

لے حضرت خواجہ احمد نے بعد از درگزیب علیگیر ۱۰، ۲ھ میں وفات پائی اور فضل الدین صحاف کو خواجہ عبد اللہ کشمیری نے ۱۲، ۰ھ میں متولی مقرر کیا اور خود کشمیر واپس چلے گئے۔ اس وقت لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت تھی مولوی امام بخش صاحب کا یہ بیان تاریخی لحاظ سے غیر صحیح ہے۔

حدیث اور فقہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ اپنے والد ماجد سے اخذ فیض کیا۔ اور ان کے خلیفہ و مرید تھے۔ تبارک شریعت و ترویج سنت و رفع بدعت اور زہد و ورع و تقویٰ میں اپنا نظیر نہ کہتے تھے۔ تمام علماء و صلحائے وقت آپ کی تحریر و تقریر کو قبول کرتے۔ احکام روایت و عدالت میں آپ سے فتویٰ حاصل کئے جاتے تھے۔ سلسلہ رشد و ہدایت اور درس و تدریس میں آپ خطہ کشمیر میں مقبول خلائق تھے کشمیر کے علماء و صلحائے ملامحمد طاہر خلف ملاحیدر ملاحوالفتح کلوی ملاحیوسف مدرس مفتی محمد طاہر مولانا عبد الغنی اور مفتی شیخ احمد آپ کے پاس خانقاہ میں تشریف لاتے اور ارشادات گرامی سے مستفیض ہوتے تھے۔ آپ نے علمائے وقت کی درخواست سے کتاب فتاویٰ نقشبندیہ اور کنز السعادت تصنیف فرمائی۔ ان کے علاوہ کتاب ضوانی نرات الطیبہ مقامات محمودیہ مراقبات سیر خیر البشر اور تفسیر بہ نام تشریح القرآن آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ اپنے زمانے کے علماء و صلحائے بے حد مقبول تھے۔ آپ کا شمار مشائخ نقشبندیہ اور فقہائے حنفی میں ہوتا ہے۔

کنز السعادت - یہ کتاب عقائد و ایمانیات (اہل سنت و جماعت) پر مشتمل ہے انشاء سادہ اور جابجا اشعار سے آراستہ ہے مطالب کتاب کو چار ارکان (ابواب) ایک خاتمہ اور ختم خاتمہ پر ترتیب دیا۔

رکن اول - در اعتقادات و محبت خلافت۔

رکن دوم - در فقہ مالا بدو۔

رکن سوم - در فضیلت و خصائص معراج و معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فضائل خلفائے راشدین۔

رکن چہارم - در تصوف و اخلاق صوفیہ مشمل علم و عمل۔

خاتمہ - در عدل و احسان سلاطین۔

ختم خاتمہ - در اخبار رحمت و مغفرت۔

ہر کن کے تحت متعدد فصول ہیں۔ عہد عالمگیری میں تالیف ہوئی۔ سال تکمیل ۱۰۹۳ھ
جو اس شعر سے برآمد ہوتا ہے۔

ہاتھ گفت بے ریائے شمار ہست اہل تحفہ معین الدین
اس کتاب کے صرف دو قلمی نسخے ایک نسخہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، دوسرا
پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ حضرت ایشاں کے ملفوظات
رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (بھارت) میں موجود ہے۔

فقاویٰ نقشبندیہ۔ اس کتاب میں علم شریعت فقہ اور اسرار و رموز طریقت بیان
کئے ہیں۔ اس کتاب کے تین قلمی نسخے ہیں۔ ایک نسخہ پشاور یونیورسٹی پشاور دوسرا بانگی پور
لائبریری (بھارت) اور تیسرا ملا یعقوب تاجر کتب کوئٹہ میں موجود ہے۔

کتاب رضوانی مرآت طیبہ مقامات محمودیہ اپنے والد گرامی کے مناقب، مقامات
تصرفات اور حالات زندگی میں لکھی ہے۔ کتاب رضوانی، کلچرل اکیڈمی جہول کشمیر سری نگر،
مرآت طیبہ مقامات محمودیہ رضا لائبریری ریاست رام پور (بھارت) اور انڈیا آفس
لندن میں بصورت مخطوطہ موجود ہیں۔ زبان فارسی انشاء سادہ اور عام فہم ہے مرآۃ القلوب
اور سیر خیر البشر یا سیر محمدی۔ ان کتابوں کی موجودگی تاحال لاپتہ ہے تحقیق جاری ہے۔

عہد عالمگیری کی نایاب فارسی تفسیر بہ نام تشریح القرآن قابل ذکر ہے۔ یہ تفسیر حضرت خواجہ
مناذر معین الدین نے ۱۰۷۱ھ کو لکھنی شریف کی۔ اور ۱۰۸۲ھ میں اس کی تکمیل ہوئی گویا
نویا چھ ماہ میں مکمل ہوئی۔ اس کتاب کے دو قلمی نسخے ہیں۔ ایک نسخہ ادارہ نوادرات علمیہ ٹنک

سے ایتھے اپنی فہرست انڈیا آفس لائبریری لندن میں اس کتاب کا نمبر ۱۸۹۵ لکھتے ہیں۔ مقامات محمودیہ
یا مرآت طیبہ ایک کتاب کے دو نام بیان کرتے ہیں۔

۲۔ ماخذ رسالہ خادم الدین لاہور قرآن نمبر ۱۹۷۱ء

۳۔ اس ادارہ کے سرپرست جناب قاضی محمد زاہد حسین الجیلوی کیمبل پوری ہیں۔ آپ بہت نیک فیض
اور علم دوست ہیں آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں آپ کی تالیفات میں سے تذکرۃ المفہرین اور تفسیر قرآن کو
خاصی شہرت ہے یہ قلمی نسخہ آپ نے ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کو اب عطا فرمایا ہے۔

کمیل پور دوسرا حکیم محمد عرفان صاحب ناظم شریعت ٹونک (بھارت) کے تخلص سے
موجود ہے۔ اس نسخہ کا تعارف کرتے ہوئے "معارف" اعظم گڑھ میں لکھا گیا ہے
"شرح القرآن فارسی کے کسی نسخہ کا علم ٹونک کے کتب خانہ کے علاوہ اب تک
نہیں ہو سکا ہے۔" معارف ج ۹۹ ش ۳ ص ۲۳۵۔

ادارہ لوادرات علمیہ ٹونک کمیل پور کا نسخہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ پاکتان
میں کوئی دوسرا نسخہ معلوم نہیں۔ یہ نسخہ کرم خوردہ اور کسی قدر آب رسیدہ ہے اس کے
باوجود محفوظ ہے۔ یہ تفسیر بہ نام شرح القرآن فارسی تیس ایچ طویل اور بائیس ایچ
عریض سفید و میز چکنے کاغذ کے ۱۲۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے آخر میں کرم
خوردہ مطور سے درج ذیل عبارت پڑھی جا سکتی ہے۔

وقد وقع الفراغ من تصنیف شرح القرآن بعد ستة أشهر
وسطیوم الثلاثاء من اول سنة خمس السبعین بعد الف
حول حول عن هجرة سید الانبیاء افضل المرسلین صلوٰۃ اللہ
والسلام علیہ علیٰ الہ واصحابہ اجمعین

دوسرا نسخہ کے صفحات ۱۲۸۴ ہیں۔ اور وہ بھی ۱۰،۷۲۷ کا لکھا ہوا ہے اس کی کتابت
۱۰،۷۲۷ دوا لکچ کے آخر ایام بروز پچنبشنبہ کو ختم ہوئی۔

اس تفسیر کے مفسر خواجہ معین الدینؒ اپنی تفسیر کے دیباچہ میں رقم طراز ہیں۔

آغاز

شدہ این شرح قرآن تابش ماہ تمام از فیض عام رب غفار
بلفظ فارسی اس تفسیر کردم کہ خاص و عام را باشد نمودار

لہ ماخذ رسالہ فکر و نظر اگست ۱۹۷۶ء ص ۱۳۔

۷۔ یہ نسخہ سعید بہ لائبریری ٹونک میں ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ سعید بہ لائبریری ٹونک ٹالا اور حکیم
محمد عرفان ناظم شریعت ٹونک کا نسخہ ایک ہی ہو۔ ۱۰،۷۲۷ سے قبل ایک مفسر عافی حسین نے قرآن مجید
مع فارسی تغیر متغیر مطلقاً ۸۹۷ھ میں لکھا۔ اس وقت لودھی خاندان ہندوستان پر حکمران تھا۔ یہ مخطوطہ
آنستہ قبلہ نام پرنسپل انٹرمیڈیٹ گزٹ کا لکچ خانیوال ضلع ملتان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

نخستین ابتدائش در حجب شد شد آخر در محرم نسخہ طیار!
مراد واقعہ این امر کردہ ز حکیم حق بزرگی در شیب تار
بخوابم نام این تفسیر دادند بیادم ماند چو گردند بیدار
بیاب فضل حق در ہر چہ جوئی بکن از فضل حق ہر لحظہ تکرار
دانش پر سود از قند و شیریں بر آنکہ خواندہ اش کیبار و صدار
پدید آست تار بخشش ز نامش بگشتم زان بہ تار بخش ہو دار
نہد اند تصانیف معینی! سمر کن بر یکی چون مشک تانار

اس تفسیر کا نام "شرح القرآن معینی" بھی الہامی نام ہے کہ مرتب رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں القا کیا گیا۔ اسی تفسیر کے دیباچہ میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر کا ذکر فرمایا ہے۔
بیان کرتے ہیں۔

شاہ عالمگیر بہادر اورنگ زیبؒ

نہے خاتن کہ نامش تاج شامیت وجودش منبع فیض الہیت
نظام سلطنت فخر سلاطین فروغ آفتاب دولت و دیں
ولیک ادب کمال شغل شاہی بود پیوستہ در کار الہی

نمونہ تفسیر "سورۃ الناحہ بقول ابن عباس مکی ایت وبقول مجاہد مذہبیت
وبقول اکثر مفسرین دوبارہ نازل شد یکے در مکہ عین فرضیت الصلوۃ و دوم در مدینہ
باجرات القبائتہ و تحقیق شدہ کہ فاتحہ مکی ایت بقولہ تعالیٰ ولقد اتینک سبعاً من
الہتانی دھو مکی الحمد للہ ہو راس الشکر لقولہ علیہ السلام الحمد
راس الشکر و شکر اللہ من لم یحمدہ والذام نقیض الحمد الکفران نقیض
الشکر حمد لغوی سپاس زبانیت بر قصد تعظیم برابرست کہ تعلق بگردنعت یابنہ و حمد
صطلاحی تعریف محمود است باوصاف کاملہ و صفات شاملہ الخ۔"

اس تفسیر میں فقہی احکام کے سلسلے میں آپ نے جا بجا فتاویٰ نقشبندیہ کے حوالے بھی دیئے

ہیں جس سے یہ امر عیاں ہے کہ آپ نے تفسیر فتاویٰ نقشبندیہ مرتب کرنے کے بعد تحریر فرمائی۔ ان کتب کے علاوہ آپ نے عربی زبان میں ”زبدۃ القاسم“ تحریر کی ہے۔ یہ تفسیر قلمی محسنونہ سعید یہ لائبریری ٹونک میں موجود ہے۔ بحوالہ قاضی محمد عمران ملامعین کشمیری مقالہ شمولہ معارف مارچ ۱۹۶۷ء ص ۲۳) آپ عظیم خطاط تھے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے صحیح بخاری اور رسالہ تحقیق الاشارة تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۹ھ میں لکھا تھا۔ بیرونوں خطی نسخے سعید یہ لائبریری ٹونک میں محفوظ ہیں۔ بحوالہ حکیم قاضی محمد عمران (۲۲۵) آپ نے ۲۹۔ محرم الحرام ۱۰۸۵ھ میں وفات پائی۔ روضہ سری نگر کشمیر میں ہے جو خانقاہ نقشبندیہ کے صحن میں درگاہ حضرت نقش بند کے نام سے مشہور ہے۔ بیرون روضہ اور حجرہ شرقی میں آپ کی مرم محترمہ اور اولاد و احفاد کی قبریں ہیں۔ آپ کا روضہ مبارک اخروٹ کی لکڑی کا بنانا ہوا ہے جس پر نقاشی کے نادر نمونے پائے جاتے ہیں۔ روضہ کی چالیاں نقش و نگار سے مرصع ہیں روضہ کی چالیوں میں درج ذیل اشعار کندہ ہیں۔

- ۱۔ رخ تو قبلہ اہل تما ! در تو کعبہ مقصود دلہا
- ۲۔ جمالت عکس نور لایزال ! کمالت از زوال و نقص خالی
- ۳۔ ظہور نور مہر مصطفائی مہر تاباں اورج رہمنائی
- ۴۔ رسید منزل ہر آنکس را ہمش دو عالم زیر پادار دنگا ہمش

۵۔ خواجہ خاوند قاسم۔ آپ عالم و فاضل اور صوفی با عمل تھے۔

۶۔ خواجہ بہار الدین۔ آپ زاہد و عابد تھے والد بزرگوار کی وفات کے بعد شامی منصب ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی تمام عمر اپنے والد کے روضہ کی نگرانی کرتے رہے۔ اپنے والد ماجد سے اخذ فیض کیا اور اسی مقبرہ میں دفن ہیں۔ آپ کی قبر ابھی تک لاپتہ ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ اس روضہ کے تہہ خانہ میں ہوگی جس کی ابھی تک تصدیق نہیں ہو سکی۔

۷۔ تحقیقات حشری ص ۱۷۷ میں درج ہے کہ گوشہ شہ تی دجنوبی میں ایک مقبرہ پختہ چونہ گچ ان کے صاحب زادہ عالی شان سہی بہار الدین کا ہے۔ یہ قبر اب سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے بعض بیان کرتے ہیں کہ خواجہ بہار الدین خانقاہ نقشبند سری نگر کشمیر میں دفن ہیں۔

ان حضرات کی اولاد کا ذکر تفصیلی اور اجمالی طور پر کہیں نہیں ملتا مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاولاد جلد اول میں تحریر کیا ہے کہ خواجہ معین الدین نقشبندی کے چار فرزند تھے تین تو آپ کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے چوتھا فرزند خواجہ نظام الدین ابھی خورد سال ہی تھا کہ آپ خود اللہ کو پیاسے ہو گئے آپ کی زوجہ محترمہ بیگم صاحبہ نے اپنے خورد سالہ بچے کی تعلیم و تربیت کی جب سن رشد کو پہنچے تو جد امجد کی خانقاہ کے سجادہ نشین ہوئے اسی نے خواجہ معین الدین کے خلیفہ اعظم مولانا عبدالحکیم نسیم خواجہ عبدالحکیم باندپی خلافت و گزرا خانقاہ کے فرائض سرانجام دیتے رہے خواجہ نظام الدین کی وفات کے بعد ان کے فرزند خواجہ نور الدین محمد آفتاب المعروف بہ آفتاب کشمیر سجادہ نشین ہوئے۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر سایہ پائی قرآن مجید حفظ کیا پھر کشمیر کے جمید علماء و فضلاء سے تحصیل علوم کی پیر بزرگوار کی وقت کے بعد احمد سیوی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر تکمیل سلوک کی اور خرقہ خلافت پایا۔ تمام عمر اپنے جد امجد کی خانقاہ میں درس و تدریس اور ارشاد و ہدایات میں مصروف رہے۔

۱۔ مثنیٰ محمد دین فوق اپنی کتاب اقوام کشمیر بحوالہ رسالہ محمودیہ تذکرہ حالات بزرگان کشمیر و تحفہ نقشبندیہ مصنف خواجہ عبدالرحمن المتوفی ۱۲۸۹ھ نقشبندی الخطاری سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ کشمیر غیر مطبوعہ تصنیف ۱۲۸۵ھ میں خواجہ شرف الدین محمد کوپس خواجہ معین الدین ہادی لکھتے ہیں اور خواجہ نظام الدین کو فرزند خواجہ شرف الدین محمد اور پوتا خواجہ معین الدین ہادی بیان کرتے ہیں جو درست ہے۔ اس بیان کی تائید مولانا امام بخش جام پوری اڈیرہ غازی خان کی کتاب حقیقۃ الاسرار فی اخبار الاولیاء سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائے اُن حضرات عالی جناب خواجہ نور الدین محمد آفتاب فرزند ارجمند خواجہ نظام الدین ابن خواجہ شرف الدین ابن خواجہ معین الدین ابن خواجہ خاوند محمود نقشبندی کہ ولی کامل و مکمل بود قدس سرہ و نور مرقدہ ۷۶۷ھ بظہور پوریت تاریخ کبیر کشمیر میں آپ کا سن پیدائش ۱۰۸۵ھ درج ہے۔

۲۔ حضرت خواجہ احمد سیوی المتوفی ۵۶۲ھ میں ترکستان کا ایک شہر شہرہ جو خواجہ یوسف ہمدانی المتوفی ۵۲۵ھ کے مرید خلیفہ اور اپنے عہد کے بالکمال ولی تھے۔ ان کی اولاد ایجاد سے تھے۔ اپنے جد اعلیٰ کے ہم نام تھے صاحب علم و فضل اور مظہر کمالات ظاہر و باطن تھے تجرید و تفرید اور توکل میں ممتاز تھے اپنے وطن مالوف سے بغرض سیاحت نکلے حرمین شریفین بیت المقدس شام عراق اہر روم و روس سے ہوتے ہوتے پہلے وارد ہندوستان ہوئے۔ پھر کشمیر جا کر اقامت پذیر ہو گئے کبھی کبھی ملا شاد قادر کی خانقاہ پر جایا کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد حضرت خواجہ معین الدین کو معلوم ہوا تو آپ کو بہرہ و التجا اپنی ہمسایگی میں لے آئے آپ کے علمی و روحانی فضل و کمال سے اہل کشمیر نے بہرہ وافر حاصل کیا ۱۱۷۷ھ میں وفات پائی۔

ایک خلق کشمیر نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 یہ سچ کس را در عمل نگداشته
 شہداء میں وفات پائی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

قطعہ تاریخ وفات حضرت خواجہ نور الدین محمد آفتاب المعروف بہ آفتاب کشمیر
 چوں در زیریں گردید روپوش
 جناب آفتاب حسن مولے
 بسال انتقال آل شہر دیں
 رقم شد آفتاب خلد والا ۱۱۵۶ھ

خواجہ نور الدین محمد المعروف بہ آفتاب کشمیر کی وفات کے بعد ان کے فرزند خواجہ
 کمال الدین سجادہ نشین خانقاہ ہوئے۔ آپ فیاض غریب نواز اور عالم باعمل تھے۔
 ۹۔ ماہ رجب ۱۱۵۸ھ میں مسمی حاجی کو قول کے ہاتھ اپنی خانقاہ نقش بندہ میں شہادت
 پائی۔ وہاں ہی دفن کئے گئے۔ مزار کشمیر میں ہے۔ مصرعہ

شد شہید آل سید و شعی کمال الدین ۱۱۸۸ھ

خواجہ خیر الدین ابو الخیر بن خواجہ کمال الدین بن خواجہ علاؤ الدین مزار برادر کو چک
 خواجہ نور الدین محمد آفتاب کشمیر نے اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بدولت بہت
 شہرت پائی اور اپنے بزرگوں کے سلسلہ طریقت کو جاری رکھا۔

حصہ اول

شجرہ نسب حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین محمد نقشبند

خواجہ علاء الدین عطار بخاری

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول حضرت علی مرتضیٰ داماد رسول و زوج البتول

حضرت امام حسین شہید رضا

حضرت امام زین العابدین رض

حضرت امام محمد باقر رض

حضرت امام جعفر صادق رض

حضرت امام موسیٰ کاظم رض

سید قاسم	امام علی	سید ایلان	امام موسیٰ علی رضا
سید ابو جبرضا	سید ابوبکر کبیر	سید محمود	امام محمد تقی
سید عبداللہ غوث	سید عبدالحق	سید برہان فیلیج	امام علی نقی
سید محمد خوارزمی	سید جعفر	سید سفیان	امام حسن عسکری
خواجہ سید علاء الدین عطار	سید محمد رمی	سید قاسم	سید علی اکبر
خواجہ حسین عطار	سید عبداللہ	سید بن العابدین	سید فخر الدین
ان کی اولاد کا سلسلہ	سید موسیٰ	سید عبداللہ	سید خلوتی
ہر گھ ۵۱ صفحہ ۵۱ پر لکھیں	سید حسین	آگے صفحہ ۵۱ پر	سید نقی نقیب

خواجہ حسن عطار و خواجہ حسین عطار و خواجہ زادہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری و فرزند ان
خواجہ علاء الدین عطار اند۔ ذریت انہا در کشمیر موجود اند۔

۱۔ منقول بحوالہ انساب۔ منبع فیوض مقامات خواجہ خاوند محمود سیری محمدی وغیرہ۔
۲۔ بعض تذکرہ میں حضرت سید خلوتی بن امیر شیعہ الدین بن سید محمود بن سید علی اکبر بن امیر حسن عسکری
درج ہے بحوالہ حیات جاوید حصہ اول و ثلثہ امیر سعادت نورخ کشمیر۔

(بقیہ منہ)

سید برہان الدین

سید جلال الدین محمد

سید محمد بخاری

خواجہ بہار الدین محمد

نقشبند بخاری

ۛ خواجہ سید علار الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ حسن عطار

خواجہ یوسف عطار

خواجہ علی

خواجہ سرحدین

خواجہ محمود

خواجہ بہار الدین

سید ناصر ابو العطار

خواجہ ابراہیم

خواجہ خلیل

خواجہ محمد فاضل آقا

خواجہ محمد شرف

خواجہ محمد شریف

خواجہ عبدالرحیم شیخ کمان

حصہ دوم

شجرہ نسب حضرت ایشاں العطاری نقشبندی

المسوی الحسینی واولاد امجاد خواجہ سید علاء الدین عطار قدس سرہ خلیفہ اول
نائب مطلق و داماد حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ سید حسین عطار قدس سرہ

خواجہ سید علاء الدین حافظ قدس سرہ

خواجہ سید میر محمد قدس سرہ

خواجہ سید ضیاء الدین قدس سرہ

خواجہ میر سید شریف الدین قدس سرہ

پیدائش ۹۶۵ھ → خواجہ سید خاوند محمود قدس سرہ ← وفات ۱۰۵۲ھ

خواجہ خاوند محمود	خواجہ خاوند معین الدین	خواجہ خاوند قاسم	خواجہ بہار الدین	پانچ لوکیں چھڑکے
	ہادی نقشبندی وفات		سجادہ نشین خانقاہ	
	۱۰۸۵ھ کشمیر		حضرت ایشاں	
خواجہ تاج الدین خاوند مرحوم				

خواجہ شرف الدین محمد

خواجہ خاوند محمد سجادہ نشین خانقاہ حضرت ایشاں (۱۰۶۲ھ لاہور)

۱۔ بعض تذکروں میں آپ کا نام خواجہ حسن عطار لکھا ہے مگر کنز السعادت (قلمی نسخہ) تصنیف خواجہ معین الدین بن خواجہ سید خاوند محمود میں خواجہ حسین عطار رقم ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ علاء الدین کے دو فرزند تھے۔ حضرت خواجہ حسن عطار اور خواجہ حسین عطار۔ حضرت ایشاں خواجہ حسین عطار کی اولاد امجاد سے تھے خواجہ سید عبد الرحیم نقشبندی المعروف خواجہ شیخ کمان خواجہ حسن عطار کی اولاد امجاد سے تھے جن کا شجرہ نسب حصہ اعلیٰ میں درج ہے خواجہ سید عبد الرحیم نقشبندی المعروف خواجہ شیخ کمان ۱۰۹۹ھ/۶۸۴ع میں بعید عالمیگر تاشقند میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں تاشقند کی بادشاہی تھی مگر آپ نے تاشقند کی بادشاہی پر محمد کی گدائی کو ترجیح دی ۱۱۲۲ھ میں بمصر ۲۳ سال حج کو تشریف لے گئے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بدولت بہت شہور ہوئے اور اپنے بزرگوں کے سلسلہ طریقت کو جاری رکھا۔ آپ نے حضرت شیخ محمد عابد جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد سے تھے ملاقات کی خواہش کی سرمنہ تشریف لے گئے (باقی ص ۵۳ پر)

خواجہ شرف الدین محمد

خواجہ محمد سنگین

خواجہ نظام الدین محمد

خواجہ نور الدین محمد آفتاب کشمیر	خواجہ علا الدین مرزا - وفات ۱۱۵۹ھ	خواجہ بہار الدین
پیدائش ۱۰۸۶ھ	شاہ جہان آباد مقبرہ حضرت باقی باللہ	وفات کشمیر
وفات ۱۱۵۶ھ کشمیر	خواجہ جمال الدین	
خواجہ کمال الدین شہید	خواجہ خیر الدین ابوالخیر	
شہادت ۱۱۸۸ھ		
(کشمیر)	خواجہ محمد شاہ	(باقی صفحہ ۵۴ پر)

(بقیہ صفحہ ۵۲) مگر ڈیوڑھی پر ہی تھے کہ آپ کی خبر انتقال پر ملال سنکر جو اس باختر ہوئے۔ آپ کے جانشین خواجہ مولیٰ خان وہ بیدی سے بیعت ہوئے ایک سو سال کی عمر میں ۱۲۰۰ھ کو اسکو پیارے ہو گئے مولانا صدر الدین مصنف ذکر الصادقین اور شیخ الاسلام مولانا قوام الدین مصنف رسالہ توامیہ آپ کے نامور خلفا سے تھے۔ نماز جنازہ کی امامت مولوی قوام الدین صاحب مفتی شہر جو آپ کے خلیفہ تھے حسب الوصیت ادا کی۔ اور محلہ سید واری سہری نگر کشمیر میں دفن ہوئے جب آپ کی شادی مولیٰ محمد شاہ بادشاہ نے آپ کو امین آباد کا علاقہ جو ضلع گوجرانوالہ میں ہے جاگیر میں پیش کیا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ پہلا خواجہ شاہ نواز جو جوانی ہی میں لاؤ لہ انتقال کر گئے۔ دوسرے خواجہ شاہ نیاز جنہوں نے اپنے خاندان اور خطہ کشمیر کا نام دنیا میں روشن کیا۔ اور خانقاہ نقشبندیہ کی بنیاد ۱۲۱۲ھ میں ڈالی۔ شیخ شرف الدین زبیر جو آپ کے خلیفہ تھے نے رسالہ روضۃ اشرف و روضۃ الاسلام میں آپ کے حالات و مقامات عالیہ کا ذکر کیا ہے خواجہ محمد شہاب نقشبندی خواجہ شاہ نیاز نقشبندی کے فرزند دلبند اور سعادت مند خلیفہ تھے۔ آپ نے سید صفر شاہ قادری کی لڑکی سے شادی کی۔ علم معنوی کا درس اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔ آخری عمر میں کشمیر کو الوداع کیا اور لاہور میں اقامت پزیر ہو گئے۔ اور لاہور میں ۱۹ جمادی الثانی ۱۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ اور مقبرہ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری میں دفن ہوئے۔ سلسلہ کثر السعادت (قلمی نسخہ) تصنیف خواجہ عین الدین نقشبندی کی سی تاج الدین کا ذکر نہیں پایا بلکہ نام زائد ہے۔ مگر تاریخ عظمیٰ کشمیر میں آپ کے سلسلہ نسب میں تاج الدین کا ذکر آتا ہے اور سلسلہ نسب اس کے مطابق ہے۔ عین الدین ابن خواجہ خاندن محمود ابن خواجہ میر سید شریف ابن خواجہ ضیاء الدین ابن میر خورشید بن خواجہ میر ابن خواجہ علا الدین ابن خواجہ حسین خلف خواجہ علا الدین عطار خواجہ عین الدین کے مقابلہ میں خواجہ عظیم مولف تاریخ عظمیٰ کشمیر کی کوئی اہمیت نہیں۔

خواجہ محمد شاہ

(بقیہ صفحہ ۵۳) خواجہ کمال الدین شہید

خواجہ عبدالحق	خواجہ محمد الدین	خواجہ علاء الدین	خواجہ احمد شاہ	خواجہ حسین شاہ
شہادت ۱۲۳۹ھ	وفات ۱۲۱۲ھ	وفات ۱۲۳۶ھ	x	انکی اولاد دینی گنج منسلک ہے
رکشمیر	رکشمیر	رکشمیر		ادنیپال میں ہے -
				وفات ۱۳۰۴ھ
				خواجہ سید حسن شاہ
				پیدائش ۱۲۹۲ھ
				وفات ۱۳۲۸ھ
				خواجہ محمد یوسف پیش نام نیپال
				پیدائش ۱۲۹۵ھ
				وفات ۱۳۵۳ھ
				خواجہ محمد ابراہیم شاہ
				پیدائش ۱۲۹۹ھ
				وفات ۱۳۲۸ھ

خواجہ عبدالباقی	خواجہ پیر شاہ	خواجہ محمد شاہ	خواجہ محی الدین - ان کی اولاد
وفات ۱۲۶۳ھ	ان کی اولاد کابل اور ختن میں موجود ہے	ان کی اولاد کابل میں موجود ہے	ختن اور کابل میں موجود ہے
رکشمیر			

حصہ سوئم

خواجہ عبدالباقی

خواجہ عبد الرحمان	خواجہ عبد العزیز	دوار کیال
وفات ۱۲۸۹ھ	ان کی اولاد سری نگر میں موجود ہے	x
خواجہ عبدالحق		
خواجہ غلام نبی	خواجہ محمد مقبول	خواجہ قبول شاہ
وفات رکشمیر		(وفات ختن)
خواجہ غلام نبی	خواجہ علی محمد عطار	خواجہ عبدالحق
وفات ۱۲۹۵ھ	(مدینہ منورہ)	(ختن)
(آزاد کشمیر)	سید مریم	سید نور محمد
سید ضیاء عطار	سید عباس عطا	سید محمد عبد اللہ
	سیدہ تاج النساء	سید شام محمد
		سید عبد الرحیم

تصانیف حضرت ایشال رحمۃ اللہ علیہ

رسالہ محمودیہ آپ کی مشہور اور اہم تصنیف ہے۔ اس میں طریقہ اوراد و افکار کے علاوہ اپنے اپنا شجرہ مختصر طور پر حضرت سرکارِ دُعا عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مرقوم فرمایا ہے اور یہ رسالہ ۱۰۲۵ھ میں مرتب ہوا۔ اس رسالہ کا ضمیمہ بھی ہے جس کے مولف خواجہ محمد بن خواجہ وفائی نقشبندی ہیں۔ اس کا سن تصنیف ۱۱۲۶ھ ہے۔ اس ضمیمہ میں حضرت خواجہ خاوند محمود کے بعد سے لے کر خواجہ محمد بن وفائی نقشبندی کے اپنے زمانے تک جمیع افرادِ خاندان محمودیہ کے حالات درج ہیں۔

آپ اعلیٰ درجہ کے مبلغ و مناظر بھی تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے شیعہ علماء سے اکثر کامیاب مباحثے اور مناظرے کئے اور غالب رہے۔ آپ نے ردِ شیعیت پر ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا۔

حضرت ایشال عظیم خطاط تھے آپ نے حضرت سید علی بن عثمان الجویزی المعروف بہ داتا گنج بخش المتوفی ۷۶۵ھ کی "کشف المحجوب" کو اپنے زمانے میں اپنے دست مبارک سے نقل کیا اور حاشیہ پر مولانا عبد الغفور لاری کی چمیدہ چمیدہ شرح جو کہ مولانا نے فرمائی تھی اس کو بھی محفوظ رکھا۔ اس نسخہ کے آخر میں آپ کے دستخط مبارک اور تاریخ تکمیل بھی درج ہے یہ نسخہ ایک شنبہ عرۃ ربیع الثانی بوقت دوپہر ۱۰۱۴ھ کو مکمل ہوا۔

بیان کرتے ہیں۔ اس نسخہ کے علاوہ ایک اور نسخہ کشف المحجوب کا آپ نے اپنے دست مبارک سے لکھا تھا جو اس وقت دارالعلوم دیوبند (بھارت) میں موجود ہے۔ اس نسخہ کی تاحال تصدیق نہیں ہوئی۔ اور تاریخ تکمیل کا بھی کوئی علم نہیں۔ موجود نسخہ کے آخری صفحہ پر عین وسط میں یہ عبارت درج ہے۔

”تمت تمام شد بتاریخ عرۃ ربیع الثانی روز یکشنبہ بوقت دوپہر ۱۰۱۴ھ“

اس رسالہ کی موجودگی لاپتہ ہے۔ اس ضمیمہ کی موجودگی لاپتہ ہے۔ اس رسالہ کی موجودگی لاپتہ ہے۔ جستجو جاری ہے۔ عام روایت کے مطابق آپ نے ۷۶۵ھ میں وفات پائی لیکن بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا حقیقی سن وفات اس سے متاخر ہے حضرت ایشال کے قلمی نسخوں ۷۶۷ھ تحریر ہوا اللہ اعلم بالصواب۔ یہ قلمی نسخہ چوہدری عبدالعزیز صاحب ایم اے ایل ایل بی (باقی ص ۵۶ پر)

اسی صفحہ کے بائیں کونہ میں "کاتب کتاب کشف الخجوب بندہ ضعیف خواجہ خاوند
 محمود ابن خواجہ شریف است مرید قطب العالمین خواجہ محمد اسحق قدس سرہ" مرقوم ہے۔ دائیں کونہ کی جانب "یلو الخ خط فی قرطاس دھرا۔ وصاحبہ رمیم فی الترابی" وفات پیر علی بھویری قدس سرہ درسن ۴۵۶ ھ بود۔ لکھا ہوا ہے۔

اس نسخہ کی لکھائی نہایت خوبصورت عمدہ اور دیدہ زیب ہے۔ ۴۵۵ صفحات پر
 مشتمل ہے تقطیع ۹×۶ ۱/۲ ہر صفحہ میں ۱۹ سطریں ہیں محظوظ کا ابتدائی حصہ نقش و نگار
 سے مرقع ہے سرخ روشنائی سے ہر فصل اور فہرست کتاب لکھی ہوئی ہے عنوانات بھی
 سرخ روشنائی میں تحریر ہیں تمام صفحات پر زیریں جدول ہے یہ نسخہ خطاطی کا بہترین
 نمونہ ہے۔

(بقیہ صفحہ ۵۵) کلکٹر کٹمنر (کراچی) کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

۱۔ ترجمہ کاغذ پر لکھائی خط زمانہ بھر چمکتی رہے گی جبکہ اس کے لکھنے والا مٹی میں ریزہ ریزہ
 ہو گیا ہوگا

خلفاء حضرت ایشان

آپ کے انیس نامور خلیفے ہیں جو بعد تربیت و تکمیل مختلف ممالک میں ہدایتِ خلق اور تبلیغِ اسلام کے لئے مامور ہوئے (۱) خواجہ احمد فرزند حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) خواجہ خاوند معین الدین فرزند حضرت ایشان

(۳) خواجہ عبدالرحیم جو حضرت خواجہ حسن عطار بن علار الدین عطار کی اولاد امجاد سے تھے۔

(۴) خواجہ سید یحییٰ جو حضرت شاہ شجاع کرمانی کی اولاد سے تھے۔

(۵) خواجہ محمد امین و حیدری۔ (۶) خواجہ عبدالعزیز و حیدری۔

(۷) خواجہ ترسون المشہور بہ خواجہ باقی۔ (۸) خواجہ شادمان کابلی۔

(۹) مرزا ہاشم برادر خواجہ دیوانہ بلخی جو سبحان قلی خان بادشاہ بلخ کے مرشد تھے۔

(۱۰) خواجہ لطیف درخشی۔ (۱۱) خواجہ بانڈی کشمیری۔

(۱۲) مرزا ابراہیم برادر میر نعمان جو حضرت شیخ احمد مجدد الفاتحی کے خلیفہ اعظم تھے۔

(۱۳) خواجہ حاجی طوسی۔ (۱۴) حاجی ضیاء الدین سمرقندی۔

(۱۵) خواجہ ابوالحسن سمرقندی۔ (۱۶) مولانا پائندہ حارثی۔

(۱۷) شیخ پیر محمد۔ (۱۸) شیخ محمد یوسف۔ (۱۹) خواجہ بہار الدین فرزند حضرت ایشان

بلخ ماخذ بزرگان لاہور مؤلف پیر غلام دستگیر نامی ذخیرۂ مستقیمۃ الاصفیاء حصہ اول از مفتی غلام سرور راقم کی تحقیق کے مطابق سید عبدالرحیم نقشبندی المعروف شیخ کمان حضرت ایشان کے مرید و خلیفہ ہیں تھے خواجہ سید عبدالرحیم نقشبندی المعروف شیخ کمان کے والد کا نام خواجہ محمد شریف تھا۔ ۱۰۹۹ھ مطابق ۱۶۸۷ء تا شہنشاہی میں پیدا ہوئے چوبیس سال کی عمر ۱۱۲۳ھ میں بقصد زیارت حرمین شریفین داولیائے کرام بخار سے کابل تشریف لائے پھر پشاور کے راستے سے دہلی پہنچے اس وقت ہندوستان میں شاہ عالم میرہ عالمگیر رقی بخش تاج و سرور تھے اور نواب سیف الدولہ سید عبدالصمد خان کے ہاں بوجہ قربت قرینہ مہمان ہوئے جب نواب صاحب موصوف دہلی سے حکومت پنجاب پر مامور ہوئے تو آپ اعتماد الدولہ قمر الدین خان نصرت جنگ کے ہاں ٹھہرے پھر زیارت حرمین شریفین کو چلے گئے عمر ایک سو سال پائی اور سن ۱۲ جمادی الاول ۱۲۰۰ھ روز دوشنبہ وفات پائی۔ محلہ سیداری سری گڑھ میں دفن ہوئے حضرت خواجہ خاوند محمد آپ کی پیدائش سے پہلے ۱۰۵۲ھ میں وفات پا چکے تھے

حضرت ایشاؓ کے ان خلفاء کی تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ انہوں نے لاکھوں
ہندوؤں کو راہ ہدایت دکھائی اور دروازہ ممالکِ اسلامیہ میں طریقہ نقشبندیہ کو فروغ دیا۔
حضرت کی تعلیمات کو پھیلایا۔ اور تبلیغِ اسلام کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں جن کا فیضان
آج تک جاری ہے۔

دو بھائیوں کی آمد

حضرت سید میر جانؒ بہ اشارہ ربانی مدینہ منورہ سے لاہور تشریف لائے۔ خانقاہ
حضرت ایشاؓ میں قیام کیا۔ اہل بگیم پورہ و اہل لہان باغیا پورہ نہایت عزت و تکریم سے پیش
آئے۔ ایک خلق کثیر نے آپؒ کو کتاب فیض حاصل کیا۔ اور حلقہ ارادت میں شامل ہوا۔

حضرت سید میر جانؒ کا بی

سید میر جانؒ نام لقب بڑے شاہ صاحب والد کا نام سید میر حسن بن عبد اللہ۔ وطن
کابل تھا۔ سلسلہ نسب ننھیال کی طرف سے حضرت ایشاؓ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت
کابل میں پائی۔ تحصیل علم سے جب فارغ ہوئے تو ہدایتِ خلق اور تبلیغِ دین اسلام میں مصروف
ہو گئے۔ آپ علومِ قرآن کے فاضل اور حدیث و فقہ کے عالم تھے۔ تمام احوال و مقامات کو شرعی
نگاہ سے دیکھتے۔ اور جو کچھ بیان کرتے تھے قرآن و حدیث سے اسناد کرتے۔ لاہور تشریف لانے
سے پہلے آپ نے دور دراز ممالکِ اسلامیہ کی سیر و سیاحت کی۔ اشاعتِ دین کی گراں بہا خدمات
سرانجام دیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا۔ دورِ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا سید احمد علیؒ

سید احمد یار بخاری المتوفی ۱۲۹۴ھ اپنے زمانے کے صوفیاء و صلحاء سے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام
عبد السلام تھا جو بخارا کے سادات خاندان سے تھے۔ شیخ محمد تشریف قندھاری نقشبندی مجددی کے نامور مرید
و خلیفہ تھے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو فروغ دیا۔ بے شمار افراد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ وارد
شہر امرتسر (بھارت) ہوئے اور وہاں ہی وفات پائی۔ گھی منڈی (امرتسر بھارت) کے قبرستان میں مدفون
ہوئے۔ آپ کے درمیں پہلو میں ملا دوست محمد خاں کابلی جو امیر عبدالرحمن بادشاہ کابل کی طرف سے سفیر
کابل تھے۔ دفن ہیں وہ آپ کے مرید تھے اور ان کا سن وفات ۱۹۰۷ء ہے۔ (باقی صفحہ ۵۹ پر قطعہ تاخیر دیکھئے)

بخاری اوچی ثم اترسری راجو حضرت شیخ محمد شریف قندھاری نقشبندی مجددی کے نامور مرید و خلیفہ تھے، کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور خدمت مرشد میں رہ کر مقامات سلوک کی تکمیل کی اور خرقہ خلافت و ارشاد ہدایت سے سرفراز ہوئے۔ آپ جامع کمالات صوری و معنوی اور کاشف اسرار شریعت و طریقت تھے فقر اور استغناء میں بے نظیر و بے عدیل تھے اکثر افراد آپ کے ہاتھ پر شرف بہ اسلام ہوئے جسب عادت آپ مسجد کے محراب میں تشریف رکھتے اور طالبان علم و ہدایت کا اجتماع کثیر آپ کے ارد گرد رہتا۔ آپ علوم قرآن و حدیث کی ترویج اشاعت دین اسلام احکام شریعت کا اتباع ریاضت و عبادت مراقبہ ذکر و فکر سماع سے اجتناب غیر شرعی امور سے احتیاط جو ش تبلیغ اور اعلاء کلمۃ الحق کی بدست

بقیہ ص ۵۸ قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا سید احمد یار بخاری اترسری

زہی ام مصدر انوار سرد
کہ نام نامی اش بدیار احمد
رسید زلف دو گوش بوشم
بگو تاریخ شان مختار احمد ۱۲۹۹ھ

۱۔ حضرت شیخ محمد شریف نقشبندی المتوفی ۱۲۲۰ھ اپنے عہد کے اکابر صوفیاء و علماء سے تھے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ و مجددیہ کو فروغ دیا۔ خطہ قندھار میں پیدا ہوئے اور شیخ محمد شریف قندھاری کے ہم عصر شہرت پائی۔ بے شمار افراد آپ کے حلقہ ارادت و عقیدت میں شامل ہوئے۔ سر مہند شریف میں سکونت اختیار کی۔ ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی اور سر مہند شریف میں مدفون ہیں۔

قطعہ تاریخ وفات حضرت شیخ محمد شریف نقشبندی از حضرت مولانا سید احمد یار بخاری

مرشد ما شاہ محمد شریف	مرجع اقطاب شریف و لطیف
منظر اسرار رموزات حق	مطلع انوار فیوضات حق
صورت اوسیرت خلق حسن	نافع عطار ز آہو خستن
علم یقین اشت زجبل المتین	عارف حق بود بحق البقین
درہ توحید قدم چوں نہاد	دادہ ز توحید بتفرید داد
کامل کمال چو شاہ نقشبند	علم و عمل شاہ مجدد و شہند
مرشد و مرشد شاہ ابوسعید	رونق ارشاد از و شد جدید
خطہ قندھار اصولش وطن	مدفن سر مہند حدیقہ حسن
احمد گنام بصدق و صفاء	فیض ز تاریخ ورا شد عطاء
الفد و صد و شصت و ما ش چو دید	رحمت حق باد بر روحش مزید

کرتے تقریباً ۳۰ سال لاہور میں آپ کا فیضان جاری رہا۔ خلق کثیر نے آپ سے علمی اور روحانی فیض حاصل کیا۔ یہ سب حضرت ایشاںؒ کی توجہ اور فیضان کا اثر تھا۔ جن سے حضرت سید میر جانؒ فیض یاب ہوئے اور جن کے آپ "اویسی" تھے۔ اہل لاہور کے علما و صلحا میں مولوی شبیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ و مولوی غلام قادر خطیب بیگم شاہی

سے حضرت میاں شبیر محمد المشہور میاں شبیر محمد شرقپوری المتوفی ۱۳۴۷ھ لاہور کے جید علما و فضلا سے تھے علوم ظاہری و باطنی میں اہل تھے مستغنی المزاج اور سادہ لباس و رویش تھے سلسلہ نقشبندی مجددیہ کے نامور بزرگ خواجہ امیر الدین کوٹلوی کے مرید تھے حضرت ایشاںؒ سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور مزار شریف پر اکثر حاضری دیتے۔ ایک دفعہ حضرت ایشاںؒ کے مزار شریف پر حاضر تھے کہ مزار مبارک سے کشف ہوا کہ حضرت ایشاںؒ باہر بیٹھے ہیں۔ آپ باہر مسجد میں تشریف لے آئے۔ مسجد کے درمیان حوض تھا اور حوض کے کنارے حضرت سید میر جانؒ کا مایہ سجادہ نشین خانقاہ حضرت ایشاںؒ تشریف رکھتے تھے۔ آپ سے ملاقات ہوئی آپ نے پوچھا۔ "آپ کہاں سے آئے ہیں ہمیں صاحب جواب دیا "مکان شریف سے" آپ بولے۔ اے شیخ الوقت ہشفقت و محبت سے آپ کی سرخ آنکھیں نمدار ہو گئیں ضبط نہ ہو سکا۔ مستی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ مراقبہ میں چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد میاں صاحبؒ نے حضرت سید میر جانؒ کو نذرانہ بصورت شیرینی پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمایا اور حاضرین مجلس میں تقسیم کر دیا میاں صاحبؒ کی زندگی اتبارع سنت کی مکمل نمونہ تھی۔ آپ عارف شب زندہ دار تھے۔

۱۔ آپ قصبہ بھیرہ ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ بمطابق سن ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔ بیگم شاہی مسجد لاہور کے خطیب تھے، یہ مسجد شاہی عمارت میں ایک عالی شان مسجد جو قلعہ لاہور کے نزدیک جانب شرق واقع ہے۔ شہنشاہ نور الدین جہانگیر کی ماں مریم زمانی نے ۱۰۲۳ھ بمطابق سن ۱۶۱۴ء میں تعمیر کرائی تھی۔ حکمہ نزول میں مدت سے چلی آرہی تھی میجر میکریگ ڈپٹی کمشنر لاہور نے ۱۹۵۱ء میں ٹھیک اور دوکانوں سمیت مسلمانان لاہور کے سپرد کر دی مولوی غلام قادرؒ حدیث و فقہ و آداب کے عالم تھے۔ اس مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ مولانا غلام محی الدین گوی المتوفی ۱۳۵۷ھ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ پھر دہلی گئے اور حضرت مولانا مفتی محمد الدین صدقہ الصدرؒ کے مدرسہ میں داخل ہو کر منقولات و معقولات اور دیگر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۵۷ھ کے ہنگامہ کے بعد لاہور آئے اور اونچی مسجد اندر ٹل بھاٹی دروازہ لاہور میں درس تدریس کا سلسلہ شروع کیا پھر بیگم شاہی مسجد کے خطیب مقرر ہو گئے کچھ عرصہ اور ٹیل کالج۔ لاہور میں عربی کے پروفیسر بھی رہے۔ مشہور مدرسہ نعمانیہ میں بھی درس دیا۔ اعلیٰ درجہ کے مبلغ و مناظر تھے۔ عیسائی پادریوں، قادیانیوں، وہابیوں، پیچروں، چکراولیوں سے اکثر کامیاب مباحثے اور مناظرے کئے اور غالب رہے۔ اس ارشاد و ہدایت کے ساتھ تصنیف و تالیف کا (باقی آگے ص ۶۱ پر)

مسجد لاہور عموماً جمعرات یا جمعہ کے روز تشریف لاتے مسجد کے محراب کے پاس بیٹھ جاتے اور آپ کے ارشادات گرامی سے مستفیض ہوتے تھے مسجد کے پاس ہی ایک عمارت جس کو نواب یحییٰ خان نے تسبیح خانہ کے نام سے تعمیر کرائی تھی اس میں فاتحہ خوانی اور ختم خواجگان ہوا کرتا تھا۔

(بقیہ صفحہ ۶۰) سلسلہ بھی تھا کئی ایک کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں مثلاً شمس الخیفہ شوارب صمدیہ نوربانی شمس الضحیٰ نماز حضورؐ عجمی ایمانی اور اسلام کی گیارہ کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے مرید و خلیفہ تھے آپ نے حضرت سید میر جان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مزار احاطہ مسجد بگیمش ہی میں ہے۔

مولانا غلام محی الدین گوی، حافظ نور حیات گوی کے فرزند رشید تھے ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے قرآن شریف حافظ حسن سے پڑھا۔ علم حدیث کی تحصیل مولوی محمد اسحاق کی خدمت میں کی مولانا شاہ عبدالعزیز سے علم حدیث کی سند لی فارغ التحصیل ہو کر لال مسجد لاہور میں اہم و خطیب مقرر ہوئے۔ پھر بیمار ہو کر اپنے گاؤں بگا میں چلے گئے۔ ماہ شوال ۱۳۷۳ھ میں وفات پائی۔

مولانا مفتی عبداللہ صدور دہلوی کے والد کا نام شیخ لطف اللہ کشمیری تھا ۲۲ ربیع الاول ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے علوم نقلیہ کی تحصیل حضرت شاہ عبدالعزیز شاہ عبدالقادر اور شاہ محمد اسحاق سے کی تھی اور علوم عقلیہ فضل امام خیر آبادی سے حاصل کئے تھے۔ اپنے علم و فضل اور ظاہری و باطنی کمالات کے باعث ہم عصر میں ممتاز تھے۔ انگریزی حکومت کی طرف سے دہلی کے صدر الصدور و مفتی مقرر ہوئے صاحب مروت و احسان تھے۔ مدرسہ دار البقاء دہلی کے اکثر طلبہ کو کھانا اور لباس دیتے تھے طلبہ کو گھر پر درس دیتے تھے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد پر دستخط کئے اس کی وجہ سے گرفتاری معزولی منصب اور ضبط جائیداد تک نوبت پہنچی چند ماہ کے بعد رہائی پائی نصف جائیداد واکذاشت ہوئی۔ مگر آخری زندگی عسرت سے گزری۔ قریباً تین لاکھ روپے کی مالیت کا کتب خانہ ضبط ہو گیا تھا۔ کوشش کے باوجود نہ ملا۔ مرزا غالب، مومن، مصطفیٰ خاں شیخہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے نہایت گہرے مراسم تھے۔ خود بھی علمی درجہ کے شاعر تھے عربی، فارسی، اردو و ہندوستانی زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ سر سید احمد خاں، نواب یوسف خان والے رام پور، نواب صدیق حسن خاں قنوجی، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی محمد منیر نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی فقیر محمد جلی آپ کے نامور شاگرد تھے کثرت درس کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی طرف کم توجہ دی۔ رسالہ منتہی المقال فی شرح حدیث لانتہ الرجال، دار المنصون فی حکم مرہ، محفوظ اور بہت سے فتوؤں کے جوابات ان کی یادگار ہیں اور شعراء کا ایک تذکرہ فارسی میں لکھا تھا جو اب نایاب ہے۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء میں لا ولد وفات پائی۔ آپ کی قبر شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی درگاہ میں ہے۔

۲۔ حضرت سید محمد آغا

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت سید محمد آغا آپ کی تلاش میں کشمیر سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔ خانقاہ حضرت ایشاں میں ملاقات ہوئی۔ بڑے بھائی کے پاس مستقل قیام نہ کیا۔ شالامار باغ میں شاہی حمام کے پاس والے برج میں رہنے لگے۔ آپ بھی ولی اللہ اور مجذوب تھے۔ مستی کی حالت میں رہتے تھے۔ اور حضرت ایشاں کے ساتھ والہانہ عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔ آپ فارسی زبان میں شعر فرماتے اور تراب آپ کا تخلص تھا حسب عادت آپ خانقاہ میں تشریف لاتے اور جوش عقیدت سے ذیل کے اشعار پڑھتے۔

- (۱) بدہ دست یقیں اے دل کہ شاہ راہ نما این جا
مے ایں جادوت ایں جاسانی شکل ایں جا
- (۲) نہ تاہم سرازیں درگاہ برداے معنی ناداں
سہرایں جاسجدہ ایں جابندگی ایں جاجدا ایں جا
- (۳) مکن گردن کشی باخود بدن چنگل بدامانش
محمد شرب ایں جامہ یوسف لقا ایں جا
- (۴) بجاک درگاہش خو کن گر مقصودے خواہی
تراب اینجا شراب اینجا کباب ایں جا

آپ کے عارفانہ کلام میں سوز و گداز و دردمندی و جوش عقیدت اور مستی نمایاں ہے۔ انگریز کی عملداری میں کئی فرنگی، سیروسیاحت اور تبلیغ عیسائیت کی غرض سے ہندوستان آئے۔ دہلی اور آگرہ سے گزرتے ہوئے لاہور بھی قیام کرتے اور مغلیہ سلطنت کا مشہور شہر لاہور اور اس کی سب سے بڑی یادگار شالامار باغ جو لوہا علی مردان خان اور خلیل اللہ خان کے اہتمام میں ایک سال چار ماہ اور پانچ دن میں چھ لاکھ روپیہ کی لاگت سے

لبہ نواب علی مردان ایک زبردست انجینئر تھا۔ باغات و عمارات کی تعمیر کا بڑا شوق رکھتا تھا۔ کابل کشمیر لاہور اور دہلی میں باغات بنوائے اور نہریں جاری کروائیں۔ دہلی کی نہر جو شہر اور قلعہ کے درمیان بہتی ہے۔ اس کی یادگار ہے۔ مادھو پور کے نزدیک جو نہر راوی سے نکلی کہ شالامار باغ کو سیراب کرتی ہے۔ اسی کے ماتحت جاری ہوئی۔ ۱۶۵۷ء میں بموجباترین بیمار ہوئے۔ ۱۶۷۰ء رجب المرجب ۱۰۷۰ھ بمطابق اپریل ۱۶۵۷ء کو انتقال کر گئے۔ لاہور میں مدفن میں مقبرہ ریلوے درکشاپ میں ہے جس کی حالت بہت خستہ ہے۔ لکنہ آپ فن تعمیرات میں ماہر تھے اور شالامار باغ کی تعمیر میں نواب علی مردان خان کے معاون تھے۔

تیار ہوا تھا کی سیر و تفریح کرتے۔ جب شاہی حمام والے بُرج سے گزرتے تو اس مستغنی المزاج اور سادہ لباس درویش کو اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے حیرانی سے دیکھتے تو باغ کا انگریز نگران آپ کی موجودگی کو اس باغ کی خوشنمائی میں ایک دھبہ خیال کرتا۔ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا کہ اس دھبہ کو دور کرے۔ آخر آپ کو جگہ خالی کرنے پر مجبور کیا گیا آپ نے تنگ آ کر شمالاً مار باغ کو چھوڑ دیا اور اپنے بڑے بھائی کے پاس خانقاہ حضرت ایشاںؒ میں چلے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد امرتسر شریف لے گئے اور مریدوں کے ہاں قیام کیا۔ اسی دوران میاں امین الدین باغبانپوری بیل خریدنے کی غرض سے میلہ مویشیاں بمقام امرتسر گیا جب وہ بازار سے گزر رہا تھا اتفاقاً آپ کی نظر اس پر پڑی۔ اپنے مریدوں میں ایک کو کہا کہ۔
”جاؤ اس مسافر کو میرے پاس لے آؤ“

میاں امین الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آداب بجالایا۔ آپ نے دعا فرمائی اور پوچھا۔ ”شاہی حمام والے بُرج کا کیا حال ہے“ اس نے جواب دیا۔
”یا حضرت! آپ کے چلے جانے کے بعد وہ گر گیا۔ نگران اور ناظم شمالاً مار باغ دونوں سخت مصیبت میں مبتلا ہیں حکومت ان پر سختی کر رہی ہے آپ ان کی بھلائی کے لئے دعا فرمائیں“

دو بھائیوں کی وفات

آپ نے ۱۱ ذوالحجہ ۱۲۹۹ھ بمطابق ۱۸۸۲ء میں لاوڑ وفات پائی بچھوٹے بھائی کی وفات کے تقریباً بیس برس بعد بڑے بھائی یکم شعبان ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۱ء کو اللہ کو پایاے ہوئے۔ آپ بھی لاوڑ تھے۔ یہ دونوں بزرگ حضرت ایشاںؒ کے مزار کے مشرقی پہلو میں دفن ہیں اور ان کا فیضان آج تک جاری ہے کتبہ پر یہ شعر لکھا ہے۔

اے آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ باغبانپورہ کے رئیس تھے قوم کے راہنما تھے اور زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے ذریعہ معاش زمینداری تھا میاں جمال الدین رئیس باغبانپورہ کے ہم زلف تھے۔ قبرستان باغبانپورہ میں دفن ہوئے۔

کا ملاں را نور ویدہ جانِ جاناں عارفان
نور چشم خواجگان نام پاکش مر ۱۳۱۹ھ جان

ابو محی الدین مسکین مؤلف تحائف الابرار المعروف تاریخ کبیر کشمیر آپ کی تاریخ
وفات غرہ شعبان ۱۳۱۹ھ لکھتے ہیں۔ مگر عقیدتمندوں کے قول کے مطابق یکم ماہ شعبان
۱۳۱۹ھ پنج شنبہ کی رات بوقت گیارہ بجے آپ نے وفات پائی اور جمعہ کے روز دفن کئے
گئے۔ شعبان کی تیسری شب اور دوسرے دن کو آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے جس میں ختم
خواجگان اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔ حاضرین مجلس کو پتر کھف کھانا دیا جاتا ہے۔
مصنف تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۸۶ پر رقمطراز ہے۔

”طریق نقشبندیہ مجددیہ آداب سلوک از مولوی احمد یار صاحب امرتسری
کہ از مریدان شیخ محمد شریف نقشبندی بود آموختہ چرخ معرفت و طریقت
افروخت جمع کثیر از خدمت ایشان مستفید شدند و در اصل از کابل بودہ اند
و عمر خود در تجرید و نظریہ گزاریندند و در کشمیر چند مرتبہ تشریف آورده
جاده ارشاد گسترده طالبان را تربیت فرمودند۔ عاقبت در شہر لہور
مراجعت نمودند و در آنجا بقیہ عمر گزاریندند و بتاریخ غرہ شعبان سن
ہزار ۱۳۱۹ھ وفات فرمودند و در مزار شریف حضرت ایشان
خاوند محمود آسودند۔“

۱۔ یہ کتاب ابو محی الدین صاحب مسکین مرحوم دحلہ سرانی بل سرنی لکڑ کشمیر کی تصنیف ہے۔
جس کا دوسرا نام تحائف الابرار بھی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کا کام ۱۳۱۰ھ سے شروع ہو کر
۱۳۲۱ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا تھا۔ تکمیل و اختتام کی تاریخ تحفۃ الابرار سے نکلتی ہے مصنف
مرحوم نے ۱۳۲۲ھ میں اس کتاب کو خود شائع کیا تھا۔ آپ کی وفات ۱۹۲۱ء میں واقع ہوئی۔
(ماخذ ملک العلماء صفحہ ۳)

اخلاق و عادات حضرت سید میر جان

حضرت سید میر جانؒ پر طریقت واقف اسرار حقیقت جامع علوم ظاہر و باطن کا ملان وقت و صاحب کرامات تھے۔ آپ کی مادری زبان فارسی تھی۔ علاقائی زبان میں بھی آپ کو خاص مہارت تھی۔ عموماً اردو یا پنجابی زبان میں خطاب کیا کرتے تھے فضیلت علمی اور زہد و تقویٰ کے باعث آپ کو بڑی عزت حاصل تھی۔ اہل بیگم پورہ، اہل بیان باغبانپورہ اور لاہور آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اکثر حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ آپ نے طالبان علم و عقیدہ مندوں کی رہائش کے لئے بہت سے حجرے بنوائے اور ان کے ساتھ ایک حویلی اور مسافرخانہ بھی تعمیر کرایا قبرستان کے لئے زمین وقف کی جو قبرستان حضرت ایشاںؒ کے نام سے مشہور ہے۔ ان میں آپ کے مریدوں اور عقیدہ مندوں کی قبریں ہیں۔ دور دراز محالک اسلامیہ کے مسافر اور طالب علم اگر قیام کرتے تھے۔ آپ مسجد کے شمالی حجرہ یا محراب میں تشریف رکھتے۔ طلبہ و مریدین کو قرآن شریف، تفسیر، حدیث، فقہ اور عقائد کی تعلیم دیتے۔ صحبت و بیعت کے ذریعے سیرت کی نچنگی، کردار و عادات کی بلندی اور جذبہ اخلاص و محبت پیدا کرتے۔

آپ ایک ایسے عالم تھے جن کو کسی کی اعانت کی ضرورت نہیں تھی یا تو آپ فدیہ البال تھے یا امداد کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اشاعت علم کو کار خیر سمجھ کر اپنی زندگی کا معقول حصہ عام لوگوں کی تعلیم و فیض رسانی پر صرف کرتے تھے۔ یغیر کسی معاوضہ یا اجرت کے مشغول درس تدریس رہتے تھے۔

لحہ حویلی کے اندر مغرب کی جانب برآمدہ کے پاس ایک مزار ہے جس میں حضرت سید میر جانؒ کی ہمیشہ مدفون ہیں۔ آپ بڑی بزرگ عابدہ زاہدہ اور متقیہ تھیں۔ آباؤ اجداد سے کرامت و شرافت میراث میں پائی تھی۔ بی بی جان کے خطاب سے مخاطب تھیں۔ بھائی کی وفات کے بعد چند برس زندہ رہیں اور ۱۹۱۲ء میں لاؤد وفات پائی۔ خانقاہ حضرت سید میر جانؒ کی تولیت و نگرانی عقیدت مندوں کی اتفاق رائے سے بابا کامل دین مرید حضرت سید میر جانؒ کے سپرد ۱۹۱۲ء میں ہوئی اور خود بی بی جان ان کے حق میں زندگی میں دست بردار ہو گئیں تھیں۔

موسم گرمیاں اکثر آپ کشمیر تشریف لے جاتے۔ خانقاہ شاہ بہمانؒ یا خواجہ حسن اور
 معین الدین نقشبندیؒ میں قیام کرتے کبھی کبھی اپنے مرید خاں صاحب میاں محمد حسینؒ یا بغا پور
 جوان دہلی کشمیر میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ملازمت پر تھے تشریف لے جاتے
 اور قیام کرتے خطہ کشمیر میں بھی آپ کا سلسلہ درس و تدریس بدستور جاری رہا۔ وہاں
 بھی عقیدتمندوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے ارگرد رہتی اور ارشادات گرامی سے فیض

لے آپ کا نام میر سید علی ہمدانیؒ والد کا نام شہاب الدین بن محمد تھا آپ سیخ شرف الدین محمد مزہرہؒ کا بیٹا
 مرید تھے۔ پروم شد کے حکم کے مطابق آپ نے تین دفعہ ایک چوتھائی دنیا کی سیر و سیاحت کی اور ایک بار
 پکارا سوادیار کا ملین سے ملاقات کی۔ آپ نے کشمیر میں قیام کیا۔ آپ کی خانقاہ حلیٰ یا مسجد شاہ بہمانؒ کشمیر
 میں ہے۔ آپ کشمیر میں ہدایت خلق اور تبلیغ دین اسلام پر مصروف رہے اور کشمیر کے اکثر قبائل و خاندانوں
 آپ کے ہاتھوں پر شرف بہ اسلام ہوئے بلکہ یہ علاقہ تو آپ کے روحانی تصرف میں سمجھا جاتا ہے۔ آپ
 کشمیر کے رئیس الاولیاء علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال پر
 کامل تھے۔ آپ صرف صوفی ہی نہیں تھے بلکہ ایک اچھے معلم بہترین رہبر اور صاحب قلم لکھنا پڑانا
 آپ کی فارسی اور عربی کتابوں کی تعداد بے شمار ہے۔ تحائف الابرار میں آپ کے ریحان قلم کا شمار ایک
 معتبر (۱) مرقوم ہے مگر جو کتب یا رسائل دستیاب ہو سکے ہیں ان کی تعداد صرف تراسی (۸۳) کے قریب
 بیان کی جاتی ہے جو عربی اور فارسی زبان پر مشتمل ہیں۔ آپ کی اہم تصنیف ”ذخیرۃ الملوک“ ہے۔
 صاحب کتاب حلیقہ الاسرار فی الابرار نے آپ کی تاریخ وفات ۵ ماہ جمادی الاول ۸۶۷ھ لکھی
 ۶۰۰ھ دلا شکوہ کی مشہور کتاب سفینۃ الاولیاء میں تاریخ وفات ۶ ذی الحجہ ۷۰۰ھ درج ہے۔ آپ کا مزار
 سالٹہ ختلان (حال شہر کوٹاب تاجکستان سویت روس) کے شرق میں واقع ہے۔

یہ مقبرہ بالکل شکستہ ہو چکا ہے۔ اس مقبرہ میں آپ کی بمشیرہ ۵ ماہ خراسانیؒ اور ایک عارفہ مخدومہ
 ”آفتاب نہانیؒ“ اور ایک بزرگ مدفون ہے جن کا اس خاندان سے تعلق تھا۔ آپ کی قبر کا تعویذ سنگ
 کا ہے جو بالکل شکستہ ہو چکا ہے اس پر عربی زبان میں کچھ عبارت تحریر ہے جو پڑھی نہیں جاسکتی۔
 ۱۷۰۰ھ آپ کے والد کا نام میاں الہی بخش تھا جو باغپورہ کے رئیس تھے قوم کے ایش تھے اور
 زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر سرکاری سکول
 باغپورہ میں داخلہ پایا جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو حکومت برطانیہ کی ملازمت اختیار کی
 سرکاری خدمات کے صلہ میں ”خان صاحب“ کا خطاب پایا۔ آپ نیک سیرت متوکل شفیق بہادر
 نواز اور اخلاق حسنہ کے جامع تھے ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی قبرستان باغپورہ میں مدفون ہیں

حاصل کرتی۔ ان میں رئیس شہر کشمیر خواجہ حسن شاہ نقشبندی بن خواجہ عبدالرسول شاہ مقبل قابل ذکر بزرگ ہیں۔ غرضیکہ آپ نے اپنے علمی کمالات اور روحانی فیوضات سے سرزمین کشمیر لاہور، بیگم پورہ اور باغیانپورہ کو مالا مال کر کے کفر و ضلالت کو دور کیا جن کا فیضان آج تک جاری ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید میر جان کبھی کبھی فارسی زبان میں اشعار بھی فرمایا کرتے تھے۔ کلام کا انداز بیان نہایت سادہ و دل نشین تھا مضامین متصوفانہ اور عارفانہ ہوتے تھے۔ مگر افسوس کہ عقیدت مندوں میں کسی نے بھی آپ کے اشعار کے تحفظ کی طرف توجہ نہ دی۔ اور یہ علمی شاہکار جو آئندہ نسلوں کے لئے دلیل راہ بنتے محفوظ نہ رہ سکے۔ راقم کو بڑی تحقیق کے بعد درج ذیل اشعار ملے ہیں۔ یہ اشعار آپ نے اپنے چھوٹے بھائی سید سید محمود آغا کی وفات پر اپنی ہمیشہ کو ایک مراسلہ میں کابل لکھے تھے جن سے آپ کے دلی جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔

در مسجد گشودم باز دیدم	جواں نو خطی افتادہ بیمار
سرش را بر سبزه زانو نہادم	جینش را بوسیدم پدر دار
بگفتم ای جواں اصل از کجائی	بگفتا اصل من شہر خراساں
بگفتم ای جواں نامت چہ باشد	بگفتا نام من سید تراب جلال
بگفتم ای جواں دل چہ داری	بگفتا در دلم چہ مال بسیار
ہمیشہ بشنودم مرگ برادر	بگفتا سیت بردار مسکین گر یہ زار

لے خواجہ عبدالرسول شاہ مقبل ۱۲۷۰ھ بمطابق ۱۸۵۴ء میں انتقال کر گئے۔ ان کی وفات کے محض ۱۰ سال بعد ان کے ہاں فرزند پیدا ہوا جس کا نام مرحوم کے ارشاد کے مطابق ”حسن شاہ“ رکھا گیا۔ آپ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ علم معقول و منقول مولانا میر واعظ رسول شاہ سے حاصل کیا۔ آپ نے مدرسہ انجمن نصرت الاسلام کی بنیاد ڈالی کئی سال صدائے انجمن بنے۔ مسلمانوں کی نلاکت اور ان کی تعلیم پر آپ کو دیر کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے اور وطن عزیز کے ہی خواہ تھے صاحب و علم و فضل کے علاوہ خیرت خلق کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ اگر حکومت کا ایک حکمہ ہو کرتا تھا جس کا نام حکمہ تصفیہ بقا تھا آپ کو ڈوگرہ راجہ رہبر سنگھ نے عوام کے پرزور اصرار پر اس حکمے کا سربراہ اعلیٰ مقرر کیا تاکہ انصاف کیا جائے یہ عہدہ اعزاز ہی تھا سید احمد خاں اور مولانا شبلی نعمانی سے کافی مرہم تھے آپ کے ہاں قیام کرتے تھے ۱۳۲۶ھ میں وفات پائی رئیس شہر کشمیر ۱۳۶۶ھ

آپ کئی بار حرمین الشریفین کی زیارت سے سرفراز ہوئے تھے۔

مولوی محمد باقر نقشبندی مجددی شہر جہلم کے نواعی گاؤں دھڑیال کے رہنے والے تھے صوفی فنش اور نیک سیرت انسان تھے حضرت سید میر جان کاظمیؒ کے مرید تھے۔ آپ کی مجالس خاص و عام میں آپ کو نشست و برخاست کا شرف حاصل تھا ”مصباح الحقیقت“ کے نام سے آپ کی سوانح نگاری کو اپنا مطمح نظر قرار دے کر اپنی کتاب مرتب کی۔ یہ تالیف آپ کے حالات معلوم کرنے کے سلسلہ میں ایک مستند ماخذ تصویق کی جاتی ہے۔ کتاب مذکورہ اپنے موضوع پر جامع اور مستند ہے اور بعد کے سیرت نگاروں کے لئے مفید ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ مطبع نول کشور سے ۱۹۰۵ء میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے مگر اب بالکل ناپید ہے۔

مولوی محمد باقر نقشبندی مجددی اپنی کتاب ”مصباح الحقیقت“ کے صفحہ ۸ پر تحریر کرتے ہیں۔ ”حضرت قبلہ شاہ صاحب (حضرت سید میر جانؒ) نے مراقبات کے بعد حضرت سید محمد درویش کے عرس کے روز ختم شریف کے بعد سب لوگوں کے سامنے مجھے اجازت سلسلہ میں داخل کرنے کی فرمائی اور اس کے چند روز بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو جو حالات تم کو اس سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد معلوم ہوئے ہیں اس کو عام فہم اردو زبان میں قلمبند کیا کرو تاکہ لوگوں کو شوق اور ذوق خداوند تعالیٰ کی معرفت کا زیادہ ہو۔“ حضرت سید میر جانؒ کی مادری زبان فارسی تھی، چنانچہ انہیں دنوں میں نے جو کچھ لکھا حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا اور سنایا آپ نے سن کر دعا دی اور فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اس کا خیر کو پورا کرے۔ اسی واسطے آپ کے فرمودہ کے بموجب اس رسالہ کو میں نے لکھا اور ”مصباح الحقیقت“ اس کا نام رکھا۔“

یہ رسالہ ایک مقدمہ چار ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ، کتاب کی تالیف کا سبب۔

باب اول۔ شیخ کامل کی ضرورت کے بیان میں۔

باب دوم۔ طریقہ نقشبندیہ کے اصول اور شرائط اور فضیلت کے بیان میں۔

باب سوم۔ لطائف کے بیان میں۔

باب چہارم۔ ولایت صغریٰ کے بیان میں۔

خاتمہ۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب قلبی و روحی فدا کے بعض حالات کے بیان میں۔
یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ دستیاب ہے اور دوسرا حصہ ناپید ہے
تلاش جاری ہے۔

مولوی محمد باقر نقشبندی مجددی اپنی کتاب ”مصباح الحقیقت“ (ص ۵۲) حضرت سید
میر جان کاظمی کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

”حضرت سید میر جان نے تیس سال کی عمر میں سفر اختیار کیا۔ سوادِ بنیہ میں حضرت ابو خذصا
قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہوئے کے لئے التماس کی تو انہوں نے فرمایا کہ
آپ پنجاب میں اکثر تشریف لے جائیں۔ وہاں سے آپ کو فیض ہوگا چنانچہ آپ پشاور کی
راہ لاہور میں آکر امرتسر میں تشریف لائے۔ اور بڑی جستجو کے بعد خدابخ قبلہ مولانا مولوی سید
احمد یار بخمدی نقشبندی مجددی کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں
تشریف بیعت سے مشرف ہوئے اور بڑی ریاضت اور مجاہدہ شاقہ کے بعد تمام مقامات میں
مفصل سیہ سلوک قطع کیا اور فیوضات و انوار تمام اکمال حاصل کر کے تمام مشہور طریقوں میں یعنی
نقشبندیہ مجددیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ کبرویہ ملاریہ قلندریہ وغیرہ میں اجازت مطلقہ
پاکر شرف خلافت سے مشرف ہوئے اور اجازت نامہ بھر خاص مزین شدہ حاصل کیا جس کو
اس خاکسار نے بھی دیکھا۔ اُس میں مولانا مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں نے
اُن کو یعنی حضرت قبلہ شاہ صاحب کو سبیلوں میں خوب آزمایا اور کئی بابِ مشلح کرام کی طرف
سے اجازت دینے کا مجھے حکم ہوا۔ تو تب میں نے یہ اجازت نامہ لکھ کر اُن کو دیا۔ اس کے بعد
اُس نے حج کا ارادہ کیا۔ آپ کو اچھی کی راہ سے مکہ معظمہ میں پہنچے اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ
منورہ کی طرف متوجہ ہوئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت
حاصل کی اور چند یوم قیام کیا۔ پھر مولانا مولوی محمد ظہر خلف الصدق حضرت شاہ احمد سعید
دھوکہ غدر کے آیام میں وہلی سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے تھے۔ اُن کی خدمت

سے آپ ریاست سوات کے ولیعهد تھے صوفی نش، نیک سیرت، عابد اور رحمدل انسان تھے۔ سلسلہ

قادری سے منسلک تھے۔ اُنہیں حالات صفحہ ۵۸

میں حاضر ہوئے اور پچھ سال تک اُن کی صحبت میں فیض یاب ہوتے رہے اور فرماتے تھے کہ اُن دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر یا کعبہ شریف میں مجھے استغراقِ مراقبہ اس قدر ہوتا تھا کہ قریباً چھ نمازیں قضا ہو جاتی تھیں اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی تھی اور سہل سہل سے منورہ مکہ معظمہ کوچ کرنے کے لئے آتے اور حج کر کے واپس تشریف لے جاتے اور انہیں دنوں میں آپ نے ایک نکاح بھی کیا جس سے دو صاحبزادے بھی ہوئے مگر ہندوستان کو واپس آتے ہوئے جہاز کی تباہی کے سبب بی بی اور دونوں بچے سمندر میں غرق ہو گئے اور آپ ایک تختہ پردوین یوم تک تیرتے رہے اور خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحیح و سلامت کنائے لگے اور بمبئی میں آئے پھر امرتسر تشریف لائے پھر لاہور میں چند یوم رہ کر کشمیر تشریف لے گئے اور قریباً آٹھ سال وہاں ستریشی بابا کی زیارت پر اقامت پذیر ہوئے جو سال مارباغ سے تین کوس کے فاصلہ پر پہاڑ کے دامن میں ایک چشمہ کے پاس ہے اور وہاں ایک مسجد اور دو حجرے تیار کئے جواب تک موجود ہیں اور عبادت کے لئے خوب جگہ پُر فضا اور شہر اور گاؤں سے الگ ہے۔ خداوند تعالیٰ کی بایں مصروف رہے اور بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد بغداد تشریف لے گئے اور وہاں سے استنبول کی طرف گئے اور تین سال تک اسی ملک روم و شام میں رہے اور کچھ مدت وہاں کے شاہی باغ میں مہمان رہے پھر پنجاب میں آئے اور کشمیر پہنچے پھر وہاں آپ کے چھوٹے بھائی حضرت سید محمود کابل سے لاہور کی راہ خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر طرلقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کر کے حد سے زیادہ مجاہدہ اختیار کیا۔ پھر حضرت سید محمود کے ہمراہ بغداد شریف میں تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں رہ کر لاہور میں واپس آئے اور ایک کمال کے مکان پر پیر و کش ہوئے پھر مرزا غلام محمد صاحب کی مسجد کے حجرے میں مقیم ہوئے اور کبھی کبھی حضرت سید خاوند محمود المشہور بہ حضرت ایشال نقشبندی جن سے آپ کا رشتہ ماں کی طرف گیارہویں پشت

لحہ مرزا غلام محمد صاحب مغل خاندان سے تعلق رکھتے تھے صوفی منش نیک سیرت اور دیانت دار انسان تھے۔ آپ کی اندرونِ دہلی دروازہ سرایاں والہ بازار میں سکونت تھی اور رئیس لاہور پکارتے جاتے تھے حضرت سید میر جان کے مرید تھے اور آپ سے دالہانہ عقیدت و ارادت رکھتے تھے حضرت سید میر جان کے پائیں گنبد حضرت ایشال میں آپ دفن ہوئے۔

میں ملتا ہے، کی زیارت پر جاتے اور رات کو شہر میں واپس آجاتے۔ یہاں تک کہ حضرت سید محمودؒ کا انتقال پر ملال ہوا جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا، کیونکہ ایک تو بھائی، دوسرا مرید تیسرا فرمانبردار اور حد سے زیادہ خدمتگار۔ ان کے سامنے کسی کی کیا مجال جو آپ کی خدمت کرنے کو کھڑا ہو، چوتھا بالکل صاحب حال جو ایک نگاہ سے دلوں میں محبت الہی پیدا کرے، پس آپ نے ان کے دفن کرنے کا انتظام زیارت حضرت ایشاؒ صاحب میں کیا چنانچہ منشی محمد حسین صاحب باغیا پوری جو کہ آپ کے معتقدین میں سے تھے، کے حسن انتظام سے یہ کام سرانجام پایا اور وہاں دفن کئے گئے اور چونکہ اپنے اپنے بھائی مرحوم سے بغل دشریف میں ایک زیارت پر کہ جس چار دیواری میں شیخ و مرید کھٹے مدفون تھے، وعدہ ہو چکا تھا کہ اگر میں پہلے مرجاؤں تو آپ میری قبر پر تاحیات مقیم رہیں۔ اگر آپ کا انتقال پُر ملال مجھ سے پہلے ہو تو میں آپ کے مزار مبارک پر تادم زندگی مجاوری اختیار کروں تاکہ اُس شیخ و مرید کی طرح ایک چار دیواری کے اندر مقیم ہوں۔ اس لئے جناب قبلہ شاہ صاحبؒ روحی قلبی فدا نہ وہ وعدہ ایفا کیا اور زیارت موصوف کے آباد کرنے میں سعی ملیخ فرمائی اور اس غیر آباد جگہ کو حسن انتظام سے ایسا آباد کیا جو آرام گاہ خاص عام ہو گیا، کیونکہ نماز کے لئے عالی شان مسجد اور اعتکاف کے لئے حجرے اور آنے جانے والوں کیلئے عالیشان مکان و وضو کے لئے حوض پختہ اور غسل کے واسطے پختہ چاہ اور پانی پینے کیلئے ایک علیحدہ سرد اور ہاضم کنواں اور دو پہر کو آرام کرنے کے لئے سرسبز اور سایہ دار درخت اور میوہ جاتا کے لئے نہایت پُر فیضا باغ، خاص و عام کے لئے ہر قسم کی خوراک و چائے دیگر لوازمات خوردنی ہر وقت موجود اور فیوضات و برکات حاصل کرنے کیلئے زیارت حضرت ایشاؒ اور آپ کی ذات بابرکات جن کے انوار بارقہ سے کیسا ہی کوئی غمگین و محزون کیوں ہو۔ ایک بار ضرور دلشاد و خرم ہو جانے اور سب غم جاتے رہیں چنانچہ آپ کی برکات کے سبب سرکار دارالامدار نے اس جگہ کو مہینہ قطعات زمین کئے اگزار کر دیا جو کہ سائیں کامل دین صاحب متولی و مرزا غلام محمد صاحب منتظم کے حسن انتظام سے یوٹائیو مارو بہ ترقی بہ غرض کہ حضرت سید محمودؒ کے انتقال کے پورے بیس سال بعد یکم ماہ شعبان پنجشنبہ کی رات کو بوقت گیارہ بجے آپ کا وصال ہوا۔ اور جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پہلے اسی زیارت کے اندر چار دیواری میں اپنے بھائی مرحوم اور سید خاوند محمودؒ کے درمیان مدفون ہوئے جو بن اتفاق سے وہی رات اور دن سید محمودؒ کی وصال کا تھا۔ (ماخذ مصباح الحقیقت)

سلسلہ سبقت نقشبندیہ مجددیہ عالیہ حضرت سید میر جان

(الشکائے گرامی)

- الہی بچ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ العالمین شفاعت دستگاہ اُمرت پناہ احمد مجتبیٰ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
- ۱۔ الہی بچ حضرت صدیق اکبر حضرت ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 - ۲۔ الہی بچ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 - ۳۔ الہی بچ حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 - ۴۔ الہی بچ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۵۔ الہی بچ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۶۔ الہی بچ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۷۔ الہی بچ حضرت قاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۸۔ الہی بچ حضرت خواجہ ابوفارندی رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۹۔ الہی بچ حضرت ابولوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۱۰۔ الہی بچ حضرت خواجہ خواجگان عبدالخالق بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۱۱۔ الہی بچ حضرت خواجہ محمد عارف ربوگری رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۱۲۔ الہی بچ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۱۳۔ الہی بچ حضرت خواجہ ابو علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۱۴۔ الہی بچ حضرت خواجہ محمود بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۱۵۔ الہی بچ حضرت سید میر کلال رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۱۶۔ الہی بچ امام الطریق حضرت خواجہ بہا الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ۔
 - ۱۷۔ الہی بچ حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ۔

- ۱۸۔ الہی بقی حضرت مولانا یعقوب چرخ رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۱۹۔ الہی بقی حضرت خواجہ عبید اللہ احسار رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۲۰۔ الہی بقی حضرت مولانا محمد زہد ولی رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۲۱۔ الہی بقی حضرت مولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۲۲۔ الہی بقی حضرت خواجہ امکنگی (خواجہ کلل) رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۲۳۔ الہی بقی حضرت خواجہ عبد الباقی باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۲۴۔ الہی بقی امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۲۵۔ الہی بقی عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۲۶۔ الہی بقی حضرت خواجہ شیخ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۲۷۔ الہی بقی حضرت سید نور محمد بلاذنی رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۲۸۔ الہی بقی شمس الدین حبیب اللہ حضرت مرزا مظہر خان جاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۲۹۔ الہی بقی حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۳۰۔ الہی بقی حضرت شاہ البوسعید صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۳۱۔ الہی بقی حضرت مولانا مولوی محمد شریف قنڈھاری رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۳۲۔ الہی بقی حضرت مولوی احمد یار صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۳۳۔ الہی بقی حضرت سیدنا و مرشدنا و ہادینا حضرت سید میر جان کابلی رحمتہ اللہ علیہ۔
 - ۳۴۔ الہی بقی حضرت سیدنا سید محمود آغا برادر حضرت سید میر جان کابلی رحمتہ اللہ علیہ۔
- رحمہم کُنْ برجال زار ما ، الہی بجز در تو دیگرے نیست ؛
 الہی از خود محروم نہ گردانی ، الہی از رحمت خود محروم نہ گردانی ؛
 الہی شرمندہ دنیا و آخرت نہ گردانی ، سیاہ روئے دنیا و آخرت نہ گردانی ؛
 میان خلق رسوائی گرچہ بدکارم ، عقوبت را سزا دارم ؛
 امید از رحمت دارم ، توئی غفار یا اللہ توئی ستار یا اللہ

(احقر العباد میل اخلاق احمد)

تولیت و نگرانی مزار حضرت ایشال علیہ السلام

اس مزار کی تولیت و نگرانی مختلف اوقات میں مختلف حضرات کے سپرد رہی چنانچہ حضرت سید میر جان کی وفات کے بعد عقیدتمندوں کی اتفاق رائے سے بابا کامل دین متولی مزار ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک بابا غلام محمد متولی رہے۔ آپ بڑے خلص اور درویش سیرت انسان تھے اور اپنی زندگی میں خانقاہ کی تولیت کے فرائض اپنے بھانجے میاں عبدالرشید کے سپرد کر دیئے جو بزرگان دین اور اولیائے کرام سے بے حد رغبت و عقیدت رکھتے تھے اور آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے والہانہ ارادت تھی۔ آپ شفیق مہمان نواز عابد اور زاہد بزرگ تھے۔ پیر بھائیوں سے محبت اور اسے اپنا فرض سمجھتے۔ میاں عبدالرشید کی زندگی ہی میں تولیت اور سجادہ نشینی ان کے لڑکے میاں مقبول احمد کے سپرد ہوئی۔ دستار بندی حسب رسم خانقاہ عمل میں آئی۔ ان سے پھر حکم اوقاف نے روضہ کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اس وقت کے عقیدت مندوں میں سے خانصاحب میاں محمد حسین باغبانپوری، مزار غلام احمد مخدوم شیر شاہ مخدوم راجن شاہ مخدوم رضا شاہ خانصاحب میاں عبدالحمید باغبانپوری، مولوی حاکم علی سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور، بابا میاں محمد باوچی، سید ولی شاہ ریٹائرڈ سب جج میاں حلال الدین کاچھو، مولوی محمد باقر مہر محمد دین کاچھو، چٹیا پیر، مولوی فیروز الدین، منشی اللہ بخش گورنمنٹ پشاور، میاں رکن الدین بٹالوی، میاں کریم بخش، میاں مولا بخش ٹن ساز، سائیس محمد بخش، حاجی امام دین، کمہار پیر آغوجان، میاں عبدالصمد، ڈپٹی شیر احمد جان اور حاجی میاں شمس الدین باغبانپوری قابل ذکر بزرگ ہیں۔ جو سالانہ عرس ختم خواجگان اور دیگر تقریبات کو نہایت گرم جوشی و محبت اور خلوص نیت کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے۔

آج بھی آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے، عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد آپ کے مزار پر حاضری دیتی رہتی ہے۔ آپ کے مزار کو دیکھ کر دل پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے۔ پرسکون ماحول اور چاروں طرف مکمل خاموشی حضرت ایشال کے رعبِ دہیدہ کو اور زیادہ اثر پذیر بنا دیتی ہے۔

حضرت ایشاء کا مزار محکمہ وقاف کی تحویل میں

صدر ایوب کے دور حکومت میں محکمہ وقاف کا قیام عمل میں آیا جس کی بدولت بزرگان دین کے مزاروں کی دیکھ بھال کا کام براہ راست حکومت کی تحویل میں آ گیا۔ یہ نشانیاں محفوظ و مامون ہو گئیں مزار حضرت ایشاء بھی اس وقت حکومت پاکستان کی تحویل میں ہے۔ محکمہ وقاف اس کا نگران ہے جو اپنے فرائض نہایت گرمجوشی سے سرانجام دے رہا ہے۔ جناب ملک کریم داد صاحب سابق چیف ایڈمنسٹریٹر محکمہ وقاف لاہور نے اس تاریخی مقبرہ کی مرمت میں گہری دلچسپی لی اور مقبرہ کی مرمت جاری کی۔ جو اب ملتوی ہے۔

حال ہی میں ملحقہ مسجد کی مرمت اور نمازیوں کی سہولت کے لئے مسجد کے صحن میں ایک لمبا چوڑا پختہ برآمدہ محکمہ وقاف نے تعمیر کرایا ہے۔ اب اس مسجد کے ساتھ برآمدہ کا اضافہ ہو گیا جو کہ پہلے نہ تھا۔ مزار کے انتظامی امور کے لئے اموار مذہبیہ کمیٹی اور مرمت کیلئے کنسٹرکشن کمیٹی ^{CONSTRUCTION} قائم ہوئی جس کے چیئرمین میاں افتخار احمد صاحب مقرر ہوئے جو مقبرہ کی مرمت، سلائے عرس ختم خواجگان اور دیگر تقریبات میں عقیدت مندوں کے دوش بدوش گہری دلچسپی لیتے رہے اور خانقاہ کی عظمت و شوکت کو بجا ممکن اجاگر کرنے میں کوشاں رہے۔

لے آپ محکمہ وقاف مغربی پاکستان لاہور میں ناظم اعلیٰ تھے۔ بڑے بزرگ نیک اخلاق متقی پرہیزگار میں حضرت سید میر جان کاہلی کے ساتھ والہانہ عقیدت و ارادت رکھتے ہیں اور آستانہ مبارک پر عموماً حاضری دیتے ہیں۔ آباؤ اجداد سے شرفِ اُور کی میراث میں پائی ہے ضلع سرگودھا کے رئیس اور زیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ لے آپ کے والد کا نام میاں محمد عبداللہ تھا جو باغیانہ پورہ کے رئیس تھے۔ قوم کے اراکین تھے زیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ذریعہ معاش زینداری ہے۔ آپ ہر دلعزیز نیک سیرت اور سماجی کارکن ہیں۔

حصہ دوم

دورِ حضرت ایشال علیہ السلام

حضرت ایشال اکبر کے عہدِ آخر میں وارد ہندوستان ہوئے۔ ویسے کہنے تو اس وقت بے شمار علماء اور صوفیاء تھے۔ مگر ان میں اکثریت ایسے اصحاب کی تھی جو نہ توافقتاً نہ زمانہ جلستے تھے اور نہ اسلام کی صحیح روح سے واقف تھے۔ اکبر اپنے سیاسی اغراض و مقاصد اور استحکام سلطنت کے لئے ایسا ماحول پیدا کر دینا چاہتا تھا کہ کفر و اسلام کا امتیاز سٹاکر اپنی حکومت کی بنیادیں مضبوط کرے۔ ہمیشہ ہندومت و اسلام کو ایک دوسرے میں مدغم کرنے کی فکریں رہتا۔ اس مقصد کے لئے شیخ مبارک ناگوری اور ان کے دونوں بیٹے ابو الفضلؒ اور فیضیؒ اور ان کے منہاج حکیم الملک گیلانیؒ

لے راجپوتانہ کے علاقہ ناگور میں ۹۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں پائی۔ پھر احمد آباد گجرات میں آنے والے علماء اور فضلاء سے اکتساب فیض کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد ۹۵۰ھ میں آگہ آئے اور دس وندریس کا سلسلہ شروع کیا۔ منطق، ریاضی، فلسفہ، نجوم، تفسیر، حدیث، فقہ اور ادب میں پوری مہارت حاصل تھی۔ اکبری دین الہی وضع کیا۔ اکبر کو امام عادل اور مجتہد العصر بنایا۔ علماء و فضلاء اور صلحا کی تحقیر کی۔ ۱۰۰۰ھ میں وفات پائی۔ لے شیخ مبارک ناگوری کا بڑا بیٹا تھا ۹۸۵ھ میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔ دربار اکبر سے علمی کا خطاب حاصل تھا۔ اکبر نامہ ان کی مشہور تصنیف ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں اکبر کے سن جلوس ۱۸ سے سن جلوس ۲۸ کے حالات تحریر کئے ہیں۔ تیسری جلد اکبری عہد کا مرقع ہے۔ ۱۰۰۰ھ میں جہانگیر کے اساتذہ نے سنگھ دیو کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۱۰۰۰ھ فیضی شیخ مبارک ناگوری کا دوسرا بیٹا تھا۔ مختلف علوم و فنون، شعر و معانی عروض و قافیہ، تاریخ و لغت اور طب و انشا میں بے مثال مہارت اور اعلیٰ ترین تفسیر بے نقط "سواطح الالہام" کے نام سے لکھی۔ تفسیر بے نقط قرآن مجید کی تصنیف کو شیخ بدوالدین بن شیخ ابراہیم سرہندی مؤلف حضرات القدس نے ابو الفضل کی طرف منسوب کیا ہے جو بحیثیت تاریخی درست نہیں ہو سکتا ہے کہ ابو فیض لکھا ہو جو فیضی کی کنیت تھی۔ کتابت کی غلطی سے ابو الفضل ہو گیا ہو۔

۱۰۰۰ھ حکیم الملک گیلانی۔ اصل نام شمس الدین تھا۔ گیلان کے رہنے والے تھے۔ دربار اکبری سے حکیم الملک کا خطاب پایا۔ اکبر کے دربار میں طیب عالم اور منصب دار شاہی تھے۔ اکبر کے معالج خصوصی بھی تھے۔ طب کے علاوہ آپ کا محبوب شغل درس و تدریس تھا۔ علمائے ہند۔ تذکرہ علمائے ہند لکھتے ہیں "پوریستہ طلبہ را درس گفتے و بے ایشال طعام نہ خوردے"۔ آپ طلباء کو بغیر معاوضے کے تعلیم دیتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور ان کے بغیر خود نہ کھاتے۔

میر فتح اللہ شیرازی اور قاضی ابوالمعالی وغیرہ ان کے ہاتھ مضبوط بنائے تھے اور دین اکبری کے رواج دینے میں سرگرم تھے۔ دوسری طرف جاہل آزاد شرب اور بے شرح صوفی اسلام کی تضحیک کا سبب بن رہے تھے۔ اس پر آشوب زمانہ میں چند علماء و صلحاء ایسے تھے جنہوں نے وقت کی نزاکت کو جانا اور تمام نتائج و عواقب سے بے پرواہ ہو کر ترویج کتاب و سنت میں کوشاں رہے۔ یہ تحریک اصلاح و تجدید چنانچہ کے عہد سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر کے عہد تک قائم رہی بلکہ اس اصلاح و تجدید میں خود اورنگ زیب عالمگیر نے کافی حصہ لیا۔ اور فتاویٰ عالمگیر تدوین کر کے اکبر کے عہد سے فقہ اسلامی کو جو نقصان پہنچا تھا اس کی تلافی کی۔ گواکب سری عہد میں مخدوم الملک عبداللہ انصاری سلطان پوری اور شیخ عبدالباقی صدر الصدور ایسے صاحب

آپ شیراز کے رہنے والے تھے۔ اکبر کے شیرمالیات تھے۔ راجہ ٹوڈرمل کا سلطنت میزانیہ تیار کرنے میں مفید مشورے دیتے تھے۔ اکبر نے ان کی خدمات سے خوش ہو کر عہد الملک کا خطاب عطا کیا جب مالیا کی کاموں سے فرصت ملتی تو معقولات کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کے نامور شاگرد ملا عبدالسلام لاہوری تھے اور آپ کے ملا عبدالسلام دیوبی شاگرد تھے۔ شاہجہانی عہد میں پنجاب کشمیر کی طرح بھی درس و تدریس کا بڑا امر کر رہا۔ اس عہد میں ملا عبدالسلام لاہوری اور ملا عبدالسلام دیوبی کے فیض سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ ملا عبدالسلام دیوبی ضلع بارہ بنگی کے رہنے والے تھے۔ تعلیم و تربیت ملا عبدالسلام لاہوری سے پائی اور وہیں قیام کر کے درس تدریس میں مشغول رہے۔ ان ہی بزرگوں کے ذریعہ ہندوستان کے مشرق و مغرب میں معقولات کا رواج شروع ہوا اور ان ہی کے شاگردوں میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی تھے جن کی تصانیف عرب تک پھیلیں۔ ملا عبدالسلام دیوبی کے شاگرد ملا دانیال چوراسی تھے۔ آپ کے شاگرد مولانا قطب الدین سہالی تھے۔ آپ کے شاگرد ملا امان اللہ بنارس سے تھے۔ آپ کے نامور شاگرد ملا نظام الدین تھے جو مدرسہ نظامیہ کے بانی ہوئے جن سے پورے ہندوستان کو فیض پہنچا۔ اس طرح درس نظامیہ کی تعلیم کا سلسلہ میر فتح اللہ شیرازی سے ملتا ہے جو معقولات کے مورث اعلیٰ تھے۔ ۹۹۷ھ میں وفات پائی۔

اکبر کے زمانے میں تافضی مقرر ہوئے اور تازمقام رکھتے تھے۔ زبردست فاضل اور متبحر عالم تھے۔ ۱۰۰۷ھ عبداللہ سلطان پوری نام اور مخدوم الملک کے خطاب سے مشہور تھے۔ مضامین لاہور میں سلطان پور کے انصاری خاندان سے وابستہ تھے۔ جدید عالم تھے۔ علم فقہ و عربی لسانیات میں بے نظیر تھے۔ فقہ تائیک اور دوسرے موضوعات پر کئی کتابیں لکھیں جن میں عصمت الانبیاء، شرح شمائل النبی زیادہ مشہور ہیں۔ ہمایوں نے ابتدائی درمی شیخ الاسلام کا خطاب دیدہ عمر بھر میں رفع بدعت و الحاد میں کوشاں رہے۔ اس فضل و کمال کے ساتھ جب مال و جاہ بھی بے حد تھی جتنے بڑے عالم تھے اتنے ہی حریص دولت تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ باقی آگے ص ۴۸ پر

اثر و رسوخ عالم تھے۔ مگر یہ دونوں آپس کے نزاعی مسائل حسب مل و دولت اور حص و منترہ میں
ایسے گرفتار ہوئے کہ یہی چیزیں ان کے زوال کا سبب بن گئیں۔ اور یہ لوگ کوئی نمایاں اصلاحی کام
اور خدمت اسلام نہ کر سکے۔ یہ کام اللہ تعالیٰ نے حضرت ایشاؓ اور ان کے معاصرین کے لئے رکھا
ہوا تھا۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی المتوفی ۱۲۳۲ھ نے اصلاح و تجدید و تبلیغ اسلام کا
آوازہ اسی روز سے بلند کیا جس کی صدائے بازگشت آج تک دنیاۓ اسلام کے در و دیوار سے
آ رہی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۲۵۲ھ نے اپنے تبحر علم اور اپنی دور رس
نگاہ سے عہد اکبری سے لے کر اپنے عہد تک کے تمام حالات و واقعات کا جائزہ لیا۔ اور دینی
نصاب تعلیم میں قرآن و حدیث کو مقدم قرار دے کر ہر طالب علم کے دل میں یہ بات نقش کر دی کہ
جو شخص قرآن و حدیث میں اپنی رائے کو دخل دے۔ وہ کفر کا مرتکب ہے۔ وہ علم علم نہیں جو تقویت
دین کا باعث نہ ہو۔ حضرت شیخ محمد میر المعروف بہ میاں میرؒ اور حضرت شیخ بلاول قادریؒ نے
اپنے فقر و غور و زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت اور مستغنی المزاجی کی بہترین مثال پیش کی جس سے
سلاطین وقت بھی متاثر ہوئے۔ حضرت شیخ الاسلام مفتی عبدالسلام مفتی و مدرس لاہور نے
اپنے تئیں اور علوم اسلامیہ قرآن و حدیث و تفسیر و فقہ سے تشنگان علوم دینیہ و شرعیہ کو
میراب کیا۔ حضرت شیخ محمد طاہر نقشبندی مجددی قادری المتوفی ۱۲۸۹ھ نے بلامعاوضہ
و عطا اور درس و تدریس کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ کتب تفسیر حدیث اور فقہ کی تصحیح و
محشی سے رزق حلال حاصل کیا۔

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی۔ المتوفی ۱۲۶۷ھ نے علوم منقولات و معقولات سے دین قیم کی

(بقیہ صفحہ ۷۹) آپ کی املاک اور مکانات شاہی ایوان سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ ان مکانات اندر بڑی بڑی
قبیریں بنوائی تھیں جن پر سبز خلاف پڑے بہتے تھے اور ان ہی سے چراغ جلنے لگے تھے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی
کہ یہ مقبرے اور مزارات نہیں بلکہ دھنیں اور خزانے ہیں جہاں قبروں کو کھدایا گیا تو اس قدر زور و دولت برآمد ہوا
کہ بادشاہ دنگ رہ گیا۔ یہ سب مال تین کروڑ روپے کا تھا۔ اکبر کے حکم سے ۹۹۹ھ میں زہر دیکر مرنے لگے۔
گئے شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے بیٹے تھے تحصیل علوم کے بعد زیارت حرمین کیلئے گئے۔ بلکہ
معظمین بعض فقہاء سے علم حدیث حاصل کیا۔ اکبر نے صدر الصدور بنادیا ۹۹۱ھ میں وفات پائی ۱۰۱۱ھ دیکھیں صفحہ ۱۰
۱۲۹۰ھ دیکھیں صفحہ ۱۱۹ ۱۲۳۰ھ دیکھیں صفحہ ۱۲۳ ۱۱۲۰ھ دیکھیں صفحہ ۱۱۲ ۱۰۱۰ھ دیکھیں صفحہ ۱۰۱

تائید و حمایت کی غرض ان بزرگوں کی اصلاح و تجدید اور علمی روحانی کوشش سے ہندوستان میں علوم اسلامیہ نے زندگی اور پائیداری حاصل کی۔ اگر یہ بزرگ نہ ہوتے تو ہندوستان میں اسلام بحیثیت دین کا قائم رہنا مشکل تھا۔

حضرت شاہ حسین المتوفی ۸۳۳ھ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سرخ لباس پہنتے تھے۔ اس لئے لال حسین شہور ہوئے۔ ان کا دادا کجس رائے ہندو تھا۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے آپ کا والد عثمان نامی دیندار آدمی تھا جو لاہور کے نکسالی دروازے کے ایک محلے میں رہتے تھے شاہ حسین ۹۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بسا بے برس کے ہوئے تولد لاہور کے ایک فاضل حافظ ابو بکر کے حلقہ درس میں شامل ہو کر قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور مدت تک ریاضت و عبادت میں مشغول رہے۔ حضرت شیخ علی ہجویری المعروف دانانگ پنجش قدس سرہ کے مزار پر کچھ عرصہ معتکف رہے اور پھر کامل کا درجہ مل گیا۔ اہلیت کے حصول کے بعد آپ فرقہ ملائیت میں شامل ہو گئے۔ اس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کو دنیا کے دکھاوے کے لئے گھناؤنے سے گھناؤنا فعل بھی کر لینا چاہیے تاکہ عوام الناس اسے بیشک دھتکار دیں۔ لیکن وہ خدا کے نزدیک قابل قبول ہوگا۔ چنانچہ آپ بھی اسی عقیدہ کے ماتحت اگرچہ حسیںوں میں گزارتے تھے تو ایتیں مے و مینا کی صحبت میں بسر ہوتی تھی۔ رسالہ بہار یہ اور حقیقت الفقراء آپ کی سوانح حیات کے قدیم ماخذ ہیں۔ رسالہ بہار یہ اکبر کے عہد میں لکھا گیا تھا جس کا مصنف منشی بہار خاں تھا جسے جہانگیر بادشاہ نے روزنامچہ لکھنے پر مقرر کیا تھا۔ دوسری کتاب حقیقت الفقراء شیخ مادھو کے ایک مرید پیر محمد عرف شیخ محمود نے شاہ جہان کے عہد میں ان کی سوانح عمری فارسی نظم میں لکھی تھی۔ ان کے علاوہ داراشکوہ نے اپنی کتاب حسنات العارفين میں آپ کے کشف و کرامات کے

لے داراشکوہ۔ شاہ جہان کا فرزند اکبر تھا۔ بلا شاہ بدخشاہی کامرید تھا اور نظریہ ہمدوست کا قائل تھا بہترین اساتذہ وقت سے تعلیم و تربیت پائی۔ ہاکمل شاعر اعلیٰ درجہ کا انشا پرہیز اور عشق خطاط تھا۔ سفینۃ الاولیاء سکینۃ الاولیاء حسنات العارفين، مجمع البحرین، رسالہ حق نادر دیوان داراشکوہ، اکبر اعظم ستر اکبر یا ستر الاولیاء سوال و جواب داراشکوہ بابا لال دہس اور نامہ عرفانی ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ بقول محمد صالح کمبوہ لا شاہ بدخشاہ ۱۰۲۳ھ میں وار دہندہ ہوئے اور پھر لاہور میں آکر حضرت میاں میر کے مرید ہوئے۔ ۱۰۷۲ھ میں (باقی آئے صفحہ ۸۰ پر)

کئی واقعات کا ذکر کیا ہے۔

شاہ حسین ایک صوفی شاعر تھے جن کی کافیاں مقبول خلائق میں۔ آج بھی دکھی اور مایوس لوگوں کو اندھیروں میں روشنی کی راہ دکھاتی ہیں اور انسانیت سے پیار کی علامت ہیں۔ آپ کی تعلیم کا نچوڑ یہی ہے کہ دنیا فانی ہے مگر خدا کے حضور پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصد حیات ہے اور دونوں جہان کی سرخروٹی ہی انسان کی فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا عشق حقیقی کے بغیر ناممکن ہے۔ آپ کے کلام میں دنیا کی بے ثباتی، عاجزی، پاکبازی اور خدا کی محبت و عبادت کی تلقین کا درس ملتا ہے حسن و شوق اور رضائے الہی کی سچی تڑپ موجود ہے۔

آپ کے عارفانہ کلام سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

(۱) تُوں میں تاناں تُوں میں باناں سب کچھ میرا تُوں کچھ حسین فقیر سائیں دامن میں نہیں سب تُوں

کہتے اسی تیری ادھ جوانی کہتے اسی حسن ہوا ہے

(۲)

کہتے میں تیرے ترکی تازی، سائیں بن سب کوڑی بازی

کہتے اسی تیر ہونا روپا ہوئے حناک سواہ

کہتے میں تیرے مانک موتی دیکھ ادھ تیری جینج کھسوتی

کچھ حسین فقیر ناناں پو سائیں دے را ہے

(۳) ایر دنیا دو چار دہائے دیکھ دیاں لہ جاناں دولت دنیا مل خزانہ سنگ نہ کوئی جاناں

مات پتا بھائی پت نیتا ناں نہ کوئی جاناں کچھ حسین فقیر نمانا۔ باقی نام سائیں دار ہندا

(حقیقت حاشیہ ۹) دفات پائی چونکہ دارا شکوہ کے مرشد لاہور میں مقیم تھے۔ اس شہر سے اسے روحانی

اور دلی محبت تھی۔ اس نے متعدد منڈیاں بنوائیں آئینہ محل کے نام ایک محل تعمیر کرایا جس کا نام آئینہ محل بھی

باقی نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ شہر کس علاقے میں تھا۔ لاہور سے محبت و رغبت کا اظہار اس نے اپنے ان اشعار میں کیا ہے۔

و باد قحط زیر جا دور دارد
کہ در خود ہم چو مشہور دارد
خدا این قوم را منظور دارد
مدام این شہر را پیر دارد
بر خوبی در جہاں مشہور دارد

بود آباد دائم شہر لاہور
بود فخرش بجاک حضرت پیر
ہمیشہ اولیا رنجید ازین ملک
خطاب او خدا کردہ الہ نور
ہمیشہ شہر خرم باد و سیراب

تقریباً ۱۰۰۰

شاہ حسین بعد از سیٹھ سال اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کی قبر شاہدرہ میں بنائی گئی کچھ مدت کے بعد راوی میں سیلاب سے قبر کو نقصان پہنچا تو مادھو لال جو اس وقت زندہ تھے نبش نکلوا کر باغبانپورہ جہاں اس وقت آپ کا مزار ہے، دفن کیا۔ متذکرہ بزرگوں نے اپنی تحریر میں شاہ حسین کی بمعصری یا ملاقات کا ذکر کسی مقام پر نہیں کیا حالانکہ شاہ حسین خاص لاہور ٹیکسالی دروازہ کے ایک محلہ میں رہتے تھے ٹیکسالی دروازہ سے بیگم پورہ یا مغل پورہ کا فاصلہ تین چار میل تھا اور یہ مقام مغل حکمرانوں کے عہد میں درس و تدریس ترویج علم اور رشد و ہدایت کا ایک اہم مرکز تھا اور انہی بوریشینوں نے اشاعت علم دین کے لئے درس جاری کئے تعلیم مہموت دی اور ان درس گاہوں سے پھر بڑے بڑے فلسفی علامہ منطقی، فقیہہ محدث شاعر اور حریت نواز و حق گو اہل علم پیدا ہوئے جو فخر البلاد بنے اور علم و ہنر کی ہوشعلیں روشن کیں ان سے قوم کے بچے ہوئے چراغ صدیوں تک روشنی حاصل کرتے رہے۔

مغنیہ دور حکومت میں لاہور کی طرح کشمیر بھی مغل حکمرانوں کی مہربانیوں سے محروم نہیں رہا۔ اور سچ پوچھو تو اس عہد میں کشمیر میں علم و ادب کی ترویج و ترقی کو چار چاند لگے۔ جہانگیر کے عہد میں ملا حیدر نے مزار الشعراء کے قریب اپنے نام سے ایک درس گاہ قائم کی جہاں سے بڑے بڑے علماء فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ مدرسہ جامع مسجد کشمیر یہ مدرسہ اور عبادت گاہ ۱۰۱۱ھ میں تعمیر ہوئی۔ ۱۰۲۹ھ میں ایک ایسی آتشزدگی ظاہر ہوئی جس سے بارہ ہزار مکانات مع مسجد جامع خاک سیاہ ہو گئے۔ بادشاہ جہانگیر اس وقت کشمیر میں تھا از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا شاہ جہان کے زمانہ میں

اسے آپ کے جلیل القدر خلفائیں سے تھے۔ ۹۸۳ھ میں پیدا ہوئے، قوم کے برہمن تھے۔ شاہدرہ میں رہتے تھے حسین و جمیل تھے۔ آپ کی رغبت و محبت سے سلمان ہوئے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد اڑتالیس سال پروردگار کے مزار پر ہے۔ دنیا سے کنارہ کش ہو گئے۔ بالآخر ۱۰۵۶ھ میں خود انتقال کر گئے اور شاہ حسین کے پلید میں دفن ہوئے۔ شیطیات دارا و مصنفہ شاہزادہ دارا شکوہ میں ہے کہ ”شہزادہ سلیم کو ان سے بڑی دلچسپی و عنایت تھی اور بیمار خاں کو ان پر مقرر کیا تھا“ شیخ مادھو کو اپنے پریشانہ حسین سے بے حد محبت تھی۔ ان کی وفات کے بعد اکثر ان کی قبر سے لپٹ لپٹ کر رورو کر یہ اشعار پڑھتے۔

تو شدی با وصال حق ہمد م ! مادھو را گزاشتی در غم
تو شدی از جہاں بنا زو نعیم مادھو تو شد بدرد و نسیم
(ماخذ تحقیقات چشتی)

خانقاہ نقشبندیہ کے نزدیک خواجہ خاوند محمودؒ نے مدرسہ خواجگان نقشبندیہ قائم کیا جس کے سر معلم حق داد بخشائی تھے کشمیر کے ایک نامور محدث مفسر اور معلم ملا محمد حاجی ہیں ان کے بزرگ سید علی ہمدانیؒ کے ہمراہ کشمیر آئے تھے انہوں نے کئی بار حجاز مقدس کا سفر کیا۔ مدینہ منورہ بھی حاضر ہوتے رہے۔ انہوں نے میر جمال محدثؒ اور ابن حجرؒ کی سے فیض حاصل کیا۔ انہوں نے شہابی ترمذی کی شرح فارسی زبان میں لکھی۔ اس زمانے میں کشمیر کے نو مسلم محدث ملا جوہر ناتھ نے بڑا نام پیدا کیا۔ انہوں نے سلطان زین العابدین کے مدرسہ سے علوم عقلیہ تکمیل کی۔ پھر عازم حجاز ہوئے۔ وہاں ابن حجرؒ کی اور ملا علی قاریؒ سے حدیث پڑھی۔ وہاں سے واپس آکر وہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب کشمیر پہنچے تو مسند درس بچائی، دربرے بڑے شاگرد پیدا کئے وہ اکل حلال کے لئے دو سالہ بنا کرتے تھے۔ ۱۰۲۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملا حیدر کشمیری بھی ایک نامور شیخ اور فاضل ہیں۔ آپ نے ملا جوہر ناتھ اور بابا قطب الدینؒ سے علوم پڑھے پھر دہلی گئے اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حلقہ درس میں داخل ہوئے۔ کشمیر واپس جا کر درس و تدریس اور ہدایت و ارشاد میں مصروف ہوئے۔ والے کشمیر نے قضا کا عہدہ پیش کیا۔ آپ نے قبول کیا۔ آپ کے شاگردوں میں بابا داد و مشکواتی کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔

شاہزادہ داراشکوہ ۱۶۴۳ء میں کشمیر آیا تھا اپنے دور ان قیام ”رسالہ حق نما“ تحریر کیا اور اپنے پیرو مشرک ملا محمد شاہ بدخشاہی کی ایما پر ”کسب ماہ“ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جہاں ساکنان طریقت کو مجاہدہ و ریاضت کی تربیت دے کر مقامات سلوک طے کرائے جاتے تھے اب ”کسب ماہ“ کی عمارت کھنڈ میں تبدیل ہو چکی ہے اور ”پری محل“ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مدارس دینی اور دنیاوی علوم کے مرکز تھے۔ ان میں ذہنی تربیت کے ساتھ اخلاقی تربیت بھی مقصود تھی۔ مدرسہ اور خانقاہ ایک ہی چراغ کی روشنی سے منور تھے۔

تیار خان جان جہان کا مصنف جو جہانگیر بادشاہ کا ہم عصر تھا، تحریر کرتے ہیں کہ عہد جہانگیری میں لاہور کی معاشرت میں اسلامی رنگ پیدا ہوا، گذشتہ تیس برس سے جو مدرسے پرندوں اور درندوں کا مسکن بنے ہوئے تھے، پھر سے آباد ہو گئے، طلبہ جوق در جوق ان میں داخل ہونے لگے۔ جو علماء حالات کی ناہمواری کے سبب خاموش تھے اور گوشہ نشین ہو چکے

تھے از سر نو علوم و فنون کی اشاعت میں مشغول ہو گئے پرانے مدرسوں کے ساتھ نئے مدرسے بھی کھلنے لگے۔ پھر ان درس گاہوں سے بڑے بڑے متبحر علماء پیدا ہوئے جو آسمان شہرت پر آفتاب و اجتاب بن کر چمکے۔ اور عوام الناس کے دہن کو دولتِ علم سے بھر دیئے۔ اور علوم اسلامیہ کو از سر نو زندہ کیا اور جہانگیر کے درباری الحاد کو ختم کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اخلاق و عادات حضرت ایشاں رحمۃ اللہ

مولانا مفتی غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیاء گنج تائیس اور صدیقۃ الاولیاء میں رقم طراز ہیں کہ آپ مادرِ زاد ملی قطب الارشاد صاحبِ حال و قال مستجاب الدعوات جامع کمالات ظاہری و باطنی، منظرِ جمالِ صوری و معنوی، صاحبِ خوارق و کرامات و کشفِ صحیح تھے زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت اور علم و حلم میں اپنی نظیر آپ تھے۔ تمام عمر ترویجِ کتاب و سنت اور رفیعِ بدعت و الحاد میں مصروف رہے۔ آپ کے حلقہٴ تربیت سے بڑے بڑے علماء اور صلحا فیضیاب ہو کر نکلے جنہوں نے سرزمینِ پاک و ہند اور خطہٴ کشمیر کے علاوہ تمام بلادِ اسلامیہ میں اپنے علمی و روحانی فیوض و برکات سے ایک خلقِ کثیر کو مستفید کیا۔ آپ کی ذاتِ بابر کا میں جمالیات اور جلالیت دونوں پہلو موجود تھے اور آپ کی خانقاہِ قل اللہ و قال الرسول کے ذکر سے معمور رہتی تھی۔ قوالی و سماع کا رواج نہ تھا۔ حضرت شیخ محمد میر المعروف بہ میاں میسر قدس سرہ آپ کے ہم عصر تھے۔ اکثر مسائلِ شریعت و طریقت اور وحدت الوجود کے بابے میں آپ کے ساتھ مرامت رہتی تھی۔ مگر تاحال یہ مواد دستِ یاب نہیں سکا۔ جو شخص وحدت الوجود یعنی ”ہمہ اوست“ کا قائل ہوتا۔ آپ اس کی سخت سرزنش کرتے تھے۔ اس مسلک میں وہ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے ہم مشرب و ہم نوا تھے۔ ”ہمہ اوست“ کے قائل تھے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اکثر مقامات پر عقیدہ ”ہمہ اوست“ کے خلاف اظہارِ رائے فرمایا ہے۔

آپ ہدایت خلق تبلیغ اسلام اور درس و تدریس کے سلسلے میں خود مختلف مقامات پر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو احکامات الہی اور پیغامات رسول مقبول سے آگاہ کرتے۔ اور ان پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتے۔ قرآن و حدیث کے مطابق مخلوق خدا کی رہنمائی فرماتے۔ آپ دینی نظریات میں کسی قسم کی مغالبت کے قائل نہ تھے۔ اور حق بات کو بے خوف و خطر کہتے تھے۔ دین کے معاملہ میں قرآن و حدیث کے علاوہ کسی تیسری چیز کو قابلِ حجت نہ جانتے تھے۔ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت آپ کی زندگی کا واحد نصب العین تھا۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ ہر جمعہ کے روز شہر کی جامع مسجد میں تشریف لے جاتے اور وعظ فرماتے۔ عوام ان س کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے صحبت یافتہ ارادت مندوں کا ایک حلقہ قائم کرتے تاکہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد یہ سلسلہ رشد و ہدایت کا جاری رہے۔

کابل میں آپ کا قیام کم و بیش دو سال رہا۔ آپ نے یہاں ایک تبلیغی جماعت تیار کی۔ اور مبلغین کو آپ نے اپنے حلقے میں رکھ کر پوری طرح تربیت دی۔ پھر اشاعت دین اسلام کے فریضے کی ادائیگی کے لئے روم، شام، عراق، ایران اور وسط ایشیا کے ممالک کو روانہ کیا۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ اگر کوئی مناظرے کی دعوت دیتا تو اسے بخوشی قبول فرما لیتے۔ غرض کہ دین کے معاملہ میں جسے حق تسلیم کرتے اس سے ہر موافق نہ کرتے اور ساری زندگی رفع بدعت و الحاد اور اشاعت تبلیغ اسلام میں گزاری۔ آپ ایسے بزرگ تھے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اور علماء وقت آپ کا فتویٰ قبول کرتے تھے۔

شیخ محمد امین بخاری عارف کامل و جامع علوم شریعت و طریقت تھے۔ علماء فضل اور صلحاء کی زیارت کے لئے لاہور تشریف لائے۔ حضرت ایشاؑ سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات سے بہت متاثر ہوئے۔ اپنی تصنیف "مناقب الحضرت" میں تحریر کرتے ہیں۔

”در لاہور زیارت صلحاء و مشائخ نمودہ یک ماہ ماندم از خواجہ خان محمود جذبہا و مہربانیاں دیدم (ورق ۱۰۹ اب حاشیہ) ثانیاً آنکہ در سال ہزار و چہل و ہفتم ۱۲۴۷ھ

لے محمد امین اسم گرامی ۱۲۷۰ھ میں بخشاں میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام شیخ علی بخشی تھا جو کہ شیخ خلیل اللہ بخشیؒ کے خاص صوفیوں میں سے تھے آپ سلسلہ کبرویہ سے منسلک تھے (باقی ۱۵۷)

بصیحت حضرت خواجہ خاوند محمود علیہ الرحمۃ در لاہور رسیدم غایت ہا بسیار دیدم بظاہر
آنکہ در اول ملاقات در بغل گرفتند و فرقی (قبلاً) زستانی را دوش خود بر آورده بر زمین
فرش کردند و فقیر را بر آن نشانند زان و شربت خاص طلبیدہ بدست خود فقیر را می
خورانیدند صوفیان حاضر تعجب کردند تا حال اس مہربانی را بر کسے ندیدیم کہ بریں جوان
دیدیم حکمتہ چہ باشد جذبہا باطنی را از عنوان ظاہر قیاس باید کرد کہ تفصیلش طویلا
نیست (ورق ۱۱۵) حاشیہ بالا)۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے عیاں ہے کہ آپ بڑے خلیق اور مہمان نواز تھے درویشوں اور
مسافروں سے محبت رکھتے تھے اور ان کی خدمت میں مکر بستہ رہتے تھے۔ آپ مہم دل و درمندان تھے۔
ایک دفعہ دوران سفر سرمنہد آپ سنا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد

(بقیت حاشیہ ۸۴) تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ ابتدائے بلوغ میں حضرت شیخ
سلطان محمد فخراری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سے پیشگوئی کی کہ بدیشان غنقریب
تباہ و برباد ہو جائے گا۔ لہذا اس کو چھوڑ دینا چاہیے۔ چنانچہ آپ بدیشان سے نکل کر حرمین الشریفین
کے ارادہ سے کابل۔ جلال آباد پشاور پہنچے اور وہاں سے بزرگوں کی زیارت کے لئے لاہور شریف
لائے۔ ۱۰۴۷ھ میں حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ پھر سرمنہد شریف شریف لے گئے
حضرت شیخ محمد معصوم اور حضرت شیخ محمد سعید سے ملاقات ہوئی۔ حضرت شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
سے مقامات سلوک طے کئے اور حضرت شیخ آدم بنوری کے مرید ہوئے۔ ان کی ہمراہی حرمین الشریفین
روانہ ہو گئے۔ تقریباً عرصہ ڈھائی سال مرشد کی خدمت میں رہے اور عرصہ پچاس سال مجاور حرمین
الشریفین رہے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مناقب الحضرات مناقب احمدیہ اور مناقب
معصومہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

۳ مناقب الحضرات۔ یہ کتاب بھی یک غیر مطبوعہ ہے۔ اور ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی پریسل گورنمنٹ کالج ممبئی (سندھ) کے پاس موجود ہے ۳ خواجہ خاوند محمود سے مراد حضرت
خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

۴ اصل نام رضی الدین تھا۔ باقی باللہ کے لقب سے مشہور زمانہ ہیں۔ والد بزرگوار کا اسم گرامی قاضی
عبدالسلام خلیجی سمرقندی قریشی تھا۔ ۱۰۷۹ھ کابل میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے (باقی اگلے صفحہ پر)

مولانا خواجگی املکنگی سے اجازتِ صریح حاصل نہیں اور بغیر اجازتِ مرشد مریکرتے تھے
آپ نے حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سے اس امر کی تصدیق چاہی۔

(بقیہ صفحہ ۸۵) وقت کے نامور جید عالم حضرت مولانا محمد صلاح حلوائی سے حاصل کی اور علوم تفسیر حدیث و
فقہ و دیگر علوم رسمیمہ میں مہارت نامہ حاصل کی۔ پھر راہِ سلوک میں قدم کھڑا کر تشریف لائے و تلاشِ مرشد میں کابل سے
سمرقند و ماوراء النہر تک کا سفر کیا۔ سمرقند میں حضرت مولانا محمد خواجگی املکنگی رحمہ اللہ کے حلقہ ارادت میں داخل
ہوئے۔ تو ہر مرشد سے متھوڑے عرصہ میں منازلِ سلوک طے کر لیں اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل واکم
ہو گئے۔ مرشد نے فرقہ خلافت سے نوازا۔ حسب ارشاد مرشد ۱۵۹ھ ہجری اکبر بادشاہ لاہور و دارِ جوہر
طریقہ عالیہ نقشبندیہ کو فروغ دیا۔ زبدۃ المقامات کے مصنف محمد ہاشم کشمیری تحریر کرتے ہیں کہ قیام لاہور
کے زمانے میں بہت سے علماء و فضلاء آپ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور آپ کی تعلیمات و خیالات سے
استفادہ کرتے تھے۔ اور علی دینی صحبتیں گرم رہتی تھیں۔ امرا، اکبری میں سے نواب قلع خاں اندجانی نواب
مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری۔ عبدالرحیم خان خاندان۔ دیگر امراء و بزرگبری آپ کے عقیدت مند تھے۔ آپ
فیض المشرب تھے اور فقہی مسائل میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد تھے۔ ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ
کو وفات پائی۔ مزار مبارک دہلی میں ہے۔

مولانا خواجگی اسماعیل گرامی تھا۔ حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ کے فرزندِ احمد تھے۔ ۹۱۸ھ میں پیدا ہوئے
اپنے پدر بزرگوار کے سایہ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں انہی کے مرید و خلیفہ تھے
علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال رکھتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس اور ہدایتِ خلق میں گذاری۔ ۱۰۰۸ھ
میں وفات پائی۔ بسکن املکنگ تھا جو مضافاتِ سمرقند کا ایک قصبہ ہے۔

مولانا قلع خاں اندجانی۔ اندجان مغل فرمانہ جو دریائے جہوں کے جنوب میں واقع ہے۔ وہاں کے رہنے والے
تھے۔ آپ اکبر بادشاہ کے بہترین جنرل تھے۔ بہادری اور آئینی تدبیر کے ساتھ صالح متقی اور علم
دوست بھی تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے پیر بھائی تھے۔ درس و تدریس اور طلبہ کی خدمت کا بڑا ذوق
و شوق تھا۔ اپنے ذاتی خرچ سے لاہور میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس میں تفسیر حدیث فقہ و دیگر
علوم اسلامیہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ خود بھی ہر روز دو تین گھنٹے حدیث و تفسیر کا درس دیا کرتے تھے
مذہبی علوم کے ساتھ شعر و سخن کا بھی شوق تھا۔ المفتی تخلص تھا۔ ۸۰ سال کی عمر میں ۲ ماہ رمضان
۱۰۱۲ھ میں وفات پائی۔ ۱۶۰۷ء سے ۱۶۰۵ھ ہجری اکبر بادشاہ لاہور کے گورنر رہے اور ۱۶۰۷ء سے
۱۶۱۰ء تک عہدہ جانیگیر میں لاہور کے صوبہ دار رہے۔ حضرت مجدد نے آپ کو جو رائے شریعت کے بارے
میں ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ لاہور جیسے شہر میں آپ کے وجود سے
بہت سے احکام شرعیہ نے رواج پایا ہے دین کو تقویت اور ملت ہند کی تائید ہوتی ہے باقی اگلے صفحہ

حضرت شیخ احمد مجد الف ثانی نے جواب دیا: ”یہ سب جھوٹ ہے حضرت خواجہ
ملنگی سے آپ رحضرت باقی باللہ کو اجازت صریح حاصل تھی۔

شہزادہ داراشکوہ اپنی مشہور و مستند کتاب سفینۃ الاولیاء میں رقمطراز ہیں (ترجمہ)
”اس فقیر داراشکوہ“ نے خود سنا ہے کہ حضرت افضل الفضلاء علامہ زمانی، دستگاہ
حقائق و معارف حضرت میر کی شیخ بن شیخ فیض الدین سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں
(بقیہ حاشیہ ص ۸۷) یہ شہر فقیر کے نزدیک ہندوستان کے تمام شہروں میں قطب ارشاد کی حیثیت رکھتا ہے
اس شہر کی غیر و برکت تمام شہروں پر اثر ڈالتی ہے اگر اس شہر میں دین کو فروغ ہوگا تو سب جگہ دین کو
فروغ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امداد فرمائیں۔

سلسلہ شیخ فرید نام۔ والد کا نام احمد بخاری تھا اصل وطن بخارا تھا مگر پیدا ہوا ہلی میں ہوئے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی
سادات بخاری سے تھے۔ اکبر کے زمانے میں میر بخشی کے عہدے پر فائز تھے۔ اکبر کے مرض وفات میں سب سے
پہلے جان لیا مگر کی لازمت اختیار کی اور پھر تخت نشینی کی جدوجہد میں جہانگیر کے دست و بازو رہے۔ جہانگیر نے
لازمت میں پیش رفتی کے سبب صاحب السیف القلم کا خطاب شمشیر صرغ و غلغلت و دوات و قلم صرغ اور ایک
لاکھ روپیہ عنایت کیا پھر شیخ فرید کو حسن خدمت اور خیریت و دلیری پر مرتضیٰ خاں کے خطاب سے نوازا اور
ان اعلیٰ خدمات کی بنا پر لاہور کا گورنر مقرر کیا۔ چنانچہ ۱۶۱۰ء سے ۱۶۱۶ء تک لاہور کے گورنر رہے
آپ بڑے بلند اخلاق، زیرک و صاحب جود و سخا تھے۔ متدین و عالم و فاضل تھے حضرت باقی باللہ قدس
سرہ سے بڑے گہرے مراسم تھے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مجد الف ثانی، تادم زلیست مخلصانہ و عقیدت
مندانہ تعلقات رہے۔ حضرت مجد الف ثانی فرمایا کرتے تھے ”مرتضیٰ خاں میرے خاندان کا دوست اور
مروج سلسلہ ہے“ آپ کا دسترخوان بڑا وسیع تھا۔ قیام لاہور کے دوران متعدد دعاتر میں اور باغ و جامع
مسجد تعمیر کرائیں۔ ایک محلہ بھی آباد کیا۔ ترویج کتاب و سنت میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء میں
وفات پائی۔ مقبرہ دہلی میں بیگم پورہ کی مسجد کے پاس دفن ہوئے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

”شیخ فرید بخاری کہ از اعظم امرائے زمان بود جامع بود در میان نجابت و صلاح و اعتقاد و مشائخ
صوفیہ۔“ اکبر کے مشہور اتالیق برہم خاں کا فرزند ارجمند تھا۔ ۱۵۵۷ء میں لاہور میں خاں میواتی
کی دختر کے بطن سے پیدا ہوا۔ بہترین جرنیل اور مدبر سیاستدان تھا۔ علم و فضل و جود و سخا میں یکتائے
عصر تھا۔ عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبانوں میں پوری قابلیت و استعداد رکھتا تھا۔ خود شاعر تھا
اور شعراء کا مرتبی تھا۔ اہل علم و تقویٰ کی بڑی خدمت کرتا تھا۔ زبان فارسی و ہندی میں شعر کہتا تھا
اکبر کے حکم سے توحید بابری کا فارسی ترجمہ کیا۔ اس کا باپ شیعہ امامیہ تھا مگر خود اہل سنت سے تھا
حضرت خواجہ مجد باقی باللہ کے اراد مندوں سے تھا ان کی وفات کے بعد حضرت (باقی آگے ص ۸۷ پر)

گئے اور حسن اتفاق سے شیخ احمدؒ سے ملاقات ہوئی۔ اثنائے ملاقات دل میں یہ خیال آیا کہ اگر شیخ کو کرامت ہے جیسا کہ لوگ آپ کی بابت بیان کرتے تو میری دلجوئی کریں دوسرے میں نے سنا تھا کہ ان کے پیرو خواجہ باقیؒ بغیر اجازت مولانا خواجگیؒ مکنگی کے مرید بننے بہتے تھے اور یہ کہ خواجہ خاوند محمودؒ سے آپ کو کیسا اعتقاد تھا۔ جب تھوڑی دیر شیخ کی خدمت میں بیٹھا۔ اپنی مسند کے نیچے سے ایک کتاب مطالعہ کے لئے مجھے عنایت کی میں نے جب اس کو پڑھا۔ مجھ سے پوچھا۔ بتاؤ اس سے کچھ ظاہر ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ مجھے اس سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ یہاں ہے سب درست ہے فرمایا تم یہ جانو کہ ہم سے جو کچھ وافع ہوا ہے وہ یہی ہے۔ باقی سب جھوٹ ہے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک دن خواجہ خاوند محمودؒ یہاں آئے تھے کہتے تھے کہ خواجہ باقیؒ کو اپنے پیرو سے اجازت صریح حاصل نہیں۔ اس لئے ایک دن مولانا خواجگی مکنگیؒ خرپڑہ کھا رہے تھے اور قاش قاش کر کے حاضرین مریدوں کو دیتے جاتے تھے۔ خواجہ باقیؒ کو خرپڑہ کی قاش نہیں دی۔ حاضرین نے کہا۔ خواجہ بھی حاضر ہیں مولانا خواجگی مکنگیؒ نے فرمایا کہ ہم نے خرپڑہ اس کو ٹھیک دیا۔ خواجہ باقیؒ نے اس سے استنباط کیا کہ مجھے ارشاد و تبلیغ کی اجازت مرحمت فرمادی۔ میں نے کہا ایسا نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے کبھی یہ بات اپنے پیرو یا کسی اور سے نہیں سنی۔ بلکہ خواجہ باقیؒ بھی انکار کرتے تھے کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے نہ مجھے آتا ہے۔ مولانا خواجگیؒ فرماتے تھے کہ ہم نے اجازت دیدی ہے۔ تم کو یہ کام کرنا چاہیے۔ اسی اثناء میں چند سفید ریش بزرگوں نے بھی کہا کہ ہم اس مجلس میں حاضر تھے۔ جب مولانا خواجگیؒ نے حضرت باقیؒ کو اجازت دی تھی۔ خواجہ خاوندؒ نے کہا تو پھر ہم نے غلط سنا ہوگا۔

علاوہ ازیں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں حصہ سوئم و فتر اول میں جواب دہ مخدوم زادہ مکنگیؒ خواجہ ابوالقاسم کی طرف صادر فرمایا اور سلسلہ کے پیروں کے بعض اسمائے گرامی کے استفسار میں جن میں تردید اسوا تھا بیان فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) ”مخدوم و مکرم! جو کچھ ہمارے حضرت خواجہ یعنی حضرت خواجہ محمد باقیؒ علیہ الرحمۃ

(بقیہ حاشیہ ص ۸۷) مجدد الف ثانیؒ سے استفادہ کیا تھا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھا۔ بیتر برس کی عمر میں ۱۰۳۶ھ - ۱۰۶۳ھ میں وفات پائی مقبرہ ہمالیوں کے پاس دفن ہوئے۔

ہمارے پروردگار کے اسمائے گرامی کی تحقیق کے بارے میں حضرت خواجہ خواجہ اعلیٰ مکنگیؒ اور حضرت خواجہ احرارؒ کے درمیان گزرنے میں پہنچا ہے یہ ہے کہ ان دو حضرات کے درمیان دو بزرگ گزرنے میں ایک حضرت مکنگیؒ کے والد بزرگوار حضرت مولانا درویش محمدؒ ہیں اور دوسرے بزرگ حضرت مولانا محمد زاہدؒ ہیں۔ جو حضرت مولانا درویش محمدؒ کے ماموں ہیں۔ چند روز کی بات ہے کہ شیخیت پناہ خواجہ خاوند محمودؒ ہمارے اس علاقہ میں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں ہی مولانا خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع کر دیا اور کہا کہ مولانا کو کسی سے اجازت نہیں تھی۔ اسی بنا پر ابتدا میں کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔ اور آخر میں جا کر پیری مریدی کا سلسلہ شروع کیا۔ انہیں کہا گیا کہ مولانا صاحب بزرگ تھے اور تمام ماوراء النہر کا علاقہ ان کی بزرگی کا قائل ہے وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے تھے کہ بلا اجازت ابتدا عمر یا آخر عمر میں پیری مریدی کا سلسلہ شروع کرتے۔ ایسا کرنا خیانت میں داخل ہے جس کا ایک ادنیٰ مسلمان سے بھی گمان نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ اکابرین ایسا کریں۔ اس کے بعد خواجہ خاوند محمودؒ نے کہا کہ ایک روز مولانا درویش محمدؒ خواجہ کلال دہ بیدیؒ کی خدمت میں حاضر تھے خواجہ کلال دہ بیدیؒ خربوزہ تناول فرما رہے تھے۔ مولانا نے خربوزہ کھانے کی طلب کا اظہار فرمایا تو خواجہ دہ بیدیؒ نے فرمایا تمہارا خربوزہ مکمل ہو چکا ہے رنجستہ ہو چکا ہے (مولانا نے فرمایا آپ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا درجہ کمال کو

ملہ دیکھیں ۸۶ ملہ حضرت مولانا خواجہ محمد زاہد خوشی قدس سرہ محمد زاہد نامی حضرت مولانا یعقوب چرخچی سے قرابت قریبہ تھی۔ بلکہ ان کے واسطہ کہے جاتے ہیں۔ خوشی جو خندان کا ایک قصبہ ہے مولد و مسکن تھا۔ اوائل عمر ہی میں مولانا چرخچی کے کھامرید و خلیفہ سے تعلیم و تربیت حاصل کر کے ریاضت و مجاہدہ اور تجربہ و تفرید اختیار کر لی تھی۔ آخر میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ حضرت خواجہ احرارؒ نے جلد ہی جیسے علوم ظاہری و باطنی میں کمال و تکمیل تک پہنچا کر خرقہ خلافت سے فائز اور رشد و ہدایت کی اجازت فرمائی۔ دوسرے درویش جو ایک مدت سے حضرت خواجہ احرارؒ کی خدمت سے وابستہ تھے کہنے لگے عجیب بات ہے کہ حضرت خواجہ احرارؒ نے جتنی توجہ ان پر مبذول فرمائی ہے ہم پر نہیں کی۔ حضرت خواجہ احرارؒ نے فرمایا۔ مولانا محمد زاہد چرخچی بتی درست کر کے اپنے ساتھ لاتے تھے میں نے صرف روشن کر کے انہیں رخصت کر دیا۔ یہ معاملہ حضرت خواجہ احرارؒ کے تصرف عظیم و مولانا زاہدؒ کے کمال استعداد و قابلیت پر دلالت کرتا ہے آپ سلسلہ نقش بندہ کے اکابر مشائخ سے ہیں۔ ۹۳۶ میں وفات پائی۔ مرقدر شریف خوش میں ہے۔

پہنچ چکا ہے۔ خواجہ کلاں وہ بیدی نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا خیر و نہ درجہ تمام و کمال کو پہنچ چکا ہے۔ اس وقت سے مولانا نے مرید کرنا شروع کیا۔ خواجہ خاوند محمود کی یہ نقل و روایت بھی بہت بعید معلوم ہوتی ہے۔ یہ بات نہیں ہو سکتی کہ مولانا صرف اتنی ہی بات سے اپنے آپ کو شیخ تصور کر لیں اور لوگوں کو مرید بنانے کے درپے ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہ خاوند محمود نے فرمایا کہ ان دو بزرگوں کا نام جو حضرت مولانا اور خواجہ احرارؒ کے درمیان نقل کیا جاتا ہے اور دو نام بتائے جاتے ہیں۔ درست نہیں ہیں۔ اور انہوں نے دو اور نام بتائے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ سلوک میں مولانا درویش محمدؒ کی نسبت اپنے ماموں سے نہیں۔ بلکہ کسی دوسرے شخص سے نسبت ہے ان کی ان باتوں سے بڑا تعجب ہوا۔ اس ضرورت کے تحت آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ان دو بزرگوں کے نام تحقیق کر کے لکھ بھیجیں تاکہ کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے اور اجازت کی بات لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کی بزرگی ہی اس کا ثقفہ اور معتبر گواہ ہے۔ تاہم اگر اجازت کے واسطے میں بھی لکھ بھیجیں تو بہتر ہے تاکہ معتبرین کی زبان بند ہو جائے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت خاوند محمودؒ کا مقصود ان پریشان باتوں سے کیا تھا۔ اگر ان کا مقصود ان باتوں سے ہم بے سرمایہ فقراء کی زوردار طریقہ سے نفی تھی کیونکہ پیر کی نفی مرید کی نفی کو بلاشبہ مستلزم ہے تو ہم بے سرمایہ لوگوں کی نفی کے بہت طریقے ہیں کیا ضرورت تھی کہ اس غرض کے لئے بزرگوں کی نفی کی جائے۔ اور اگر ان کا مقصود کچھ اور تھا اور صرف ان دو بزرگوں کی نفی مطلوب تھی تو یہ غیر مستحسن ہے جیسا کہ یہ بات اہل شخص پر پوشیدہ نہیں جو کھوڑی سمجھ بھی رکھتا ہے۔

اے اللہ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھانہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے حیرت عطا فرما بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ بحیرت بید المرسلین علیہ وسلم علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور بزینح ہدایت پر سلامتی نزول ہو۔

حضرت خواجہ خاوند محمودؒ کے اس اعتراض سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اتصال اور انساب میں بہت سے شکوک پیدا ہو گئے۔ مگر حضرت خواجہ خاوند محمودؒ کو اس معاملہ کے متعلق پوری اطلاعات نہیں تھیں جس کے سبب آپ نے استفسار فرمایا اور حضرت

امام ربانی مجدد الف ثانی نے جواب باصواب ارشاد فرمایا کہ مولانا حضرت خواجگیکنگلی بزرگ تھے اور سادہ لہجہ کے لوگ ان کی بزرگی کے قابل تھے۔ مگر گزیر بات پسند نہیں کر سکتے کہ انہوں نے ابتداء میں یا آخر میں بے اجازت مرید بنائے ہوں کیونکہ ایسا عمل خیانت میں داخل ہے، ادنیٰ مسلمان سے بھی ایسا گمان نہیں ہو سکتا۔ پھر اکابر دین کیسے کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا درویش محمدؒ کی بیعت و خلافت حضرت مولانا محمد زائدؒ سے ہے جو آپ کے ماموں جان ہیں۔ یہ نسبت آج تک قیام ہے اور درجہ بدرجہ چلی آرہی ہے۔ ان کی بزرگی ہی ان کا ثقل اور معتبر گواہ ہے۔

متذکرہ مکتوب گرامی مزید تحقیق و تحسس اور حضرت خواجہ خاندن محمودؒ کے استفسار پر مخدوم زادہ انگلی خواجہ ابوالقاسمؒ کی جانب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی طرف سے صادر کیا گیا تھا۔ مگر داراشکوہ اپنی کتاب "سفینۃ الاولیاء" میں حضرت خواجگیکنگلیؒ کی بجائے حضرت باقی باللہؒ کا نام تحریر کرتے ہیں جو بیان غیر صحیح ہے۔ اور مکتوب امام ربانی کے مقلبے میں اس بیان کی کوئی اہمیت نہیں۔

حضرت خواجہ خاندن محمودؒ کے تعلقات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ساتھ بہت خوشگوار تھے مسائل شریعت و طریقت اور وحدت الوجود کے بارے میں اکثر گفتگو کرتی تھی۔ آپ "وحدت الوجود" کے نظریہ کی تردید کرتے اور "وحدت الشہود" کے تصور کی حمایت کرتے ہیں۔ اُس وقت تصوف جو اپنا مقام کھو چکا تھا حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کوشش سے اس نے از سر نو اپنا اصل مقام حاصل کیا۔ اس عمل میں حضرت ایشلؒ بھی آپ کے معاون تھے۔ آپ اکثر ملاقات کیلئے سرہند بھی جاتے تھے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ آپ کے بارے میں ایک مقام پر فرماتے ہیں: "خواجہ خاندن محمودؒ پر زیادہ ماند و جذبہ موروثی دارند" (ترجمہ) خواجہ خاندن محمودؒ خواجہ زادہ ہیں اور جذبہ موروثی انہیں حاصل ہے، اس کے علاوہ مکتوبات شریف میں اکثر مقام پر

سید حضرت خواجہ خاندن محمودؒ حضرت خواجہ سید علاء الدین عطار قدس سرہ کی اولاد امجاد سے تھے جو حضرت خواجہ بزرگ سید بہار الدین نقشبند قدس سرہ کے نامور مرید و خلیفہ اول نائب مطلق و داماد تھے اس لئے خواجہ زادہ کہلاتے ہیں حضرت القدس مولانا شیخ بدرا الدین سرہندی ص ۱۸۵۔ ناشر محکمہ وقاف پنجاب لاہور۔

حضرت ایٹال کو آپ نے "مشیخت پناہ" (خواجہ خاوند محمود) کے القاب سے مخاطب کیا ہے۔
 حضرت مولانا بدرالدین سرہندی مؤلف حضرات القدس دفتر اول میں بیان کرتے
 ہیں کہ خواجہ خاوند محمود نے ایک روز فقیر مؤلف سے کہا کہ مولانا محمد زاہد مرید خواجہ یوسف
 دہ بیدی کے ہیں اور وہ مرید خواجہ یعقوب چرنی کے تھے نیز فرمایا اگر مولانا محمد زاہد کا اتنا
 خواجہ عبید اللہ احرار سے ہوتا تو صاحب رشتہ اپنے تذکرہ میں ان کا ضرور حوالہ دیتے۔ یہ
 ذکر ہو ہی رہا تھا کہ اتفاق سے حاجی ضیاء الدین سمرقندی خلیفہ حضرت خاوند محمود جو بعد
 خلافت پانے کے کشمیر میں سکونت رکھتے تھے۔ اس مجلس میں موجود تھے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے
 پاس آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت خواجہ خاوند محمود اس معاملہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں
 ہیں۔ میں حضرت مولانا خواجہ گل مکنگی کامریدیوں اور بیہول ان کی خدمت میں رہا ہوں۔ اور ان
 کی وفات کے بعد حضرت خواجہ خاوند محمود کے پاس آیا ہوں اور حضرت باقی باللہ شیرے سامنے
 حضرت مولانا خواجہ گل مکنگی کی خدمت میں آئے اور حضرت مولانا محمد زاہد کی خلافت حضرت
 عبید اللہ احرار سے بغیر کسی شک و شبہ کے محقق و مقرر ہے۔ مگر واقعہ یوں ہے کہ حضرت خواجہ
 عبید اللہ احرار کی شہرت مولانا محمد زاہد کے کانوں تک پہنچی تو آپ حصار سے سمرقند کی طرف
 روانہ ہوئے۔ اور سمرقند پہنچنے کے بعد محلہ والنسرایں جو دکنشا اور سرسبز مقام ہے اترے
 ادھر حضرت خواجہ احرار پر ظاہر ہوا کہ مولانا محمد زاہد جو کمالات اور مقامات عالیات سے

۱۔ مکتوب ۱۱ حصہ سوئم دفتر اول۔ ۲۔ ماخذ حضرت القدس دفتر اول ص ۲ مؤلف شیخ بدرالدین
 سرہندی۔ ۳۔ رشتہ عین الحیات مشہور و معروف تذکرہ کا نام ہے جسے ملا حسین دغظ کاشفی نے
 فارسی زبان میں لکھا۔ آپ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے خلفائے میں سے تھے اس میں بزرگوں
 کے مختصر حالات درج ہیں۔ مگر جن لوگوں نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کو دیکھا ہے یا آپ کے
 کسی ارشاد کو یا آپ کی کسی کرامت کو نقل کیا ہے ان کا نام بنام کتاب میں درج ہے۔ علاوہ ازیں حضرت
 خواجہ عبید اللہ احرار کی بعض مجالس میں جو آپ کے شامل و مناقب اور حالات سننے میں آئے۔ ان کو
 بھی تحریر کیا ہے۔ سولہ سال گزرنے کے بعد سن ۹۰۹ ھ میں از سر نو یہ ارادہ تازہ ہوا کہ دوبارہ کتاب
 کو ترتیب دی جائے۔ چنانچہ مؤلف نے کتاب کو دوبارہ ترتیب دی اور اختصار سے کام کا آغاز
 ہوا اور مقدمہ کتاب ان بیانات کا گواہ ہے۔

موصوف ہیں۔ ہماری ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ آپ کے دل میں گزرا کہ مولانا کے استقبال کے لئے نکلیں۔ ٹھیک دوپہر اور سخت گرمی کا موسم تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ سواری کے اونٹ کو لائیں۔ پھر حضرت اس پر سوار ہوئے اور حاضر جملہ مریدین آپ کے ہمراہ ہوئے کسی کو یہ علم نہیں تھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ اونٹ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا کہ جہاں چاہے رُک جائے جب محلہ دانسرائے میں داخل ہوئے جن مقام پر مولانا محمد زاہد اترے ہوئے تھے اونٹ خود بخود رُک گیا اور حضرت خواجہ اونٹ سے اترے۔ مولانا کو حضرت خواجہ کی تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی تو بے اختیار دوڑے اور حضرت کا استقبال کیا اور خلوت فرمائی۔ پہلی ہی صحبت میں آپ کو خلافت عطا ہوئی۔ بعض مریدین نے اعتراض کیا۔ مگر حضرت خواجہ احرار نے ان لوگوں سے کہا۔

”مولانا محمد زاہد چراغِ ادرسل بتی تیار کر کے میرے پاس لانے تھے ہم نے اس کو روشن کر کے رخصت کیا۔“

متذکرہ بالا بیان سے واضح ہے کہ حضرت مولانا محمد زاہد کی بیعت و خلافت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے ہے مگر کسی مورخ یا تذکرہ نویس نے کسی زمانہ میں اس امر کا ذکر تک نہیں کیا کہ حضرت مولانا محمد زاہد مرید حضرت خواجہ محمد یوسف دہ بگیدی کے تھے اور وہ حضرت یعقوب چرخچی کے مرید تھے۔ ان کے علاوہ ملا حسین واعظ کاشفی اور مولانا عبدالرحمن جامی دونوں آپس میں پر بھائی تھے اور خواجہ عبید اللہ احرار کے خلفائے سے تھے وہ بھی ان کی تفصیل اپنے تذکروں میں بیان نہیں کرتے۔

حضرت مولانا محمد زاہد ایسے بالکل بزرگ گزرے ہیں جن کے اتصال و انتساب میں قطعاً شک نہیں ہو سکتا۔ زمانہ کے تذکرہ نویس مورخین اور مصنفین بیان کرتے ہیں کہ آپ یکتائے زمانہ تاجریہ میں یگانہ اور خلوت و تفرید میں بے نظیر تھے۔ آپ نے خرقہ خلافت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے پہنا۔ حضرت مولانا درویش محمد آپ کے مرید و خلیفہ اور خواہ زادہ ہیں۔ اور حضرت مولانا خواجگی اسکنگی کے والد اور مرشد ہیں۔ آپ نے عوام الناس کو دستِ بیعت کیا اور فیضِ نسبت سے مالا مال و سرسبز و شاداب فرمایا۔

حضرت ایشاؓ نسباً سید تھے آپ کے آباؤ اجداد حضرت خواجہ علاء الدین عطار بخارا کے سادات عظام سے تھے جو حضرت خواجہ بزرگ سید بہار الدین نقشبندؒ کے نامور مرید و خلیفہ اعظم تھے۔

ہر مصنف اور مؤرخ نے آپ کے سید ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ خواجہ اعظم دیدہ مری اپنی کتاب "واقعات کشمیر" بعہد محمد شاہ بادشاہ ۱۳۸ھ صفحہ ۱۳۹ پر لکھتے ہیں۔

”جناب مقرب بارگاہِ محمود حضرت ایشاؓ خواجہ خاوند محمود قدس العزیز از اکابر سادات بخارا نند۔ والد بزرگوار ایشاؓ میر سید شریف الدین است کہ بہ پنج واسطہ بحضرت قطب الاسرار خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ میر سید۔“

(بقیہ حاشیہ ص ۹۳) خزینۃ الاصفیاء ص ۶۰، ص ۶۱، ص ۶۲۔ حضرات القدس ص ۲، ص ۳، ص ۴۔ حلیۃ الاسرار ص ۱۶۔ حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۱۲۔

۱۔ آپ کے والد کا نام خیر الدین کشمیری مجددی تھا۔ کشمیر کے اعظم علماء اور مشائخ سے تھے۔ بچپن میں مولانا عبداللہ شہید سے علم حاصل کیا۔ پھر شیخ مراد بیگ مرزا کامل بیگ میر ہاشم قادری جو اپنے زمانے کے عالم محقق اور فقیہ کامل تھے۔ سے فیضیاب ہوئے۔ شیخ محمد ادرجندی کی خدمت میں حاضر رہ کر علوم باطنی و اسرار مخنوی کی تکمیل کی اور بے اندازہ فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ کو تاریخ نویسی میں بڑی مہارت تھی۔ ۱۳۸ھ میں تاریخ اعظمی المعروف دیدہ مری یادوری تصنیف کی جس میں بادشاہوں و مشائخ و علماء و فضلاء و شعرائے کشمیر کے حالات بتفصیل درج ہیں۔ اس کے علاوہ رسالہ فیض مراد اور شرح کبریت امر آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے اور اس سلسلہ کو فروغ دیا۔ ضعیف گردہ کے مریض تھے۔ سن ۱۱۹۷ھ میں وفات پائی۔

اگر پُرسند اعظم از چہ مردہ ؟
بگو سال و سالش ضعیف گردہ ۱۱۹۷ھ

۱۸۲۶ء میں منشی اشرف علی صاحب تاریخ اعظمی کا اردو ترجمہ دہلی سے شائع کیا۔ اس کے بعد ۱۸۸۶ء (۱۳۰۴ھ) میں مولوی فقیر اللہ صاحب مرحوم تاج کتب لاہور نے اس کو اصل زبان فارسی میں شائع کیا۔ پھر یہ کتاب دوسری مرتبہ اصل زبان میں ۱۹۳۶ء (۱۳۵۵ھ) میں خواجہ علاء محمد خان خواجہ نور محمد تاجران کتب سری نگر (کشمیر) کے اہتمام سے لاہور میں طبع ہوئی۔ جوہر اول کی تعداد میں شائع ہو کر خوش عام سے خارج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ اب یہ کتب ناپید ہو رہی ہے۔ ۱۔ مفتی علی الدین خلف مفتی خیر الدین لاہوری اپنی تصنیف عبرت نامہ (فارسی) میں حضرت ایشاؓ کو خواجہ بہار الدین نقشبندؒ کی اولاد تحریر کرتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں۔ آپ خواجہ بہار الدین نقشبندؒ کی دینی کے ایسی تھے اور خواجہ علاء الدین قدس سرہ کی اولاد تھے۔

خوارق و کرامات

۱۔ منکر اولیاء کو سزا

ایک دفعہ آپ کو خوش سے بخارا آنے کا اتفاق ہوا اور ایک دن باقی بیگ حاکم خوش کی مجلس میں جانا ہوا۔ وہ سخت مزاج اور منکر اولیاء اللہ تھا حضرت کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ لوگ جو خواجہ زادہ کہلاتے ہیں، درحقیقت لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ان کا ناک کاٹ کر شہر کرنا چاہیے۔ میں باقی بیگ نہیں اگر ایسا کر دوں۔ آپ نے سن کر فرمایا۔

”مجھے امید ہے کہ ایک دن ایسا اے گا کہ تیرے ناک کاٹے جائیں گے“ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عبداللہ خان شاہ بخارا کا میٹر شکار اپنے شکاری جانور لے کر خوش آیا۔ اس سے کچھ ایسی خطا سرزد ہوئی کہ باقی بیگ نے اسے پٹوایا۔ اور شہر خوش سے اسے نکلوا یا۔ اس نے اگر عبداللہ خان شاہ بخارا سے شکایت کی کہ حاکم خوش نے مجھے بے گناہ پٹوایا ہے۔ اور بادشاہ کے حوص شکاری باز کو بھی مار ڈالا ہے۔ بادشاہ نے باقی بیگ کو پکڑ بلوایا۔ اور حکم دیا کہ اس کے دونوں کان اور ناک کاٹ دیئے جائیں چنانچہ وہ کاٹ ڈالے گئے۔

۲۔ نزول باران رحمت

ایک مرتبہ آپ کشمیر سے روستاق تشریف لے جا رہے تھے۔ ماہ رمضان تھا سوئم سخت گرم تھا۔ ہمراہیوں کو بے حد تکلیف ہوئی گرمی اور پیاس سے جان لبوں پر آگئی۔ نہ جاتے رفتن نہ پائے ماندن۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعائے بارش کی التجا کی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اسی وقت بادل نمودار ہوئے بارش ہونے لگی۔ ہوا سرد ہو گئی غروب آفتاب تک آسمان پر بادل پھایا بارحمتی کہ آپ اپنے ہمراہیوں سمیت منزل پر پہنچ گئے۔

۳۔ شرف بیگ کی موت و حیات اور صحت یابی

ایک شخص مسمی شرف بیگ آپ کے عقیدتمندوں سے تھا اسے کسی کام کے لئے کابل جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے اسے ایک کام کرنے کا حکم دیا تھا جس سے اُس نے غفلت کی اس کی

اس بے پروا ہی پر حضرت خواجہ نجید خاطر ہوئے جس کے نتیجہ پر وہ مرضِ تپ میں مبتلا ہو گیا۔
 تین مہینے گزر گئے علاج کے باوجود صحت یاب نہ ہوا۔ آخر اس کا بھائی عوض بیگ اسے لے
 کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعائے صحت کی درخواست کی۔ آپ نے تکبیر کہی اور
 فرمایا۔ ”اگر خدا نے چاہا تو شفا ہو جائے گی۔“ حاضرین مجلس نے سمجھا کہ آپ نے دعائے
 صحت نہیں فرمائی۔ اس کا گھر آپ کی خانقاہ کے قریب ہی تھا۔ رات کو اس کے گھر سے رونے
 کی آواز آئی کہ وہ مر گیا ہے۔ اسی اثنا اس کا بھائی عوض بیگ حاضر خدمت ہو کر قدموں
 پر گر پڑا۔ اور عرض کیا کہ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند مرے زندہ کرتے تھے میں بھی
 امیدوار ہوں کہ میرا بھائی زندہ ہو جائے۔ حضرت خواجہ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ گھر جاؤ
 اور دیکھو شاید شرف بیگ زندہ ہی ہو۔ یہ بات ہو رہی تھی کہ اس کے گھر سے رونے کی
 آواز بند ہو گئی۔ اور خبر آئی کہ اس نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ اس واقعہ کے بعد وہ شفا یاب ہو گیا۔
 ۴۔ کشف صریح

ملاذہنی شاعر کشمیر کا بیان ہے کہ حضرت ایشاؑ نے جو خانقاہ کشمیر میں تعمیر فرمائی
 تھی۔ میں نے اس کا قطعہ تاریخ لکھا تھا۔ ایک دن میں نے قطعہ جیب میں ڈالا اور حضرت کو
 سنانے کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ مگر اس وقت ایک بڑے ہجوم کے باعث سنانہ سکا سوچا
 کہ پھر کسی وقت سناؤں گا۔ رخصت کی اجازت لی۔

ابھی چند قدم ہی دور گیا تھا کہ آپ نے آواز دی۔ ”اے اخوند تو نے جو جیب میں رکھا
 ہوا ہے۔ وہ مجھے کیوں نہ دیا۔ اس وقت سے بہتر اور کونسا موقع ہوگا۔ وہ فوراً پلٹ
 اور قطعہ تاریخ پیش کیا۔ آپ نے سماعت فرما کر بڑی تعریف کی اور ظاہری و باطنی
 فیوض سے سرفراز فرمایا۔ قطعہ یہ ہے۔

حضرت خواجہ آل شہ دین دار	کز انزل یافت دولت سرمد
طرفہ شاہی کہ دادش ایند پاک	از فنا تاج و از بقائے مسند
ذات قدس کہ زندہ می دارد	دین یزداں و سنت احمد
در ہمہ کار و در ہمہ حالت	یابد از شاہ نقش بند مدد

قاضی لاہوری اور امیر حسین شیخ الاسلام کو تعصیر کی معافی کیلئے حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا۔ ان دونوں حضرات نے حاضر ہو کر ملا کی صحت کے لئے دعا کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا تیر کران سے نکل چکا ہے۔ وہ اب واپس نہیں آ سکتا میں راضی ہو بھی جاؤں مگر خواجگان راضی نہیں ہوتے پس ہمیں ملا کی سلامتی ایمان کے لئے فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔ یہ کہہ کر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھی اور فرمایا ”ملا صالح دنیا سے ایمان بسلامت گئے“ قاضی اور شیخ الاسلام مجلس سے نا اُمید ہوئے۔ دوسرے روز ملا صالح السد کو پیائے ہو گئے۔

۶۔ ملکہ نور جہاں کی صحت یابی

بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت ایشاں جہانگیر کے ہمراہ سفر کشمیر پر تھے۔ اس سفر میں نور جہاں ملکہ بھی ہمراہ تھی جب شاہی قافلہ کشمیر پہنچا۔ تو بوجہ تھکان سفر بادشاہ اور ملکہ کی صحت خراب ہو گئی۔ زندگی کی امید باقی نہ رہی۔ بادشاہ نے حضرت ایشاں سے دعائے صحت کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا ”دونوں میں سے ایک اچھا ہو جائے گا۔ بادشاہ کو نور جہاں کی زندگی ہر صورت منتظر تھی چنانچہ نور جہاں صحت یاب ہو گئی۔ اور بادشاہ کی حالت اور بگڑ گئی۔ تھوڑے ہی دنوں بعد وفات پائی۔ بادشاہ کی لاش لاہور میں لائی گئی۔ آپ بھی ہمراہ تھے۔

۷۔ حضرت ایشاں پر خون بہا کا دعویٰ

جہانگیر کی وفات کے بعد شاہ جہاں تخت نشین ہوا۔ آپ بھی حضرت ایشاں کے بہت معتقد تھے۔ مگر درباریوں میں انہیں حضرت کو زیر کرنے کے اکثر منصوبے تیار ہوتے اور اس دشمنی کے باعث آپ کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ دشمنی کی وجوہات کا صحیح علم تو نہ ہو سکا۔ لیکن شکایات شاہ جہاں تک پہنچ گئیں، مخالفین آپ پر طرح طرح کے سوال کرتے اور آپ کی شان میں گستاخیاں کرتے۔ پہلے تو آپ برداشت کرتے رہے۔ جب معاملہ حد سے گزرا تو آپ کی طبیعت میں ایک ایسا تغیر رونما ہوا کہ ادھر سر غنہ مسمیٰ محمد حسن منہ کے بل زمین پر گرے اور مڑ گیا۔

۱۔ آپ بہت فاضل تھے۔ اکبر آباد (اگرہ) کے رہنے والے تھے اکثر مباحثے اور مناظرے کئے مگر عموماً ناکام رہے۔

لوگوں نے خون بہا کا دعویٰ کیا۔ شاہ جہاں حالات سے آگاہ ہوا۔ اور آپ کو باعزت و ابرو بری کیا۔ آنحضرت کا مقام تقصیر بہت بلند تھا۔

نواب خان دوران حاکم لاہور کی موت کا واقعہ

صاحب کتاب رضوانی تحریر کرتے ہیں کہ مزار پر روضہ عالیہ کی تیاری کے بعد شاہ جہاں کشمیر کی طرف چلا گیا اور لاہور کا حاکم خان دوران مقرر ہوا۔ اسے حضرت خواجہ سے عناد تھا۔ اس نے کہ وہ اہل تشیع تھا، اس نے مزار کے گنبد کو مسمار کرنا چاہا اور مجھے کہ حضرت خواجہ کا کمترین فرزند ہوں۔ بلایا اور کہا کہ اس سے پہلے خاندان نقشبندی کے کسی بزرگ کے مزار پر گنبد نہیں ہے۔ تم

بلوے خواجہ صاحب نام تھا۔ خان دوران نہرت جنگ بہادر خطاب تھا۔ عہد شاہ جہاں کے نامور اور جلیل القدر امرا سے تھا۔ اپنی ذاتی لیاقت اور حسن تدبیر سے ہفت ہزاری منصب تک پہنچا۔ سرداری فوج کشی معرکہ آرائی اور سخت گیری میں بے نظیر تھا۔ شاہ جہاں کے عہد میں اچھے اچھے معرکے سر کئے تھے۔ کچھ عرصہ دکن کی صوبہ داری بھی اس کے متعلق رہی۔ ۱۲ جولائی ۱۶۵۴ء (۲۷ جمادی الاول، ۱۰۵۵ھ) میں اپنے ایک کشمیری برہمن زادہ جو قبیل اسلام کر کے اس کے قتل کا دس میں شامل ہو گیا تھا۔ مقتول ہوا۔ اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہونا کسی تاریخ میں مذکور نہیں۔ ایک دن زندہ رہا اپنی تمام جائیداد کا اندازہ لگا کر وصیت لکھی۔ شاہ جہاں اس وقت کشمیر میں تھا۔ اسے بھیج دی کہ اس وصیت کے مطابق میری جائیداد تقسیم کی جائے۔ باقی جو بچے وہ شاہی خزانہ میں داخل کرادی جائے۔ چنانچہ شاہ جہاں نے اس کی وصیت سے زیادہ اس کے فرزندوں کو دیا۔ صاحب تحقیقات ہشتی مولانا مفتی غلام سرور گنج تاریخ اور رائے بہادر کنہیا لال اپنی تاریخ لاہور میں انہیں کے حوالے سے اس کی تاریخ وفات ۱۰۶۶ھ بعد از گنگوٹیا لکھتے ہیں۔ بعد دست نہیں ہے۔ ماثرا الامراء جلد اول میں اس کا سال وفات ہفت جمادی الاول ۱۰۵۵ھ۔ ۲۱ جون ۱۶۴۵ء درج ہے۔ یہی درست ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ شاہ جہاں کا ہے عالمگیر کا نہیں تھا۔ جب ۱۰۵۲ھ میں حضرت ایشاں نے وفات پائی اور یہ شاہ جہاں کا عہد تھا اور اس کے تقریباً تیس سال بعد ان کے فرزند خواجہ معین الدین نے بعد از گنگوٹیا عالمگیر ۱۰۸۵ھ میں وفات پائی مگر مصمم الدولہ شاہ نواز خان ماثرا الامراء جلد اول میں لکھتے ہیں کہ اس کا آہائی قبرستان گوالیار میں تھا۔ اس کی لاش وہاں لے گئے تھے کیونکہ اس کی اولاد لاہور میں رہتی تھی۔ غالباً انہوں نے لاہور میں پہلے دفن کیا ہوگا پھر گوالیار لے گئے ہوں گے۔ شاید اس کے لوگوں میں سے کوئی اس کے مقبرے میں دفن ہوا ہو اور یہ مقبرہ نصرت، جنگ بی کے نام سے مشہور ہے مغلیہ دور تک یہ مقبرہ قائم رہا۔ زوال سلطنت کے بعد جہاں لاہور کی بیرونی آبادی اُڑ گئی وہاں یہ مقبرہ بھی خستہ و تباہ ہو گیا۔ رحمت شاہ کے عہد میں جرنیل کورٹ نے اس مقبرے کو اپنا مسکن بنالیا (باقی آگے قلم پر)

نے بزرگوں کے طریق کے خلاف عمل کیا اور اپنے والد کی قبر پر گنبد بنالیا۔ لہذا میں چاہتا کہ اسے گرا دوں۔ میں نے کہا کہ صاحب مزار کو مردہ نہ جانو۔ اگر سمیت ہے تو سمار کر دو۔ اس کے چند روز بعد خان دوران لاہور سے سوار ہو کر اپنے دیہات کی جاگیر کی طرف چلا۔ دوپہر کے وقت شمالی باغ میں اترا۔

حضرت ایشاں کی خانقاہ کے ایک خادم نے چند انگوڑی خانقاہ کے باغ سے اُسے بطور تحفہ پیش کئے۔ مگر اس نے اپنے دلی بغض و عناد کے باعث جو اُسے حضرت خواجہ سے تھا۔ انگوڑی کھائے۔ سب نوکروں ہی کو دے دیئے اور ازراہ مسخر خادم خانقاہ سے کہنے لگا کہ معین الدین پسر خاوند محمود کہتا ہے۔ صاحب مزار مردہ نہیں ہے۔ اگر وہ مردہ نہیں ہے تو اُسے پسر خاں کیوں کیا۔ خادم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور واپس آگیا۔ جب خان دوران دوپہر کے بعد سوار ہو کر شہیار خان کے تالاب کے پاس پہنچا تو اس کے لڑکے نے جو اس سے دشمنی رکھتا تھا۔ قتل کر دیا۔

(بقیہ حاشیہ ص ۹۹) اور کوٹھی میں تبدیل کر دیا۔ انگریزی عہد میں ۱۸۸۲ء میں رائے بہادر لالہ کنہیا لال کی زیر نگرانی اس کو مرمت ہوئی۔

۱۔ خزینۃ الاصفیاء اور مرآۃ الکونین مصنف مولوی غلام نبی فردوسی میں ہوشیار خان مرج ہے جو امرنیر تحقیق ہے۔

حصہ سوئم

حالات پیر و مرشد حضرت ایشاں ولیؒ

قال را بگذار مرد صالح شو

(مولانا رام)

پیش مرد کا ملے پامال شو

حضرت خواجہ اسحق ولی بن مخدوم اعظم خواجگی کا شانی احمد بن سید جلال الدین حضرت خواجہ اسحقؒ کے والد ماجد مخدوم اعظم کا شان (از توابع فرغانہ) میں پیدا ہوئے آپ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے مرید تھے۔ کا شان سے وہ بید میں تشریف لائے اور اسی مقام پر سکونت اختیار کر لی تھی اور ہمیشہ کے لئے مقیم ہو گئے۔ سمرقند سے قصبہ ”دہ بید“ کا فاصلہ صرف ایک فرسنگ ہے۔

عبید اللہ خاں شبانی آپ کے حلقہ مریدین میں شامل تھا اور آپ اس کے روحانی پیشوا تھے۔ امیر صافی ضمیر یلینکتوش تھے آپ کے سلسلہ میں داخل تھا اور آپ کے فرزند شیخ ہاشم کا مرید تھا چنانچہ اس عقیدت کی بنا پر یلینکتوش نے ۱۰۲۸ھ میں یہ سمت جنوب حضرت مخدوم اعظم کا وسیع و فیح مزار بنوایا جو مشائخ کرام کی پناہ تھی حضرت مخدوم اعظم کا وصال ۲۱ محرم الحرام ۹۴۹ھ میں ہوا۔ تاریخ وفات اس مصرعہ سے برآمد ہوتی ہے۔ ع

”قطب عالم رفت دای“

حضرت مخدوم اعظمؒ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے جن میں سے شرح غزل عبید اللہ خاں اور شرح رباعیات عبیدی قابل ذکر ہیں۔ یہ کتابیں کتب خانہ تاشکند میں موجود ہیں (دیکھیں فہرست مخطوطات تاشکند جلد ۲۔ شماره ۱۳۵۲-۱۳۵۳) ان کتب کے علاوہ آپ نے رسالہ ”در اسرار النکاح“ بھی تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ بھی تاشکند میں موجود ہے (دیکھیں فہرست مذکور جلد ۲۔ شماره ۴۹۵)

حضرت مخدوم اعظم کے حالات و مقامات پر ایک معاصر کتاب بھی تاشکن میں ہے جس کا نام
 "سلسلہ الصادقین و انیس العاشقین" ہے (دیکھیں فہرست مذکور جلد ۲ شمارہ ۶، ۱۲۵۷)۔
 سٹوری نے حضرت مخدوم اعظم کے حالات پر ایک معاصر کتاب مقامات حضرت مخدوم اعظم
 کا ذکر کیا ہے جس کا سال تصنیف ۱۹۴۹ء / ۱۳۶۷ھ ہے یعنی حضرت مخدوم اعظم نے جس
 سال انتقال کیا یہ کتاب اُسی سال مرتب کی گئی اس کتاب کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہے مگر
 تحقیق نہیں کر سکا کہ آیا "سلسلہ الصادقین و انیس العاشقین" مذکورہ اور مقامات مخدوم
 اعظم ایک ہی کتاب ہے یا الگ الگ ہیں اگرچہ مورخ الذکر کا مصنف نامعلوم ہے۔
 حضرت مخدوم اعظم کے نامور فرزند حضرت خواجہ اسحق ولی اپنے والد ماجد کی وفات
 کے وقت خرد سال تھے اس لئے اپنے والد ماجد کے خلیفہ مولانا لطف اللہ کے زیر سایہ تربیت
 حاصل کی اور تہ کمال کو پہنچے اور سالہا تک سند ارشاد پر متمکن رہے حضرت خواجہ اسحق ولی نے
 عمر طویل پائی تھی۔ آپ کا انتقال ۱۰۰۰ھ میں ہوا۔ آپ کی کرامات حد شمار سے باہر ہیں یہاں تک
 کہ ان کی توجہ سے اللہ تعالیٰ نے مرے بھی زندہ کر دیئے۔ بلاد کا شجر اور اس کے نواحی علاقوں
 میں آپ کے مریدین بکثرت تھے اور آپ کی اولاد پر جان چھڑکتے تھے۔ اس وقت آپ
 کا مزار شہر سمرقند سے باہر بطرف شمال قریہ باغ بلند پہلوی حوض چہار باغ امیر موریس ہے
 اس سے پہلے آپ کو قریہ سفید دوک "راز قریہ" مائے وہ بیدی مدفون کیا گیا تھا لیکن مرور
 ایام سے دریائے کوہک نے اپنا راستہ بدلا اور حضرت خواجہ اسحق ولی کے پہلو میں پہنچ گیا تو
 سلالۃ العظام عبداللہ خواجہ بن خواجہ اسحق نے آپ کا تابوت قریہ باغ بلند مذکور میں لا کر
 دفن کیا جو شہر سمرقند سے انتہائی غیر آباد علاقہ ہے۔

مولانا معین الدین نقشبندی بن حضرت ایشاں تحریر کرتے ہیں۔

"مولانا خواجگی مخدوم اعظم، در حیات خود حضرت خواجہ اسحق را حوالہ بملا لطف اللہ

کر وہ بودند مولانا تربیت ایشاں میگردند ریاضات شاقہ می فرمودند

۱۔ ایچ اشکار تعلیقات بر سمریہ مطبوعہ تہران ۱۹۶۵-۱۳۴۵-۱۳۳۵

STOREY PERSIAN LITERATURE VOL I

PART I PP 973 LONDON. 1953

۳۔ سمریہ (ص ۸۹-۹۰)

نیز مولانا معین الدین نقشبندیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ اسحقؒ کی زوجہ محترمہ مولانا لطف اللہؒ مذکور کی صاحبزادی تھیں۔

”کوچ ایشال دختر مولانا بودند۔ حضرت خواجہ را بہ عنایات والتفات و اخۃ اندوایشال را ارشاد دادہ اند۔“

حضرت خواجہ اسحقؒ کے حالات پر دو اہم کتابیں دریافت ہو چکی ہیں۔ اول ضیاء القلوب تالیف محمد عوض رف (۱۱۱۲) جس کا قلمی نسخہ تاشکند میں ہے دیکھیں فہرست مذکور جلد ۳ شمارہ ۲۶۰۴ دوسری کتاب ”مقامات شیخ اسحقؒ“ جس کا حوالہ سمریہ کے مصنف نے دیا ہے (ص ۹۰)

محمد غوثی شطاریؒ ماٹووی اپنی تصنیف اذکار ابرارؒ و گلزار ابرارؒ میں خواجہ اسحقؒ ابن مولانا خواجہ جلیؒ کے متعلق لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) آپ مسیحائی معجزات میں جان ڈالنے والے۔ اور ظاہر و باطن دونوں عالموں کے علم سے واقف تھے۔ خرقہ خلافت اور نامہ اجازت پدید بزرگوار سے ملا تھا اور بزرگ الاماد مولانا لطف اللہؒ کے فیض ہم نشینی سے گویا معرفت کا خزانہ حاصل ہو گیا تھا۔ آپ کی رہنمائی کے زمانہ میں چند روز بعد جب آپ دشت قبیاق کا گشت اور تماشا فرما رہے تھے۔ اُس وقت اس جنگل کے باشندے اور پرگنت کے ترک جنگل کے جنگل کفر کی گھاٹیوں سے نکل کر اسلام کے

دارالسلام میں داخل ہوئے جاتے تھے۔ جب رہنمائی اور تعلیم اسلام کی رونق دن و نئی بڑھتی گئی تو فرمانروائے کاشغر محمد خاں ابن عبد الکریم خان ابن عبد الرشید خان ابن تغلق تیمور خان آپ کا مرید ہوا اور کافی اور آبی سنگ پشت کا حاصل مع دیگر فتوحات کے آپ کے خالقانہ نشینوں کے نام سال در سال نامزد کر دیا۔

لے کنز السعادت (قلمی) اس کتاب کے صرف دو نسخے ہیں۔ ایک نسخہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ دوسرا پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔

عبداللہ بن محمد بن فرات نے ایران و توران عبداللہ خان اوزبک کا بیٹا تھا۔ سبھی شہزادوں میں بلا وجہ حکم کی تیرگی اور حکومت کے نشے نے اس کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تھا اور اس نے خواجہ کو سمرقند سے نکال کر بلخ میں جانے کی اجازت دی۔ آپ آہستگی سے کام لے کر تھوڑا تھوڑا چلے گئے۔ ہمارے دوستوں نے سستی رفتار کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے جواب دیا ہمارے والدی واپسی سمرقند کو عنقریب ہے۔ لہذا دور کیوں جانا چاہیے۔ ہنوز باقی راستہ قطع نہیں ہونے پایا تھا کہ عبداللہ بن محمد خان کے ماتے جانے کی خبر ملی۔ اسی منزل سے آپ نے وطن کا رخ کیا۔

معاصر علماء و عرفاء حضرت ایشاں رح

۱۔ امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی قدس اللہ سرہ الغریہ شیخ احمد اسم گرامی مجدد الف ثانی خطاب ابو البرکات بدر الدین لقب حضرت مولانا عبداللہ فاروقی کے فرزند ارجمند تھے۔ ۱۲ شوال ۹۷۱ھ بعد الکبر بمقام سرہند پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ تک منتهی ہوتا ہے۔ اس نسب پر خود بھی ناز فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حمیت وغیرت کے موقع پر اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا کرتے تھے کہ ”بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت آمد“ سن شد پر پہنچے تو پہلے قرآن مجید حفظ کیا پھر اکثر کتب درسیہ اپنے والد ماجد سے اور کچھ سرہند کے دیگر علماء و فضلا مثلاً کتب حدیث و تفسیر مولانا یعقوب کشمیری اور مولانا قاضی

لہ آپ کے اسلاف کچھ عرصہ بیشتر کابل سے آکر سرہند میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ سرہند اس زمانے میں بہت بڑا شہر تھا اور آج کل ایک قصبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ریاست پٹیالہ مشرقی پنجاب میں واقع ہے حضرت مولانا عبداللہ فاروقی ظاہری و باطنی کمالات سے مزین اور علم و روحانی برکات کا سرچشمہ تھے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی قدس سرہ المتوفی ۹۴۵ھ کے مرید و خلیفہ تھے نیز طریقہ قادریہ میں بھی سلسلہ چشت کی طرح آپ کو اجازت حاصل تھی۔ ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ لے آپ فاضل متبحر محدث محترم جامع علوم ظاہر و باطن تھے۔ آپ نے متقول حرمین شریفین میں رہ کر وہاں کے بڑے بڑے محدثین سے کتب حدیث کی سند حاصل کی۔ آپ خلیفہ و مرید شیخ حسین خوارزمی کے تھے اور شہور محدثین امام ابن حجر مکی و عبدالرحمن بن فہد مکی کے شاگرد تھے۔

پہلول سے پڑھیں۔ نیز دہلی لاہور اور سیالکوٹ کے اکابر علماء سے بھی استفادہ کیا۔ خاص کر مولانا کمال الدین کشمیری سیالکوٹی کے حلقہ درس میں شامل ہو کر منقولات و معقولات کی تکمیل کی۔ چنانچہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی اور علامی سعد الشہاں وزیر اعظم شاہ جہاں آپ کے ہم مکتب و ہم درس تھے۔ تکمیل علوم کے بعد تحصیل سلوک کی طرف رجوع کیا۔ پہلے طریقہ چشتیہ میں والد بزرگوار سے بیعت کی اور اس کا سلوک تمام کیا پھر طریقہ قادریہ کی طرف مائل ہوئے۔ اس کے رہنما و مرشد بھی والد ماجد ہی تھے۔ مگر خرقہ خلافت حضرت شاہ سکندر قدس سرہ نمبرہ حضرت

امام فقہیہ محدث مفتی اور صوفی مشرب تھے علوم معقول و منقول اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کیا۔ آپ کے آباؤ اجداد نے علم حدیث میں بڑا نام پایا اور ان کا خاندان دوائر علمیہ میں بیت الحدیث کے لقب سے مشہور تھا آپ بدیشان کے رہنے والے تھے۔ قاضی پہلول بدیشانی کے نام سے شہرت پائی حدیث کی سند و اجازت شیخ العلم عبد الرحمن بن فہد کی سے حاصل کی تھی۔

۱۰۱۷ھ ملا کمال الدین سیالکوٹی ۱۰۱۷ھ ملا جمال الدین سیالکوٹی ۱۰۱۷ھ کے حقیقی بھائی تھے۔ یہ دونوں بزرگ چھ واسطوں سے مولانا قاضی جمال الدین بدیشانی کی اولاد سے ہیں مفتی محمد شاہ سعادت ٹولف تذکرۃ الکاملین میں ملا جمال الدین اور ملا کمال الدین سیالکوٹی کو صدیقی نسب لکھتے ہیں۔ آپ حضرت بابا فتح الشہقاوی کشمیری کے مرید تھے اور خواجہ عبدالشہید نقشبندی احراری المتوفی ۸۲۷ھ جو خواجہ عبداللہ احرار قدس سرہ کے فرزند تھے۔ سے بھی فیض یاب ہوئے۔ آپ جامع علم و عمل اور زہد و تقویٰ تھے۔ مدت تک لاہور سیالکوٹ میں مسند درس تدریس پر متمکن رہے اپنے علمی و روحانی فیوض سے ایک خلق کثیر کو بہرہ یاب کیا۔ ملا آپ کا علمی لقب تھا جو بلند پایہ عالموں اور فاضلوں کو حاصل ہوتا تھا اور دور مغلیہ میں ان کی بڑی عزت و تکریم تھی۔ لاہور میں اچھرہ کے قریب دو مختلف مقامات پر دو بزرگ دفن ہیں ایک کا نام شاہ جمال الدین المتوفی ۱۰۶۱ھ ہے جن کا مقبرہ جمال کالونی فیروز پور روڈ پر واقع ہے۔ دوسرے کا نام شاہ کمال الدین المتوفی ۱۰۸۰ھ ہے ان کا مقبرہ اچھرہ قصبہ راول اور جان پورہ، فیروز پور روڈ پر واقع ہے۔ دونوں بزرگ سادات حسینی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ شاہ جمال کو ککڑا بیگ نامی بزرگ کے مرید تھے بعض حضرت غلط فہمی کی بنا پر ان دونوں بزرگوں کو ملا کمال الدین اور ملا جمال الدین سیالکوٹی کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بیان غیر صحیح ہے۔ ملا جمال الدین سیالکوٹی کا مراد سری نگر کشمیر کے مشہور قبرستان "بلد کوٹ" میں واقع ہے اور ملا کمال الدین سیالکوٹی لاہور میں دفن ہیں جن کی قبر ابھی تک لاپتہ ہے۔ ملا کمال الدین بسال ہزار و ہفدہ ہجری در بلدہ لاہور وفات یافتہ مگر نیا زمانہ قبرش مفقود است (ص ۳، تذکرہ علماء ہند)

شاہ کمال کھیلی سے پایا حضرت شاہ سکندر کے متعلق حضرت مجدد سے منقول ہے کہ آفتاب کو آدمی کسی طرح بھی دیکھ سکتا ہے۔ مگر شاہ سکندر کے منورہ و مصطفیٰ قلب پر نظر جمانا ناممکن ہے۔ اسی طرح شاہ کمال کے متعلق فرماتے ہیں کہ سلسلہ قادریہ میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے بعد شاہ کمال کا مثل کم نظر آتا ہے۔

ان سلاسل کی تکمیل کے بعد اسی زمانے میں طریقہ کبرویہ کی تحصیل بھی کی۔ اس سلسلہ کے مشہور ولی اللہ حضرت مولانا محمد یعقوب صوفی کشمیریؒ سے کی۔ یہ سلسلہ سلسلہ سہروردیہ کی ایک شاخ ہے غرض سترہ سال کی عمر میں آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع و حاوی بن کر اپنے والد گرامی ہی کی زندگی میں کتب درسیہ کی تعلیم قندریں اور طریقہ کی تلقین فرمانے لگے۔

چشتیہ قادریہ اور کبرویہ طریقوں سے مراحل معرفت طے کر کے اب طریقہ نقشبندیہ کا ذوق و شوق غالب آیا جس نے بڑھتے بڑھتے عشق کی صورت اختیار کر لی جی کہ ۱۰۰۰ میں اپنے والد کی وفات کے بعد بہ ارادہ حج بیت اللہ سر مندر سے روانہ ہوئے پہلا مقام دی کیا۔ اپنے ایک دیرینہ دوست مولانا حسن کشمیری سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بالکل باتوں میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ نقشبندی کے علمی و روحانی کمالات کا ذکر کچھ ایسے دانشمندانہ میں کیا کہ فوراً حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ حضرت خواجہ بھی عام عادت کے خلاف حضرت مجددؒ سے بے حد محبت و اشتیاق سے پیش آنے اور کچھ دن دہلی میں قیام کرنے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ حضرت مجددؒ قریباً ڈھائی ماہ دہلی میں ٹھہرے۔ اس قلیل مدت میں طریقہ نقشبندیہ کی کامل طور پر تکمیل کی حضرت خواجہ نے آپ پر بے اندازہ مہربانی فرمائی اور قرب خداوندی میں روز افزوں ترقی کی بشارت دی۔ دوسری بار حاضر خدمت ہونے پر خلعت خلافت پر سرفراز فرمایا اور خاص خاص اصحاب کی تعلیم و تہذیب آپ کے سپرد کی تیسری بار جب حضرت مجددؒ خدمت مرشد میں آئے تو حضرت خواجہ نے چند قدم چل کر آپ کا استقبال کیا۔ بڑی بڑی بشارتیں سنائیں بڑا اعزاز و اکرام کیا اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ

رخصت فرمایا اور ارشاد و ہدایت کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے سر نہ پہنچ کر درس و تدریس احادیث و قرآن پاک کی شرح و تفسیر و ذکر خیر و عظم و تلقین اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ جامع شریعت و طریقت تھے علوم ظاہر و باطن میں یکتا تھے روزگار تھے کتاب سنت سے سرمو تجارت و کرنا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ اصلاح و تجدید میں بے مثال کاروائی نمایاں سرانجام دینے چونکہ جمیع علوم میں مرتبہ اجتہاد رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سالہ دور کا مجدد کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے آپ کو مجدد الف ثانی کے خطاب سے مخاطب کیا اور آپ نے جناب ملا صاحب کو آفتاب پنجاب کے لقب سے نوازا۔ تجدید و اصلاح اور اشاعت و تبلیغ اسلام کی آوازیں اس بلند آہنگی سے لگائی کہ جس کی صدائے بازگشت آج تک دنیا کے مسلمانوں کے در و دیوار سے آرہی ہے۔ عہد اکبری و جہانگیری کے مذہبی و سیاسی حالات و واقعات کا احساس جس طرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ کو ہوا تھا۔ اور انہوں نے پورا جائزہ لے کر بڑے غور و فکر کے بعد دینی نصاب تعلیم میں قرآن و حدیث کو مقدم قرار دیا تھا اور ہر معلم و طالب علم کے دل پر نقش کرنے کی کوشش کی تھی کہ جو شخص قرآن کی تفسیر میں رائے کو داخل دے وہ کفر کا مرتکب ہے اور وہ علم علم نہیں جو دین و ملت کی تقویت کا باعث نہ ہو۔ اس طرح حضرت مجددؒ نے بادشاہ حکمران طبقے اور درباریوں کی روش تیز زبانی کے حالات و رجحانات کو دیکھتے ہوئے بروقت اندازہ کر لیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر تجدید دین کے لئے خاص کوشش نہ کی گئی تو اسلام اس سرزمین میں اپنی حقیقی شان کے ساتھ قائم نہ رہ سکے گا۔ حضرت مجددؒ کی پہلی عظمت اس آگاہی اور حقائق بینی پر موقوف ہے پھر آپ نے دینی مقاصد کے لئے سرگرم کوششوں میں اپنی گراں مایہ زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر دیا۔ چنانچہ اپنے تمام مریدوں اور احباب کو نکھا کہ ہمیں اور تمہیں چاہیے کہ اپنے عقائد کو کتاب سنت کے مطابق جس طور پر کہ علمائے حق نے کتاب سنت سے سمجھے اور اخذ کئے ہیں۔ درست کریں چونکہ ہمارا اور تمہارا سمجھنا اگر ان حضرات کی رائے کے مطابق نہ ہو تو قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے نہ ہر بدعتی اپنے خیالات کی بنیاد قرآن و سنت ہی پر رکھتا ہے۔

اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبال اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

جہانگیر کے دربار میں نور جہاں کی وجہ سے شیعہ علم کا اثر و رسوخ زیادہ ہو گیا تھا۔ ایرانی

تہذیب اور ایرانی تمدن، علم و ادب کے پردے میں بڑے زور سے پھیل رہا تھا بعض درباریوں

نے جہانگیر کے کان بھرنے شروع کئے کہ شیخ احمد سرہندیؒ ایک تو اس وجہ سے کہ دربار کے اکثر اہل

سنت اکابر اور فوج کے بڑے بڑے سالاران کے مرید تھے۔ دوسرے آپ کے بعض مکتوبات

کی غلط توجیہ و تاویل کر کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ شیخ احمد اپنے آپ کو حضرت

ابوبکر صدیقؓ سے فوق اور افضل جانتے ہیں۔ جہانگیر نے آپ کو دربار میں بلایا۔ آپ نے تمام

باتوں کی توضیح و تشریح نہایت خوبی کے ساتھ کی۔ جہانگیر نے مطمئن ہو کر آپ کو عزت و

احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ مگر اس طائفہ کی سازشیں حضرتؒ کے خلاف جاری رہیں۔

کبھی بادشاہ کو یہ کہہ کر برگشتہ خاطر کرنے کی کوشش کی گئی کہ شیخ احمد عنقریب آپ کے

خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے ہیں کبھی یہ کہتے دیکھئے حضور! شیخ احمد کتنے گستاخ و

سکرش ہیں کہ جب دربار میں آتے ہیں تو آداب شاہی کو بھی ملحوظ نہیں رکھا۔ جہانگیر کان کا

کچا تو تھا ہی۔ فوراً ان برگشتہ سروں کی باتوں میں آکر آپ کو پھر دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا

اس مرتبہ بھی آپ ایک مرد مومن کی طرح آزادانہ اور بیباکانہ آئے۔ نہ تعظیمی سجدہ کیا اور نہ غیر

مسنون طریق اسلام کو گوارا فرمایا۔ نہایت آزادی و بے باکی کے ساتھ گفتگو اور علانے کلمہ حق

میں کچھ خوف نہ کھایا۔ جہانگیر کو یہ امر بے حد گراں گزرا اور آپ کو گوالیار کے قلعے میں نظر بند

کرنے کا حکم دیا۔ اس نظر بندی سے بہت پہلے حضرتؒ نے اپنے مخلصوں سے فرمایا تھا کہ ہم پر

ایک بلاناہل ہوگی جو ہمارے لئے ترقی درجات کا باعث ہوگی۔ آپ کو جس قید خانے میں نظر بند

کیا گیا۔ وہ خاص کر حکومت کے باغیوں کے لئے مخصوص تھا۔ وہاں ہزاروں غیر مسلم بھی محبوس

تھے۔ جو آپ کے ہاتھ پر شرف بہ اسلام ہو گئے۔ آخر حق مظفر و منصور نہرا۔ اور جہانگیر نے

خود ہی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ قید سے رخصتی کے بعد تقریباً چار سال تک بادشاہ کے لشکر

میں ارشاد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا۔ بزرگ جہانگیری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان

چار سال میں جہانگیر کو خود ترویج شریعت کا خاص خیال رہتا تھا اور اس کے دل میں دین کا بڑا جوش تھا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء رقم طراز ہیں۔ "دو سال کے بعد بادشاہ اپنے فعل پر نادم ہوا اور حضرت شیخ کو اپنے پاس طلب کر کے بہت زیادہ اکرام و احترام کیا اور بہت معذرت چاہی۔ حضرت شیخ سے اس قدر محبت کرنے لگا کہ کسی وقت آپ کی جدائی گوارا نہ کرتا اور شاہزادہ خرم (شاہ جہاں) کو حضرت شیخ کے حلقہ مریدان میں داخل کیا۔ چنانچہ شاہ جہان و عالم گیر کے زمانے تک بادشاہ اور جملہ علماء و وزراء مسلسلہ مجددیہ کے حلقہ بگوش ہوتے رہے۔"

جہانگیر نے حضرت کی خدمت میں بندرانہ پیش کیا۔ بلکہ خاصی مدت تک اپنے ساتھ رکھا۔ ایک مرتبہ شہر میں جاتے ہوئے حضرت نے دعوتِ بمی قبول فرمائی۔ طعام اگرچہ بالکل سادہ اور معمولی تھا مگر ٹپے مزے سے کھایا اور کہا کہ مجھے آج تک ایسا لذیذ کھانا میسر نہیں ہوا۔ کہا کرتا تھا کہ میں نے زندگی میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے نجات کی امید ہو۔ البتہ ایک روز شیخ احمد سرہندی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جنت میں جانے کا حکم دیا تو تیرے بغیر نہ جائیں گے۔ آپ کی تمام زندگی رفع بدعت والحاد اور اشاعت و تبلیغ اسلام میں گزری ہے جیسا کہ آپ قید خانے سے بھی باہر اس وقت تشریف نہیں لائے جب تک کہ جہانگیر نے آپ کی تمام شرائط کو قبول نہیں کر لیا۔ آپ کے علمی و روحانی فضل و کمال کا لوہا آپ کے تمام ہم عصر علماء و فضلاء و صلحاء نے مانا ہے۔ آپ نے اپنے مکتوبات میں شریعت و طریقت کے اسرار و رموز کا دریا بہا دیا ہے۔

- ۱۔ فرماتے ہیں۔ "طریقت و حقیقت خادمانِ شریعت ہیں اور نبوت و ولایت سے فضل ہے۔ اگرچہ نبی ہی کی ولایت کیوں نہ ہو۔ کمالات و ولایت کمالات نبوت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ دریائے محیط کے سامنے ایک قطرہ ہی کا حکم رکھتے ہیں۔"
- ۲۔ فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں بزرگی عطا کی ہے، اس میں ہمارے علم و عمل کا کوئی دخل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ عزت اپنے فضل و کرم سے عنایت کی ہے اور اس فضل و کرم

کے لئے اگر ہمارے پاس کوئی بہانہ ہو سکتا ہے تو وہ اتباع سنت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ہمیں جو کچھ عطا ہوا ہے اسی اتباع کے باعث ملا ہے۔ فرمایا: "خوارق و کرامات نہ ارکان ولایت سے ہیں اور نہ شرائط ولایت سے کیونکہ ولایت کی سبب بڑی دلیل اتباع سنت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور ولی کی یہی تعریف ہے کہ وہ حق تعالیٰ کا طالب اور حضور کا تابع ہو۔"

۳۔ امور شریعت کا مدار اتباع شریعت پر ہے۔ معاملہ نجات اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے۔ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر زہد و تقویٰ و توکل غیر مقبول ہیں حضرت رسالت پناہ کے توسل کے بغیر ذکر و فکر و شغل اور

ذوق و شوق اکارت ہیں۔ خوارق کا تعلق بھوک اور تہی شکمی اور اسی قسم کے ریاضت سے ہے معرفت الہی سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ایمان کامل اسی وقت ہوگا کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔ ان جنون سے مراد اسلامی حمیت اور کامل درجہ کی غیرت اسلامی ہے۔

۷۔ حقیقت نماز سے ناواقف گروہ نے سماع اور نغمہ کو اپنے اضطراب کا ذریعہ سکون قرار دیا اور نغمہ کے پردوں میں مطلوب کا دیدار کرنا چاہا حالانکہ ما جعل اللہ فی الحرم شفاءً واللہ تعالیٰ نے حرام میں شفاء نہیں رکھی، اگر نماز کی حقیقت ان پر نیکشف ہو جاتی تو سماع نغمہ وجد اور حال کا نام بھی نہ لیتے۔

۸۔ احادیث اور فقہاء کے اقوال حرمت غنا کے متعلق نہایت کثرت سے ہیں کسی منسوخ حدیث یا کسی شاذ روایت سے جواز غنا پر استقلال کرنا معتبر نہیں ہے کسی زمانے میں کسی فقیہی نے جواز غنا کا فتویٰ نہیں دیا۔

۹۔ مقامات سلوک کے سیر و رجوع کی کیفیت وقتی ہوتی ہے۔ اس کیفیت کے ختم ہونے پر انسان پھر اپنے مقام پر ہوتا ہے۔

۱۰۔ نفس امارہ کی مخالفت جہاد اکبر ہے۔ دنیاوی دشمنوں کے ساتھ جہاد کا اتفاق

گاہے گاہے ہوتا ہے اور اندرونی دشمن کے ساتھ ہرقت اور ہر ساعت رہتا ہے۔

۱۱۔ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اعتقادات میں حصول نجات کے لئے صرف صدیق قلبی کو کافی قرار دیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ تصدیق جملہ وساوس اور خطرات سے پاک ہو۔ البتہ اللہ کے کچھ بندے اس درجہ یقین و کمال تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان کا نفس امارہ احکام الہی کا مطیع ہو جاتا ہے اور امر الہی پر راضی ہو جاتا ہے۔ اس کا نام نفس مطمئنہ ہے۔ ایمان کامل اور حقیقی اسلام اسی درجہ پر حاصل ہوتا ہے۔

۱۲۔ علماء و مجتہدین نے احکام دین کی تفسیر کر دی ہے۔ اس میں کوئی نئی چیز ایجاد نہیں کی۔ چنانچہ فقہ کے ہر حکم کے لئے قرآن پاک یا حدیث شریف کی سند پیش کر دی ہے۔ ائمہ اربعہ میں بحث صرف یہی ہے۔ کہ کس کے مسلک کے لئے سند واضح اور قوی ہے۔ اجتہادی مسائل ایجاد کردہ امور نہیں بلکہ دین کی ایک خاص اصل میں قیاس و اجتہاد کو بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ قیاس و اجتہاد کسی امر زائد کو ثابت نہیں کرتے بلکہ صرف آیات و احادیث کی مراد کو ظاہر کرتے ہیں۔

۱۳۔ سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کے وجود پر دوسرے کی نفی لازمی آتی ہے۔

۱۴۔ جو چیز سنت کے خلاف ہے۔ وہ شیطان کی پسندیدہ ہے۔

۱۵۔ ہر ایک ایجاد کردہ امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۱۶۔ بدعت سنت کو اٹھا دیتی ہے۔ اس میں کسی بدعت کی کوئی تحقیق نہیں۔ لہذا ہر بدعت

سیہ ہی ہوگی۔

وفات۔ حضرت مجدد نے وفات سے چند ماہ قبل فرمانا شروع کر دیا تھا کہ حضرت

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں ۶۳ سال زندہ رہے تو پھر یہ غلام اس عمر سے زیادہ کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ ارشاد و ہدایت کا سب کام صاحبزادوں کے سپرد کر دیا اور اپنا تمام وقت قرآن مجید کی تلاوت اور افکار و اشغال طریقت میں صرف فرمانے لگے۔ سولہ نماز کے خلوت سے باہر تشریف نہ لاتے۔ نفل روزوں اور صدقات و خیرات کی بھی اس زمانے میں بہت کثرت فرمائی۔ آخر وسط ذی الحجہ میں ضیق النفس کی بیماری لاحق ہوئی۔

پھر تپ محرقہ شروع ہوا جو روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔ چنانچہ یکم صفر ۱۰۳۲ھ روزِ شنبہ بوقتِ صبح تریسٹھ برس کی عمر میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ نمازِ جنازہ حضرت کے فرزند ثانی خواجہ محمد سعید نے پڑھائی اور اپنے بڑے صاحبزادہ حضرت محمد صادقؒ کی قبر کے سامنے شہرِ سرہند میں مدفون ہوئے یہی وہ جگہ جس کے متعلق آپ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ میرے قلب کے انوار وہاں جھکتے ہیں۔

اولاد و خلفاء۔ اولادِ امجاد سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

(۱) خواجہ محمد صادق (۲) خواجہ محمد سعید (۳) خواجہ محمد معصوم (۴) خواجہ محمد فرخ (۵) خواجہ محمد عینی (۶) خواجہ محمد شرف (۷) شیخ محمد یحییٰ۔ آپ کے خلفاء بے شمار ہیں جن میں خواجہ میر محمد نعمان، شیخ طاہر لاهوری، شیخ بدیع الدین، شیخ نور محمد، شیخ حمید بنگالی، شیخ منزل، شیخ طاہر بخشی کے نام نامی قابلِ ذکر ہیں۔

تصانیف۔ (۱) مکتوباتِ امام ربانی (۲) رسالہ مبداء و معاد (۳) رسالہ معارف لذیہ (۴) رسالہ اثبات النبوة (۵) رسالہ آدابِ مریدین (۶) رسالہ مکاشفاتِ عینیہ (۷) تعلیماتِ عوارف (۸) رسالہ ردِّ و افض (۹) شرح رباعیات خواجہ حضرت باقی باللہ (۱۰) رسالہ بسلسلہ حدیث (۱۱) رسالہ تہلیلہ۔

آپ کے ایک خلیفہ شاگرد اور مشہور سوانح نگار مولانا بدر الدین سرہندی لکھتے ہیں کہ آپ فیضی کو غینقوٹ تفسیر کی تحریر میں بڑی مدد دی اور تفسیر کا ایک حصہ لکھ کر دیا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مقاماتِ عالیہ کا صحیح اندازہ آپ کے مکتوبات سے لگایا جاسکتا ہے جو بلند حقائق و معارف کے حامل ہیں۔ مکتوبات کے علاوہ آپ کی سیرتِ پاک اور سوانحِ حیات کی تالیف کی طرف آپ کے خلفاء نے خاص طور پر توجہ دی۔ آپ کے ایک خلیفہ خواجہ محمد شمس کشمیری نے زبدۃ المقامات کے نام سے اور دوسرے خلیفہ شیخ بدر الدین سرہندی

لے یہ کتاب خواجہ شمس کشمیری نے حضرت امام ربانی سے پہلے ان کے پیروں میں خواجہ محمد باقی باللہ کے احوال سے شروع کی اور پھر ان کے چند خلفاء کا ذکر کرنے کے بعد حضرت امام ربانی کی سیرتِ پاک بیان کی اس کی ترتیب تالیف کا آغاز غالباً ۱۰۳۲ھ یا ۱۰۳۳ھ میں بفرمانش حضرت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصومؒ ہوا اور تکمیل ۱۰۴۲ھ حضرت امام ربانی کی وفات کے تین سال بعد ہوئی۔ باقی کے

نے حضرات القدس کے نام سے آپ کی سوانح نگاری کو اپنا مطبع نظر قرار دے کر اپنی اپنی کتاب مرتب کی۔ یہ دونوں کتابیں آپ کے حالات کے ایک مستند ماخذ ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر خواص و عام سے خارج تحسین حاصل کبھی ہے۔

قطعہ تاریخ ولادت و وفات

شیخ احمد شیخ دین احمد مدنی	پیر دیں محبوب مقبول عظیم
شد میاں احمد رفیع المنزلت	سرور تولید آل شیخ کریم
پیر سلطان الف ثانی بخوال	سال وصل آل شہ جنت مقیم

۱۰۳۳ھ

مولانا عبد القادر انبالی آنحضرت کی تاریخ وفات لکھتے ہیں۔
 ”کجا شد خلیل اللہ“ ۱۰۳۴-۱۰۳۵ ہجری

رقبۂ حاشیہ^۱ کتاب کا اصل نام برکات الاحمدیہ الباقیہ رکھا اور زبدۃ المقالات کے نام سے شہرت پائی۔ زبان دانی کے لحاظ سے اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ خواجہ حضرت امام ربانی کے مرید و خلیفہ خاص تھے۔ آپ شہر شہر علاقہ پریشان کے رہنے والے تھے۔ ۱۰۲۹ھ میں دارالسرور بہانپور تشریف لائے۔ حضرت میر محمد لقمان ہشتی سے فیض روحانی حاصل کیا۔ ۱۰۳۱ھ میں سرہند جا کر حضرت امام ربانی سے فقہانہ سلوک کی تکمیل کی ۱۰۳۵ھ میں وفات پائی آپ درویش با صفا ولی کامل اور عالم و شاعر تھے صاحبِ یوان بھی تھے۔ اُسے آپ کے باپ کا نام شیخ محمد ابراہیم تھا۔ سرہند کے رہنے والے تھے حضرت مجدد الف ثانی^۲ قدس سرہ کی وفات ۱۰۲۵ھ کے وقت آپ کی عمر ۳۲ سال کی تھی اس لحاظ سے آپ کی پیدائش ۱۰۰۲ھ میں واقع ہوئی ہوگی علوم ظاہری کی تحصیل حضرت امام ربانی کے زیر سایہ مدرسہ مجددیہ سرہند میں پائی۔ جو اس وقت درس و تدریس ترویجِ علم اور رشد و ہدایت کا ایک اہم مرکز تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں حضرت مجدد الف ثانی^۳ سے شرفِ بیعت و ارادت سے سرفراز ہوئے۔ احوالِ ارادت باطنی کا بلب مضبوط ہو گیا اور تھوڑی سی مدت میں علوم ظاہری و باطنی میں یکتاۓ روزگار ہوئے (۱) میر احمدی۔ (۲) حضرات القدس (۳) کرامات الاولیاء (۴) رواج (۵) ترجمہ فارسی فتوح العجب (۶) سنوات الاقطار (۷) مجمع الاولیاء (۸) مقامات نوٹ الثقلین (۹) ترجمہ روضۃ النواظر (۱۰) ترجمہ تفسیر عرالش البیان (۱۱) رسالہ وصال احمدی۔ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

(۲) حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالسلام مفتی و

مدرس لاہوری

حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا ملتانی قریشی الہاشمی سہروردی کی اولاد
 امجاد سے تھے۔ اپنے والد گرامی فضیلت مآب مولانا قاضی مفتی محمد طاہر المتوفی ۱۳۱۷ھ جو
 بعہد سہابیوں و اکبر لاہور کے اکابر علماء و فقہا سے تھے کے فرزند ارشد تھے تعلیم و تربیت
 اپنے والد بزرگوار اور لاہور کے دیگر جید علماء سے حاصل کی تھی۔ اپنے والد کی زندگی ہی میں
 فضیلت علمی میں شہرت و ناموری حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ۱۳۱۷ھ میں انہیں
 اپنا جانشین مقرر کر کے اپنی نیابت اور فتویٰ نویسی کے فرائض آپ کے سپرد کر دیئے تھے
 مفتی صاحب موصوف اپنے زمانے کے عالم متبحر اور فقیہی کامل تھے۔ دس و تدریس میں اپنی
 نظیر آپ تھے معقولات و منقولات پر پورا عبور تھا۔ بڑے متدین تھے۔ اپنی آبائی مسجد
 مفتیان میں درس قرآن تفسیر حدیث اور فقہ دیا کرتے تھے۔ اپنے آبائی سلسلہ سہروردیہ کے

لے یہ مسجد لاہور کی قدیم ترین مساجد میں سے ہے جو بعہد سلطان سکندر لودھی محلہ علاء الدین
 لودانی گزرجوہی میاں خاں اندرون موچی دروازہ تعمیر ہوئی تھی۔ اس مسجد کے بانی آپ کے جد امجد مولانا
 مفتی کمال الدین سہروردی ملتانی ثم لاہوری مفتی و مدرس لاہور المتوفی ۱۳۹۷ھ تھے۔ اس وقت
 یہ مسجد بڑی وسیع و عریض تھی مگر اب انقلابات زمانہ کے باعث اتنی نہیں رہی اس مسجد کے
 ساتھ مدرسہ و کتب خانہ اور طلباء و مریدین کے لئے دارالافتاء بھی تھا۔ اس مسجد و مدرسہ میں
 احوال و مفتی شیخ کمال الدین صدیقیوں تک درس و تدریس اور اجرائے فتویٰ کے فرائض سرانجام دینی رہی
 ان بزرگوں نے نہایت پر آشوب زمانے اور نامساعدت حالات میں بھی اپنے اسلاف کے نقش
 قدم پر چلتے ہوئے خواص و عوام کو علوم ظاہری و باطنی سے فیض کیا یہ دینی و روحانی درس گاہ
 لاہور میں عہد مغلیہ سے تقریباً ۵۰ برس پہلے قائم ہو چکی تھی۔

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شیخ الاسلام مفتی عبدالسلام مفتی و مدرس لاہور کے
 ہم عصر و ہم نام ایک اور سستی ملا عبدالسلام لاہوری بھی ہے۔ ان کا بھی ایک مدرسہ لاہور میں تھا
 دس و تدریس اس کا علم مشغلہ تھا۔ ہر مکتب فکر سے خوشہ چینی کی تھی۔ (باقی آگے صفحہ ۱۱۵ پر)

بھی شیخ الوقت تھے۔ پچیس برس تک تشنگان علم و ہدایت کو سیراب کرتے رہے۔ آپ کا حلقہ درس بڑا وسیع تھا۔ طالبان علوم دینیہ دور دور سے آکر آپ سے اخذ فیض کرتے تھے اپنے معاصرین علماء و صوفیاء سے مخلصانہ دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ دارالاشکوہ اپنی کتاب "سکینۃ الاولیاء" میں رقمطراز ہے کہ "حضرت میاں جیو یعنی حضرت میاں مفتی عبدالسلام کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور اکثر ان کے ہاں جایا کرتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس اور ارشاد و ہدایت میں گزاری۔ ۳۵۰ سالہ میں بہہد جاگیر وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں سے مفتی محمد محمود مولانا مفتی برہان الدین اور مولانا مفتی کمال الدین (خورد) بہہد شاہ جہاں و اورنگ زیب لاہور کے بلند پایہ علماء و فقہاء و صلحاء میں سے تھے۔ مولانا مفتی شیخ کمال الدین المتوفی ۱۲۹۰ھ اورنگ زیب کی استاد پر فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شریک ہوئے تھے میرے فاضل دوست مفتی محمود عالم ہاشمی مؤلف ذکر جمیل آپ ہی کی اولادِ امجاد سے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۴) اکبر کے وزیر مالیات شیخ فتح اندیشی زلی المتوفی ۹۶۷ھ نے تفسیر حدیث پڑھی تھی اور علم ریاضی سیکھا تھا۔ شیخ سعد الدینی اسرائیلی اور قاضی صد الدین جالندھری کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوتے رہے تھے۔ جامع منقول و مقول تھے تفسیر فیبادی پر نہایت عمدہ حاشیہ لکھا تھا۔ ۹۰ برس کی عمر میں ۸۰۰ سالہ وفات پائی۔ ان کے رشید تلامذہ ایک اپنے استاد ہی کے ہم نام ملا عبدالسلام ساکن دیوبند اور میرک شیخ ہر دی المتوفی ۱۳۰۰ھ تھے۔

۱۰۰۰ھ آپ مفتی محمد چراغ الدین روشن کے فرزند دم تھے۔ ۱۸ ستمبر ۱۲۹۰ھ بروز چار شنبہ فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ آپ مفتی غلام سرور لاہوری کے نواسے تھے۔ رخانہ فی تعلیم و تربیت اور علمی ماحول نے اوائل عمر ہی میں شعر و ادب اور تاریخ و تصوف سے دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ زندگی کا بیشتر حصہ علمی و ادبی مشاغل میں گزارا۔ دارالعلوم دہلہ شریعہ برائے طلبہ و طالبات میں استاذ محترم جناب آقا بیدار بخت ایم اے ایم اے ایل ایل بی کے ایما سے اعزاز یافتہ طور پر ساہیوال تعلیم دی مفتی غلام سرور لاہوری کی شہرہ آفاق کتاب خزینۃ الصغیاء کا ترجمہ اردو زبان میں کیا آپ ذکر جمیل کے مصنف بھی ہیں آپ بڑے مخلص درویش سیرت شفیق عابد اور زاہد بزرگ تھے۔

ساڑھے آٹھ بجے شام بروز یک شنبہ ۲۲ اپریل ۱۹۷۳ء کو وفات پائی۔ گورکھ پور قبرستان سید جان محمد حضور لاہوری میں دفن ہوئے۔

(۳) حضرت شیخ محمد طاہر المعروف طاہر بندگی

قادری۔ نقشبندی۔ محب ددی۔ لاہوری

پیدائش۔ ۱۸۴۷ء بھید اکبر لاہور میں پیدا ہوئے۔ اندرون شہر لاہور محلہ شیخ اسحاق میں رہا کرتے تھے۔ لاہور کے جید علماء اور فضلاء سے تعلیم و تربیت پائی تھی فارغ التحصیل ہوئے راہ سلوک میں قدم رکھا۔ پہلے شاہ سکندر بن شاہ کمال کھیل سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی مرشد آپ کو طاہر بندگی کے نام سے بلایا کرتے تھے۔ اس لئے اس نام سے مشہور ہو گئے۔ حضرت شاہ سکندر کی وفات کے بعد حضرت شیخ عبدالاحد کابلی سرہندی والی حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں رہنے لگے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کے ہم نشین و ہم صحبت رہے پھر آپ ہی کے مرید ہو گئے حضرت مجدد کے دونوں فرزندوں شیخ خواجہ محمد مصوم و ادیشی خواجہ محمد سعید کے تالیق رہے۔ مخدوم زادے فرمایا کرتے تھے۔

”حقوق حضرت شیخ طاہر بر مایاں نہ آں قدر است کہ از عہدہ شکر آل تو نیم برل

آمد جزاہ الشرعنا خیر الجزار“ (حضرت شیخ طاہر کے حقوق ہمارے اوپر اس قدر ہیں کہ ہم کسی طرح بھی ان کے شکریر سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے)۔

۱۔ حالات زبدة اللقات، حضرت القدس خزینۃ الاصفیا اور زہرۃ الخواطر سے ماخذ ہیں۔

۲۔ یہ تعظیمی لفظ ہے جو اہل پنجاب آپ کے نام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

۳۔ آجکل اس محلہ کا تعین جوہلی جمعدار خوشحال سنگھ، موتی بانار اور چونی منڈی کا گروہ و نواح کرتے ہیں۔ مفتی تاج الدین بن مفتی امام الدین بن قاضی نظام الدین جنہوں نے ۱۸۶۷ء میں میجر جان کلارک ڈپٹی کمشنر لاہور کے حکم سے ضلع لاہور کے حالات قلم بند کرنے شروع کئے تھیں۔ یہ آبادی اندرون شہر لاہور نو گزیر منقسم تھی۔ ان میں ایک گزیر شیخ محمد اسحاق پکا راجا تھا۔ ابتداً اس کا خضری دروازہ اور منتہا اس کا جوہرستہ متصل جوہلی جنرل الہی بخش جس قدر طرق و شوارع چپ و راست میں ہیں اس کے متعلق ہیں۔ لگے آپ اپنے آبائی سلسلے، سلسلہ قادریہ کے فیوض و برکات کو عام کرتے رہے۔ شیخ عبدالاحد سرہندی آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ آفتاب کو جی بھر کر دیکھا جاسکتا ہے لیکن شاہ سکندر کے دل پر نور کی وجہ سے نظر کے لئے راہ ممکن نہیں۔ سلسلہ میں وفات پائی۔

آپ حافظ قرآن تھے معقول و منقول فروع و اصول اور جملہ فنون میں لیکانہ وقت
 المشہرہ آفاق تھے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا اور اپنے وقت کے جید علماء
 اور مشاہیر صوفیاء میں سے تھے۔ اس اثناء ایک ابتلا نے عظیم میں گرفتار ہوئے۔ ایک روز حضرت
 مجددؑ نے فرمایا کہ ہمارے مریدوں سے ایک شخص عنقریب کافر ہو جائے گا۔ اہل محفل دم بخود
 رہ گئے کسی کو پوچھنے کا یا رانہ تھا کہ چند ہی دنوں میں حضرت شیخ محمد طاہر سمرقندی ایک ہندو
 حسین و جمیل عورت پر شیدا و فریفتہ ہو گئے اور اس عشق کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ زنا ر
 پہن کر قسقہ کھینچ کر بت خانے میں جا بیٹھے تمام مریدوں نے اور خاص کر دونوں صاحبزادوں
 نے جو ان کے شاگرد تھے حضرت مجددؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حق میں دلائل و ثبوت
 کی التجا کی۔ آپ نے دعا فرمائی جو مستجاب ہوئی۔

آپ عشق مجازی کی ابتلا سے نکلے حضرت مجددؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے
 تکمیل علوم ظاہری و باطنی کے بعد حضرت مجددؑ نے حکم دیا کہ آپ لاہور جا کر ارشاد و تلقین
 کریں اور خطہ پنجاب کی قطبیت آپ کے سپرد فرمائی۔ اس واقعہ کو حضرت نے آپ کے خلاف نامہ
 میں بھی تحریر کیا ہے چنانچہ آپ نے لاہور پہنچ کر سلسلہ ارشاد و ہدایت شروع کیا کسی معاوضہ
 کے بغیر وعظ و خطابت اور درس و تدریس کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ اپنی ضروریات کیلئے
 کسی سے ایک جہم بھی نہ لیتے تھے کتب فقہ، تفسیر اور حدیث اپنے قلم سے لکھتے۔ محشی و
 تصحیح کرتے اور اس سے جو رزق حلال حاصل ہوتا اسے اپنے مصروف میں لاتے مزاج پر توکل
 اور استغناء کا زیادہ غلبہ تھا۔ تمام عمر کسی امیر و سلطان کے دروازے پر نہیں گئے اور نہ کسی
 کو آنے دیا۔ حلقہ درس میں مبتدی اور منتہی دونوں شریک ہو کر اپنی اپنی استعداد کے مطابق
 اخذ فیض کرتے تھے۔ حضرت مجددؑ کی زندگی تک ہر سال سمرقند جاتے اور فیوض و برکات
 حاصل کرتے۔ زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ تجرید و تفرید میں گزارا علوم دینی و نبوی میں
 بیکتاہ زمانہ ہونے کے باوجود عبادت و ریاضت میں بھی فریگانہ تھے۔ گو عمر کا بیشتر حصہ
 مجتہد کی حالت میں گزرا تھا۔ مگر آخر عمر میں اوائے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال
 سے نکاح کر لیا تھا۔

محلہ میانیا میں آپ نے ایک مدرسہ بھی جاری کیا۔ جہاں علوم فقہ حدیث و تفسیر طلباء کو مفت پڑھایا جاتا تھا۔ یہ مدرسہ کئی سال تک جاری رہا۔ مگر آپ کی وفات کے بعد یہ مدرسہ جاری نہ رہ سکا۔ مدرسہ کی عمارت ۸۸۴ء تک کسی قدر موجود تھی۔ مدرسہ کے ساتھ ایک نایاب کتب خانہ بھی تھا جو سلطنت اسلامیہ کے زوال تک قائم رہا۔ تاریخ لاہور مصنف رائے بہادر کنہیا لال لاہوری اس میں لکھا ہے کہ غارتگریوں نے ہزاروں کتبیں جنس ناکارہ سمجھ کر پھینک دیں اور اس مقام پر جہاں درویش اور عالم لوگ رہتے تھے، ان سے ان کو کچھ مل نہ سکا۔ اس غصہ کے واسطے محلہ کو آگ لگادی اور بالکل خاک تر کر دیا۔

تذکرہ مجددیہ آپ کی تصنیفات سے ہے جس میں آپ کے وہ خطوط درج ہیں جو آپ نے حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ اپنے مرشد کو لکھے تھے۔

۸۔ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ (۱۶۳۰ء) میں وفات پائی مزار گورستان میانیا میں زیارت گاہ خلق ہے۔ اس مزار کے گرد اگرچہ چار دیواری تھی۔ جواب گر چکی ہے مزار کے مشرق کی جانب مولانا ابو محمد اور سید خیر شاہ جو کسی زمانہ میں اس مدرسہ کے مہتمم تھے کی قبریں ہیں مغرب کی جانب ایک قدیم مسجد ہے۔ بے شمار طلبہ آپ کے درس سے فیض یاب ہو کر نکلے۔ آج کل مولانا سعید احمد نقشبندی خطیب جامع مسجد اتانگچ بخش ایک عرصہ سے ہفت روزہ درس مکتوبات امام ربانیؒ مزار کے پہلو میں بیٹھ کر دیتے ہیں۔ آپ نے یادداشت گاہ کو از سر نو زندہ کر دیا۔ آپ کے خلفاء میں سے شیخ ابو محمد قادری نقشبندی سید صوفی دہلوی

۱۔ مدرسہ کی وجہ سے ایک عالی شان بستی قائم ہوئی۔ اور میانیا کے نام سے شہرت پائی۔ پنجابی زبان میں ”میانیا“ ملا مولوی کو کہتے ہیں۔ پھر یہ بگرتے بگرتے میانیا ہو گیا جب کبھوں نے رنگ کو ٹھٹھا تو میانیا کو بھی تباہ و برباد کیا گیا محلہ میانیا کی دیرانی کے بعد لوگوں نے اس کو قبرستان بنایا جو آج تک بطور قبرستان ہی چلا آتا ہے۔ دراصل یہ علماء و مشائخ کی بستی تھی اور عزیۃ الاولیاء کا درجہ حاصل تھا۔ اس کے قرب میں عہد جاگیر میں دانی لاٹو کا مدرسہ بہت مشہور تھا۔ شہزادہ داراشکوہ بیان کرتا ہے۔

ہمیشہ اولیاء خیر و داریں ملک خدا میں قوم را منظور دارد
۲۔ شیخ ابو محمد قادری کا مزار لاہور (میانیا قبرستان) میں واقع ہے۔ آپ حضرت حافظ جان محمد کے فرزند تھے اور عہد جاگیر میں مشائخ لاہور میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔
۳۔ سید صوفی کا مزار دہلی میں ہے۔

شیخ مکھن مٹت اور شیخ ابوالقاسم نقشبندی زیادہ مشہور ہیں۔

قطعة تاریخ وفات

شیخ پاکیزہ طاہر والہمر رفت طاہر ازایں جہاں بچناں
سال تاریخ شہ ذی حباہ خواجہ طاہر شہہ مقدس خول

شیخ طاہر پاکیزہ و پاک دین اوج عرفان پر تھے مثل آفتاب
جب گئے دنیا سے سال خاتمہ ہو گیا روشن کہ روشن آفتاب

(۴) حضرت شیخ محمد میر المشہور میاں میر بالا پری

قدس سرہ

شیخ محمد میر نام۔ میان میر عرف۔ والد کا نام سائیں دتہ بن قاضی قلندر فاروقی تھا سلسلہ نسب اٹھائیسویں پشت پر پہنچ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتهی ہوتا ہے۔ سندھ کے قدیم شہر سیوستان میں ۹۵۷ھ / ۱۵۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابھی سات برس کے تھے کہ پدر بزرگوار اللہ کو پایا بے ہو گئے۔ بارہ برس تک والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ زہرا بنت قاضی قادی کے سایہ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی۔ اور سلسلہ قادریہ کی تلقین بھی محترمہ والدہ صاحبہ سے حاصل کی۔ آپ کے والدین اور ہمیشہ اپنے وقت کی عرفائے تھیں۔

علوم متداولہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت شیخ خضر سیوستانی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور اخذیت مرشد میں حاضر رہ کر بے حد ریاضت و مجاہدہ کیا۔ تکمیل سلوک کے

لے ان کا مزار بیرول موری دروازہ لاہور میں واقع ہے۔

لے آپ اپنے مرشد کی اجازت سے عازم سفر حجاز ہوئے۔ جب حج و زیارت سے فارغ ہو کر واپس جتہ پہنچے تو وہاں وفات پائی۔ آپ کا مزار جتہ میں ہے۔

لے بعض تذکروں میں آپ کی تاریخ پیدائش کا سن ۹۳۸ھ مطابق ۱۵۳۱ء لکھا ہے۔

بعد خرقہ خلافت پایا اور مشن لاهور میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا چنانچہ فرمودہ
 مرشد کے مطابق لاهور میں آکر اقامت پذیر ہوئے جس وقت آپ لاهور تشریف لائے عمر
 ۲۵ سال کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جلد ہی آپ کو مقبول خاص و عام کر دیا۔ آپ اپنے عہد کے امام
 طریقت اور واقف اسرار حقیقت تھے علوم ظاہری و باطنی میں یکتا شہ روزگار اور عارف
 کامل ہوئے ہیں۔ ریاضت و مجاہدہ زہد و تقویٰ فقر و غنا اور توکل و قناعت میں اپنے زمانے
 میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ عارف شب زندہ دار تھے۔ ساری ساری رات عبادت میں
 گزر جاتی تھی جس دم کا یہ عالم تھا کہ ایک دم میں صبح کر دیتے تھے۔ ایک ایک ہفتے
 کے بعد روزہ افطار کرتے تھے جب حالت استغراق زیادہ بڑھ جاتی تو ایک ایک ماہ کے
 بعد افطاری کرتے تھے۔ آپ سے بے شمار خوارق و کرامات صادر ہوئیں حضرت غوث الاعظم
 کے اویسی تھے۔ آپ کا نام بے وضو نہ لیتے تھے۔ سلاطین زمانہ آپ سے ملاقات کرنا اور ستانہ
 عالیہ پر حاضر ہونا فخر و سعادت سمجھتے تھے۔ جہانگیر اپنی توزک میں ملا عبد الحمید لاهوری اور
 صاحب شاہ جہان نامہ نے اکثر جگہ آپ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ جہانگیر توزک میں ایک جگہ
 لکھتا ہے۔ ”شیخ محمد میر لاهوری عرف میاں میر سے ان کے علم و فضل اور ان کی بزرگی و
 پرہیزگاری کی وجہ سے ملاقات کی بڑی خواہش تھی لیکن میں اس زمانے میں آگرہ میں تھا اور حالاً
 اس قسم کے تھے کہ لاهور نہ جاسکتا تھا۔ لہذا اپنی حکومت کے چودھویں سال ان کو آگرہ آنے کی
 دعوت دی جسے انہوں نے نہایت مہربانی سے منظور کر لیا۔“

ملاقات کے بعد آپ کے اخلاق اور وسیع معلومات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
 ”روحانی پاکیزگی اور صفائی قلب میں یہ بزرگ اپنے زمانے میں لاثانی ہیں میں اکثر ان کے
 پاس جایا کرتا تھا۔ اور وہ مجھے دینی و دنیوی نہایت باریک نکات بتایا کرتے تھے۔“
 شاہ جہان نامہ میں لکھا ہے۔ ”شاہ جہان کہتا تھا میں نے صرف دو ایسے صوفیاء دیکھے

ہیں جو علم الہیات کے ماہر ہیں۔ ایک میاں میرؒ اور دوسرے محمد فضل اللہ بہاریؒ۔“
 محمد صالح مکبہ شاہ جہان نامہ میں رقم طراز ہیں۔ ”آپ تصوف کے حقائق و معارف نیز
 اصطلاحات کے سمجھنے سمجھانے میں بجز فارغ تھے۔ ابن عربی کی تصنیف فتوحات مکیہ کی عبارتیں

جواباً سے یاد تھیں اور جامی نے ابن عربی کی فصوص الحکم پر جو شرح لکھی ہے وہ تمام از برہقی فقر و فنا اور بے نیازی و استغنا کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سے کچھ سوال نہ کیا۔ ہاں کبھی کبھی جب بشریت کے تقاضے سے بھوک ستانی تھی تو انتہائی ضرورت کے عالم میں شریف مریدوں سے ان کی حلال کی کمائی سے نان خشک اور معمولی لباس کے لئے کچھ قبول فرما لیتے۔

سیکنڈ الاولیاء میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت کا خط مبارک مستعلیق مگر شکستہ آمیز تھا اکابر کے اشعار جن کا موضوع تصوف اور بند و نصاب ہوتا۔ اکثر لکھتے رہتے تھے کبھی حاجت مندوں کی سفارش کے لئے اپنے ہاتھ سے رقم بھی لکھ دیتے۔ لیکن انہوں اور مریدوں کے لئے کوئی سفارشی رقمہ اہل دنیا اور غیر میں کے نام نہیں لکھتے تھے۔ رات کے وقت حجرے کا دروازہ بند کر کے یاد الہی میں مشغول رہتے اور دن کو بدع یا جنگل یا ایسے مقامات پر جہاں لوگوں کا گزرنہ ہوتا۔ دل جمعی سے یاد حق میں مشغول ہو جاتے۔ ۷۔ ربیع الاول بروز سہ شنبہ ۸۵۷ھ (۱۱۔ اگست ۱۶۳۵ء) بعد شاہ جہاں وفات پائی۔ اس وقت لاہور کا حاکم نواب وزیر خاں تھا۔ اٹھاسی سال کی عمر پائی ساٹھ سال سے زیادہ لاہور میں اقامت پذیر رہے۔ مزار لاہور دھچھاؤنی میں زیارت گاہ خلق ہے۔ حضرت شیخ کی اپنی اولاد نہ تھی۔ کیونکہ آپ نے تمام عمر تجرد میں زندگی بسر کی تھی اسلئے آپ کی وفات کے بعد آپ کی ہمشیرہ جمال خاتون کے فرزند محمد شریف المتوفی ۱۲۷۱ھ سیدہ سجادہ نشین ہوئے۔

قطعہ تاریخ وفات

آپ کے مریدوں میں ملاح الشرف قادری نے تاریخ وفات لکھی جو اب تک مزار مبارک پر تحریر ہے۔

میاں میسر سرد فر عارفاں	کہ خاک درش خاک اکیر شد
سفر جانب شہر حبیبید کرد	ازیں محنت آباد دل گیر شد
خرد بر سال وفاتش نوشت	بفردوس والا میاں میر شد

۱۰۴۵ھ

عہد شاہ جہانی میں مقام موضع غیاث پور کے نام سے پکارا جاتا تھا اور غلے کی منڈی عالم گنج کے نزدیک واقع تھی اور محلہ خوانی پورہ نام تھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان تین چیزوں کا مجموعہ ہے۔ اول نفس دوم دل سوم روح ان میں سے نفس کی اصلاح شریعت سے دل کی طریقت سے اور روح کی اصلاح حقیقت سے ہوتی ہے لیکن سب سے بڑا رتبہ شریعت کا ہے۔

داراشکوہ لکھتا ہے کہ عالم و فاضل اور صوفی کامل ہونے کے باوجود آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی لیکن جب کبھی آپ کسی حدیث یا آیت یا بزرگوں کے مشکل اشعار و اقوال کے معنی بیان کرتے تو حاضرین جن میں علماء و فضلاء بھی شامل ہوتے حیران رہ جاتے۔

آپ کے ارادت مندوں میں حضرت ملا شاہ بخشانی، حاجی نعمت اللہ سرہندی، میاں نھالاہوری، خواجہ بہاری، ملا محمد سیالکوٹی، حاجی مصطفیٰ سرہندی، ملا حامد گجر، ملا راجی مسئی، براہیم، ملا خواجہ محلال، لاہوری، حاجی صالح، کاشمیری، شیخ ابوالکلام، ملا محمد سعید کاشمیری، میاں مفتی محمد راد لاہوری بہت مشہور ہیں۔ جن کی تفصیل سکینتہ الاولیاء میں درج ہے۔ ان میں سے کئی ایک کی قبریں گورستان حضرت میاں میر میں موجود ہیں۔

مزار حضرت میاں میر کے مشرقی جانب شہزادی نادرہ بیگم زوجہ داراشکوہ کی بارگاہی واقع ہے۔ آپ صوم و صلوة کی پابند تھے اور بچپن ہی سے حضرت میاں میر کے حلقہ ارادت میں داخل تھے اور اپنے پرورش شدہ بے حد عقیدت تھی۔ احاطہ حضرت میاں میر میں جہاں داراشکوہ نے اکثر عمارات کی تعمیر شروع کر رکھی تھی دفن نو میں جو بارہ دردی نادرہ بیگم کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کا خراج عقیدت

حضرت شیخ میاں میر صرولی
برطریق مصطفیٰ حکم پئے

ہر خنی از نور جان او جلی
نغمہ عشق و محبت رائے

۱۔ نادرہ بیگم سلطان پرویز کی بیٹی جہانگیر بادشاہ کی پوتی شاہزادہ مراد بابر درجہ انگری کی نواسی شاہ جہاں کی بیٹی اور داراشکوہ کی بیوی تھی۔ ۲۴ رجب بروز جمعہ ۱۰۴۲ھ کو قاضی القضاۃ قاضی محمد اہل نے داراشکوہ اور دختر شاہزادہ پرویز کا نکاح پڑھ کر رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا۔ چاہ میراں کوٹ خواجہ بھی گھوٹے شاہ اور علاقہ شاہ بلاؤں قادری رخصت کرا، کے گرد و نواح کا علاقہ بعد جہانگیر بادشاہ پرویز آباد کے نام سے بہو تھا۔

ترتیبش ایمان خاک مشہرما مشعل نور ہدایت بہرما

بر در او جیبہ فرسا آسماں

از مریدانش شبہ ہندوستان

حضرت شاہ بلاول قادری قدس سرہ

(۵)

اسم گرامی شاہ بلاول والد کا نام سید عثمان بن سید عینی تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ ہرات سے ہندوستان میں آئے۔ اور موضع شیخوپورہ میں آباد ہو گئے۔ شاہ بلاول کی ولادت بھی یہیں ہوئی۔ لاہور میں علوم ظاہر و باطن کی تحصیل کی سلسلہ قادریہ میں شاہ شمس الدین قادری لاہوری قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ متاخرین شاخ میں بڑے پایہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ اپنے عہد کے عالم و فاضل متقی و متشرع۔ صاحب الدیوار مقام السبل تھے۔ کتاب محبوب الواصلین جو خاص آپ کے ذکر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے۔ سات برس کا سن تھا کہ ان کا ایک ہم عمر لڑکا فوت ہو گیا۔ آپ یس کر اس کے سر ہانے لگے۔ اور کہا اے یار بے وقت سو نا اچھا نہیں آؤ چل کر کھیلے۔ لڑکے نے اسی وقت آنکھیں کھول دیں۔ اور اٹھ کر ساتھ چلا گیا۔ آپ کے دادا سید عینی نے جب یہ سنا تو آپ کو شیخ فتح محمد لاہوری جو اپنے عہد کے جلیل العلماء سے تھے۔ ان کے حلقہ درس میں بھیج دیا۔ آپ نے تھوڑی ہی مدت میں علوم ظاہری میں بھی کمال حاصل کر لیا۔ ملا عبد الحمید لاہوری اپنی کتاب

سے آپ حضرت شاہ ابوالسحاق قادری لاہوری کے جلیل القدر مرید و خلیفہ تھے۔ آپ عارف کامل اور جامع علوم شریعت و طہارت تھے۔ طالبان علم و ہدایت کی ایک کثیر جماعت نے آپ سے اخذ فیض کیا۔ جہاں تک آپ کا بزرگ دیدہ و معتمد تھا۔ ۱۰۲۱ھ بمطابق ۱۶۱۳ء میں وفات پانی مرقن لاہور میں پنجاب چفیس کالج سے جنوب مغرب کی طرف واقع گرجہ دوار دیواری ہے چاروں پر کونوں پر مینار تھے جو اب گر چکے ہیں۔ شاہ جہاں ایام شہزادگی میں اکثر آپ کی زیارت کو آتا تھا۔
۱۔ بعض تذکروں میں ان کا نام مولوی ابو الفتح لکھا ہے۔ مگر صاحب خزینۃ الاصغیانے جلد اول ص ۱۶۱ پر مولوی فتح محمد لکھا ہے۔

بادشاہ نامہ میں رقم طراز ہیں کہ شاہ جہاں بادشاہ تخت نشینی کے بعد ۱۰۳۸ھ میں لاہور آیا۔ ۱۵۔ ماہ رمضان کو جہاں گیر بادشاہ کے مزار کی زیارت کی۔ وہاں دس ہزار روپیہ غریبوں میں تقسیم کیا۔ حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ کچھ رقم حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں نذر کی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی۔ ۱۹۔ تاریخ ماہ رمضان کو شیخ بلاول کو دو ہزار روپیہ نذر کیا جو انہوں نے کچھ تو درویشوں میں تقسیم کیا۔ اور باقی خادم مطبخ خانہ کے حوالے کر دیا کہ درویشوں اور مسافروں پر خرچ ہو۔ آپ زائد اور پرہیزگار درویش تھے۔ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے۔ بادشاہ نے حضرت بلاولؒ کے پوچھا۔

”حضرت میاں میرؒ نے میراندرانہ قبول نہیں کیا اور آپ نے فرمایا: ہمیں درویشوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔“ یہاں سے رخصت ہو کر شاہ جہاں میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ آپ نے میراندرانہ قبول نہیں کیا۔ مگر شیخ بلاولؒ نے قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا: ”ان کی مثال ایک دریا کی سی ہے اور میری مانند تالاب۔ دریا میں اگر کوئی پلید چیز گر جائے تو وہ پلید نہیں لیکن تالاب پلید ہو جاتا ہے۔“ بادشاہ نے یہ سن کر جب قلعہ میں گیا تو سجدہ شکر بجالایا اور کہا۔

”الحمد للہ میرے زلنے میں ایسے بزرگ بھی ہیں جن کا راضی الہی کے سوا کوئی مقصد نہیں۔“

وقت عشاء شب دو شنبہ ۲۸ شعبان ۱۰۴۶ھ (۱۶۳۶ء) بعہد شاہجہاں شتر برس کی عمر میں وفات پائی موضع بھوگیوال کے متصل دریائے راوی کے کنارے اپنی تعمیر کردہ خانقاہ اور باغ میں آپ کو آپ کے صاحبزادہ شیخ محمد حیاتؒ نے دفن کیا اور عالی شان گنبد آپ کے مزار پر بنایا گیا۔ خانقاہ کے ساتھ خوبصورت باغات، سیرگاہیں اور دلکش مقامات تعمیر تھے۔ خانقاہ کے سامنے ایک عالی شان خوبصورت مسجد بنی ہوئی تھی جس کے حجرے نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرے تھے۔ مسجد کے درمیان ایک حوض نہایت وسیع اور گہرا تھا جس میں نواسے تھے۔ باغ میں طرح طرح کے پھل دار درخت اور پھول دار پودے تھے مسجد میں حوض کے گرد قرآن شریف پڑھنے والوں قاریوں اور حافظوں کے گروہ کے گروہ دن رات

قرآن خوانی میں مشغول رہتے۔ باغ آنا خوبصورت تھا کہ حاجت امیر کبریٰ بیگمات اور عقیدت مند درختوں کے سایہ تلے آرام کرتے۔ بعد از دوپہر آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ اس باغ کے مضافات میں موضع میر داد تھا۔ اس موضع میں شیخ ہودکا بالائی حجرہ تھا۔ اس حجرہ کے گرد و نواح سائیلہ درخت تھے۔ ان درختوں کے نیچے شیخ بلاول کی قبر بیان کرتے ہیں۔ اس کے قریب حضرت میاں میر تشریف لے جاتے اور دل جمعی سے یاد حق میں مشغول ہو جاتے اور یہ مقام آپ کو بہت پسند تھا۔ رنجیت سنگھ نے حضرت شاہ بلاول قادری کے مزار کی کئی مرتبہ زیارت کرائی اور اسے طغیانی سے بچانے کے لئے دیوائے راوی پر کثیر لاگت سے ایک بند بھی تعمیر کروایا لیکن جب یہ تدبیر کا اثر ثابت نہ ہوئی تو آپ کی لاش کو نکلوا کر موجودہ مقام پر دفن کروایا۔ (مہاراجہ رنجیت سنگھ از بابا پریم سنگھ صفحہ ۲۲۵)۔

تاریخ لاہور کا مصنف رائے بہادر کرنیالال دہلوی نے ۱۸۸۲ء صفحہ ۲۳۸ پر تحریر کرتے ہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں دربار راوی اس قدر نزدیک آگیا کہ ایک دیوار گر گئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فقیر نور الدین کو حکم دیا کہ شاہ بلاول کا صندوق قبر سے نکلوا کر اور جگہ دفن کر دو۔ چنانچہ فقیر نور الدین نے قبر کو کھدوایا اور تابوت نکلوا یا۔ اس روز پہلے اول مسلمان شہر لاہور کے اس بزرگ کی زیارت کو گئے اور سب کے روبرو صندوق کو کھولا گیا۔ دو سو برس کے بعد یہ تابوت زمین سے نکلا۔ مگر نعش کی زنگت ہرگز تبدیل نہ تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ اسی وقت یہ شخص فوت ہوا ہے چنانچہ دوبارہ جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور حال کے موقع پر دفن کیا گیا۔ یہ مزار جانب مشرق باغ راہم دینا ناٹھ نزد گھوڑے شاہ واقع ہے۔ اس کی چار دیواری پختہ ہے۔ اس کا دروازہ شمال مار باغ کے

سے صاحب الامر نیوالا صغیائے جلال کے ۱۶۳۳ء پر لکھا ہے کہ ۱۷۵۳ء میں دریائے راوی مقبرے کے بالکل قریب بہنا شروع ہو گیا تو اس حد سے کہ ہمیں مزار کو نقصان نہ پہنچے آپ کی نعش مبارک کو وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کیا۔ اور اب ان کا مزار پیر الود بیروں دہلی دروازہ واقع ہے۔ لیکن دہلی دروازہ کے باہر نزدیک تر شاہ بلاول کا کوئی مزار نہیں ہے۔ دہلی دروازہ کے باہر کافی فاصلہ پر تقریباً دو میل پہر واقع ہے۔ غالباً اس لحاظ سے اس کو بیروں دہلی دروازہ لکھا ہوگا۔

۱۷۵۳ء چار دیواری اس مزار کی راہم دینا ناٹھ نے تعمیر کرائی تھی جو اب گر چکی ہے اور گرد و نواح نہ رہائشی مکانات تعمیر ہیں۔ (تحقیقات حقیقی ص ۱۶۲)

پرانے راستے میں جنوب کی جانب ہے۔ اس کے اندر ایک وسیع میدان ہے جس کا قریب ۲۰ کنال ہے۔ یہ اراضی بطور عظیمہ مسلمانان پنجاب کے حوالے گئی تھی۔ تاکہ زراعت دیکھ بھال ہو سکے۔ اب اس مزار کی حالت بہت خستہ و شکستہ ہے اور قابل مرمت ہے۔

داراشکوہ نے جب بھی لاہور میں قیام کیا اور قیام کے دوران وہ علماء و شعراء اور اولیاء اللہ سے ملاقات کرتا رہا۔ سفینۃ الاولیاء میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”ایں فقیر یک مرتبہ بخدمت ایشاں رسیدہ آثارِ ریاضت و مجاہدت بسیار از بشرۃ شیخ ظاہرے شد“

(ترجمہ) ”یہ فقیر بھی آپ کی خدمت میں حاضری دے چکا ہے۔ آپ نے چہرے پر ریاضت و مجاہدہ کے نشانات ظاہر تھے“ اس کے علاوہ سفینۃ الاولیاء میں رقم طراز ہیں۔

(ترجمہ) ”شیخ بلاول اکابر شہر سے تھے شب بیدار اور صائم الدہر تھے۔ اکثر ریاضت کیا کرتے تھے بادشاہ انہیں دونوں ان کے ہاں بھی گئے تھے جب انہوں نے حضرت میاں جنیو سے شیخ بلاول کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا۔ ”میں نے ان کے پیر کو بھی دیکھا ہے“

مفتی غلام سرور نے اس شعر میں آپ کا حسن وفات نکالا ہے۔

”بلاول پیر محبوب بہشت ست

و صبا آں شہر دین شاہ عرفان ست

شاہ صاحب کو یہ اشعار بہت پسند تھے اور ورد زبان رہتے تھے۔

یا الہی بدہ تو توفیق قسم

زندگی مقصود ہر بندگیست

راہ بنما بسوئے تحقیق قسم

زندگی بے بندگی شرمندگیست

اندرام مخلص المتوفی ۱۱۶۳ھ کی مشہور تالیف ”بدائع وقائع“ کے مطالعہ سے پتہ چلتا

ہے تاج لاہور عبداللطیف ۱۵۸-۱۵۹ھ اندر نام مخلص مخلص تھا۔ وطن سودہرہ۔ ضلع

میاکوٹ پنجاب تھا۔ ”اللہ“ میں پیدا ہوئے اپنے زمانے کے مشہور اہل قلم اور شاعر تھے۔ مرزا عبدالقادر بیدل اور

سراج الدین علی خاں آرزو آپ کے استاد تھے۔ گلدستہ السراں بدائع وقائع مرآت اصطلاحات سفر نامہ

رقعات مخلص چنستان، مرقع تصویر، ہنگامہ عشق، پری خانہ، دیوان، روزنامہ، اقوال اور رباعیات

آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

مسرداؤن ٹوپٹ رہ سکے پروا خندہ رازینہ و قانع اندام مخلص شاہ

شاہ بلاولؒ ہے حدیاض تھے۔ آپ کا لنگر بڑا وسیع تھا۔ دونوں وقت لنگر جاری رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بڑا دروغہ مطغ بھی موجود تھا لیکن آپ خود زبان جویں اور ساگ چولائی کے چند نوالوں کے سوا کچھ نہ کھاتے تھے۔ بڑے عبادت گزار تھے۔ درویشوں اور مسافروں اور طلباء کی خدمت کرتے۔ اشاعت علم دین کے لئے درس جاری کئے اور تعلیم مفت دی حاجتمندوں کی سفارش امراء و وزراء بلکہ بادشاہ تک کرتے تھے اور لوح سفارش نامہ پر اللہ بس ہوس تحریر کرتے تھے۔

حضرت شاہ بلاولؒ حضرت شیخ محمد میر المعروف بہ میاں میر قدس سرہ کے ہم عصر تھے۔ آپ وحدت الوجود یعنی ہمدوست کے قائل تھے۔ اس مسلک میں آپ حضرت شیخ محمد میر المعروفؒ میاں میر قدس سرہ کے ہم مشرب و ہمنوا تھے۔ اکثر آپ کی ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے مسائل شریعت و طریقت کے بارے گفتگو کرتے تھے۔ مگر افسوس ہے کہ تاریخ اوراق ان کو محفوظ نہ کر سکے۔

محمدا صالح لکبہ شاہ جہان نام ۱۹۷۱ء میں تحریر کرتے ہیں۔ (ترجمہ)

”شیخ بلاول قادری گوشہ نشینی کے عاشق اور وحدت الوجود کے قائل نہایت پرہیزگار اور بے نظیر پارسا بزرگ تھے کسی سے سوال کرنا ان کا شیوہ نہ تھا۔ لیکن مریدوں کی نذیل اور پیشکش قبول فرماتے اور محتاجوں مسکینوں کے واسطے لنگر جاری کر کے انہیں کھلا دیتے یا حسب ضرورت تقسیم فرماتے۔ دن رات مسکینوں اور فقیروں کی خدمت گزاری میں سرگرم رہتے تھے شگفتہ پیشانی، کشادہ دہان، نواز، خوش گفتار اور با اخلاق مہذب بزرگ تھے زمان مبارک سے عمدہ نصیحتیں و دلنشین مواظب اور اچھی باتیں نکلتی تھیں۔“

آپ کا عرس اور میلہ سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ ۲۸۔ ماہ شعبان عرس کی تاریخ ہے۔ عرس کے موقع پر مجالس ذکر ہوتی ہیں جن میں آپ کے عقیدت مند جوش و جذبہ اور مستی کے عالم میں شریک ہوتے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ کبھی عہد میں ایک رسم تھی کہ رات کے میلہ میں سکھ، ہندو اور مسلمان کثرت شرکت کرتے اور آتش بازی پھوڑا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ دور دور سے ماہر آتش بازی بھی حاضری دیتے اور اپنے فن کا مظاہرہ کرتے عزت و احترام اور فضیلت کی

دستار پاتے پھر رخصت کئے جاتے۔ آج کل یہ رسم نہیں ہے۔

حضرت شاہ بلاول قادری کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند شیخ محمد حیات خانقاہ کے متولی ہوئے۔ آپ کے اور آپ کے خلفاء کے حالات زندگی نہیں ملتے۔ افسوس ہے کہ تاریخ کے اوراق ان کو محفوظ نہ کر سکے۔ حضرت شیخ محمد حیات حضرت محمد مقیم محکم الدین المتوفی ۱۰۵۵ھ فرزند حضرت سید شاہ ابو المعالی رحمرہ والے کے ہم عصر تھے سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔

(۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی عبدالحق بن سیف الدین قادری محرم الحرام ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے بزرگوار کے زیر سایہ حاصل کی تھی۔ اس تعلیم و تربیت کا یہ اثر ہوا کہ اوائل عمر ہی میں جامع علوم و فنون ہو گئے۔ اس فضل و کمال کو علماء و مشائخ کی صحبت نے اور چمکا دیا۔ حتیٰ کہ آپ علم و عرفان کی معراج کو پہنچ گئے۔ تکمیل علوم ظاہر و باطن کے پہلے حضرت سید شیخ جمال الدین ابو موسیٰ پاک شہید قادری ملتانی المتوفی ۱۰۱۵ھ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خرقہ خلافت پایا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت شیخ عبد الوہاب شاذلی حشپی جو حضرت شیخ علی متقی المتوفی ۱۰۵۷ھ کے نامور خلیفہ و مرید تھے اور مکہ معظمہ میں درس و تدریس کے ذریعے سے ایک عالم کو علمی و روحانی فیض پہنچا رہے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک کی منزلیں طے کیں اور ساتھ ساتھ مکہ معظمہ کے محدثین سے علوم حدیث کا درس لیا۔ حدیث تفسیر، تصوف اور فقہ حنفی کا خاص طور پر مطالعہ کیا۔ دوسرے سال مدینہ منورہ گئے۔ زیاراتِ روحانہ نبوی اور دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ہوئے پھر مکہ آکر درسِ مشکوٰۃ مکمل کیا۔ تین سال کے بعد اپنے مرشد کے حکم سے ہندوستان واپس آئے۔ دہلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ شریعت و طہارت کی تلقین بیک وقت شروع کیا اکبری دور تھا۔ اس کے درباری علماء شعاثر اسلام کو مسخ کر رہے تھے۔ حلال و حرام اور حق و باطل کا امتیاز ختم کیا جا رہا تھا۔ دربار شاہی میں اسلامی علوم و فنون کی کوئی

نہ تھی۔ اپنی خواہش اور رائے کے مطابق قرآن و حدیث کی تفسیر کی جاتی تھی۔ آپ نے ان
 تشویشناک حالات کو دیکھا۔ بڑے غور و فکر کے بعد جرأت و ہمت سے کام لے کر نصاب تعلیم
 میں جو محدود انقلاب آ رہا تھا اس کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے اور نصاب تعلیم میں قرآن پاک
 اور علوم حدیث کو بنیادی حیثیت دی اور علوم دین کے ہر طالب علم پر یہ حدیث نقش کر دی
 کہ جس شخص نے قرآن کریم کی تفسیر میں اپنی رائے کو دخل دیا۔ اس نے کفر کیا۔ آپ نے بے خوف
 و خطر اعلان کیا کہ علم فقط وہی ہے جو دین و ملت کی بقا و تقویت کا موجب ہو۔ اگر ایسا
 نہیں تو وہ اپنا مقصد پورا نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ اپنے مدرسے میں اس پر عمل شروع کیا اور
 علمائے حق کو اپنے ساتھ بلایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدارس میں پھر علوم قرآن و حدیث پڑھائے
 جانے لگے۔ گویا آپ نے ہندوستان میں جس اصلاح و تجدید کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کی تکمیل
 حضرت محمد دالاف ثانی رحمہ اللہ کے ہاتھوں ہوئی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ المتوفی ۱۲۸۷ھ سے بھی
 ارادت و محبت تھی۔ اکثر حاضر خدمت ہو کر کتاب فیض کرتے حضرت سید خیر الدین المعروف
 شاہ ابوالمعالی قادری کرمانی لاہوری المتوفی ۱۲۷۲ھ جو حضرت شیخ داؤد کرمانی چوٹی والی
 دھال شیر گڑھ، المتوفی ۱۲۹۷ھ کے حقیقی برادر زادہ اور مرید و خلیفہ تھے۔ ان کے ساتھ تو آپ
 کو کمال عقیدت و محبت تھی۔ آپ سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے لاہور بھی آیا
 کرتے تھے حضرت شاہ ابوالمعالیؒ بھی کے ارشاد پر آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
 کی کتاب فتوح الغیبؒ کی شرح لکھی تھی۔ جہاں گیر کے زمانے میں مروج خاص و عام تھے۔
 جہاں گیر خود بھی ملاقات کے لئے آپ کے مکان پر حاضر ہوتا تھا اور آپ نے اپنی مشہور کتاب
 اخبار الاخیارؒ نذر گزارنی تھی۔ کچھ مدت آپ حضرت خواجہ معین الدین نقشبندیؒ فرزند حضرت
 خواجہ خاوند محمود المعروف بہ حضرت ایشاںؒ کے تالیق بھی رہے۔ علوم قرآن و حدیث کا
 درس دیا۔ اتباع شریعت و رفع بدعت میں بدرجہ کمال استقامت رکھتے تھے۔

آپ حضرت شیخ احمد مجدد دالاف ثانی سرہندی کے ہم عصر تھے! ابتدا میں حضرت مجدد
 کے بعض مکتوبات کے مضامین پر شرعی نکتہ نگاہ سے اعتراض کئے تھے ان دونوں نمبروں
 درمیان سوال و جواب اور افہام و تفہیم کا سلسلہ کچھ دیر جاری رہا۔ اس کی تفصیل کتاب

معارج الولايت میں لکھی ہے۔ اس افہام و تفہیم کا نتیجہ نہایت خوشگوار نکلا اور دونوں بزرگوں میں بے حد الفت و بیگانگت پیدا ہو گئی اور تمام اختلافات رفع ہو گئے۔ غرض تمام محرم دروس و تدلیس اور تصنیف و تالیف میں گزار دی۔ اور تادم زلیست رفع بدعت الحاد میں کوشاں رہے۔ جہاں گیر جب آخری مرتبہ شمیم گیا تو چند معاندین نے آپ کے اور مرزا حسام الدین جو حضرت باقی باللہ کے خلفاء میں سے تھے۔ اور آپ کے فرزند شیخ نور الحق کے خلاف بادشاہ کے کان بھرے۔ جہاں گیر نے فوراً طلبی کا حکم صادر کیا کہ شیخ محدث اور مرزا حسام الدین کو کشمیر آئیں۔ اور نور الحق کا بل جاتے۔ گو آپ اس وقت ضعیف العمر تھے مگر شاہی فرمان کے مطابق یہ تینوں حضرات دہلی سے روانہ ہو کر لاہور پہنچے اور حضرت شیخ محمد امین میر کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حالات و واقعات گوش گزار کئے۔ آپ نے فرمایا:

”کچھ فکر نہ کیجئے۔ نہ آپ اور نہ مرزا حسام الدین کشمیر جاؤں۔ اور نہ صاحبزادہ شیخ نور الحق کا بل جاتے گا۔ بلکہ آپ سب جلد ہی لاہور سے دہلی واپس چلے جائیں گے۔“

چنانچہ چار روز کے بعد جہاں گیر کی وفات کی خبر لاہور پہنچی اور وہ سب احکام منسوخ ہو گئے اور نہایت اطمینان کے ساتھ دہلی واپس چلے گئے۔

چورائے سال اور دو ماہ کی عمر میں مابین شب ۲۱-۲۲ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تاریخ ولادت شیخ اولیاء اور تاریخ رحلت ”فخر العالم“ کے الفاظ سے نکلتی ہے مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حاشی کے مزار کے پاس حوض شمسی پر واقع ہے۔

تصانیف۔ آپ نے اپنی کتاب ’کتاب الرسائل‘ میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ میں اس بات پر مامور کیا گیا ہوں کہ سوائے شریعت و سنت کے کسی موضوع پر گفتگو نہ کروں۔ چنانچہ آپ کے اس قول کے مطابق آپ کی تمام تصانیف کا مرکز کتاب و سنت رہا ہے۔

انوار الاخیار، آداب الصالحین، اشعۃ المہجات فی شرح مشکوٰۃ، تکمیل الایمان، جذب المقلوب الی دیار المحبوب، شرح سفر السعادت، شرح فتوح الغیب، شرح اسماء الرجال، بخاری، جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، مدارج النبوت، ملج البحرین،

رسالہ وصیت، فتح المنان، زیادة الآثار، جامع البرکات، حلیۃ السید المرسلین، و المتقین وغیرہ
ان کتب کے علاوہ اور بھی آپ کی کئی کتب زیر طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند مولانا شیخ نورالحق دہلوی نے مسند درس و تدریس و
ارشاد و ہدایت کو بڑی روفی دی سلسلہ قادریہ میں اپنے والد ماجد کے اور سلسلہ نقشبندیہ میں
حضرت خواجہ محمد معصوم المتوفی ۱۰۸۰ھ خلف حضرت مجدد الف ثانی کے مرید و خلیفہ تھے بعد
شاہ جہاں کچھ مدت اکبر آباد کے قاضی بھی رہے۔ اور نگ زیب عالمگیر کے ایام پر صحیح بخاری
کا ترجمہ فارسی میں چھ جلدوں میں کیا۔ نیز اپنے والد مرحوم کی کتاب زیادة التوازیخ کو شیخ
فریدی بخاری کے کہنے پر اضافہ کے ساتھ مرتب کیا۔ صحیح مسلم کی شرح لکھی۔ ۱۰۸۳ھ
مطابق ۱۶۶۳ء میں وفات پائی اور اپنے باپ کے احاطہ مزار میں سپرد خاک کئے گئے۔

(۷) حضرت شیخ آدم بنوری نقشبندی قدس سرہ

قصبہ بنوری جو مضافات سرہند سے ہے۔ وہاں کے رہنے والے تھے حبیبی سید تھے۔ والد
کا اسم گرامی سید اسماعیل تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت حضرت خضر غسانی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی
تھی۔ پھر ان کی اجازت سے حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی کی خدمت میں رہ کر علوم
ظاہر و باطن کی تکمیل۔ اتباع شریعت و رفع بدعت میں بدرجہ کمال استقامت رکھتے
تھے۔ ۱۰۵۳ھ (۱۶۴۲ء) میں لاہور تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ مریدین اور عقیدت مندوں کی
ایک کثیر جماعت تھی۔ بعض مخالفین نے شاہ جہاں کے کان بھرے کہ شیخ کے ساتھ ایک فوج
عظیم ہے۔ اگر آمادہ بغاوت ہو جائیں تو سلطنت کے لئے خطرے کا باعث بن سکتے۔ شاہ جہاں
نے اپنے وزیر نواب سعد اللہ خاں کو حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ وزیر موصوف خدمت

۱۰۵۳ھ حضرت شیخ احمد مجدد سرہندی کے بزرگ ترین مرید و خلیفہ تھے مضافات سرہند کے ایک قصبہ
بہلول پور کے رہنے والے تھے۔ حضرت مجدد کے والد گرامی سے بھی اخذ فیض کیا تھا۔ زہد و عبادت، ذوق
و مشوق اور علم و فضل میں مقام بلند رکھتے تھے زیارت حرمین الشریفین و بیت المقدس سے بھی
مشرّف ہوئے۔ ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء میں وفات پائی۔ مزار قصبہ بہلول پور میں ہے۔

یہ شخص میں حاضر ہوئے۔ آپ نے نہایت استفسار اور بے باکی کے ساتھ اسے پسند و ناصح کیں۔
 ترک دنیا اور ترک مال و جاہ اور منصب کی تلقین کی۔ یہ باتیں نواب کی طبع پر گہرا لگنیں۔ واپس
 آکر انہیں خدشات کی تائید کی۔ شاہ جہاں نے آپ کو حکم دیا کہ فوراً اپنے وطن تشریف لے جائے
 چنانچہ آپ رفع فساد کے پیش نظر وطن مراجعت فرما گئے اور حرمین اشرفین روانہ ہو گئے۔ مکہ
 معظمہ گئے۔ فریضہ حج ادا کیا۔ وہاں سے مدینہ منورہ گئے۔ زیارتِ روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
 سے مشرف ہوئے اور وہیں ۱۳ ماہ شوال ۱۱۵۳ھ (۱۷۴۰ء) میں وفات پائی جنت البقیع میں
 روضہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن ہوئے مفتی غلام سرور صاحب حدیقۃ اولیاء میں
 لکھتے ہیں کہ جب سید آدم بنوری نقش بندی نے حضرت طاہر بندگی جلاہوری کی بزرگی کا مشہورہ
 سنا تو آپ پا پیادہ بنود سے لاہور تشریف لائے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ
 کی مجالس میں ہر شخص برابر تھا کسی امیر کو کسی فقیر پر فضیلت نہ تھی۔ نیکیوں کا حکم دیتے اور
 برائیوں سے روکتے۔ آپ کی تصنیفات خلاصۃ المعارف یا اسرار القعائد اور رسالہ نکات
 اشرا ہیں۔

آپ کے حلقہ تہ تربیت سے بڑے بڑے علماء و صلحا و صوفیاء تربیت پا کر نکلے۔ مثلاً
 شیخ حامد لاہوری، شیخ نور احمد شاہ پوری، شیخ محمد سلطان پوری، پیر سید علیہم شیخ سعدی بخاری،
 شیخ عبدالخالق قصوری مجددی، محمد امین بدخشی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کے خلیفہ
 مولانا محمد امین بدخشی نے ایک ضخیم کتاب تاج الحزمین آپ کے حالات پر لکھی ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

چوں کہ داز عالم فانی سفر سوئے بقا آخر	مثلاً گنج پہاں گشت اندر زیر گل آدم
بسالِ حلت اوجافط دیں کن رقم سرور	دیگر بارہ شذاز عالم بخت زندہ دل آدم

اس کتاب کے تین نسخے ہیں۔ ایک جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب پرنسپل گورنمنٹ کالج ممبئی (مندھ)
 دوسرا۔ مملوک محمد اقبال صاحب مجددی۔ اور تیسرا کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی فہرست مخطوطات
 شرانی نمبر ۲۰، ۳۴۱۲۔ لاہور میں موجود ہے۔
 سہ یہ کتاب بصورتِ مخطوطہ بنوری خاندان بنوری کالونی کراچی کے پاس موجود ہے۔

(۸) علامہ مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی رح

اسم گرامی عبدالحکیم والد ماجد کا نام شیخ شمس الدین شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے
 آپ اپنے عہد کے اکابر علماء اور مجتہد فضلاء سے تھے۔ ملا کمال الدین کشمیری المتوفی ۱۲۸۵ھ
 کے نامور شاگرد تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ اور نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم
 شاہ جہاں آپ کے ہم درس تھے۔ علم تغیرِ حدیث، فقہ، ادب، معانی، منطق، فلسفہ اور
 علم کلام میں اپنی مثال آپ تھے۔ بعد جہانگیر اور شاہ جہاں مقبول خاص و عام تھے۔ شاہ جہاں
 اکثر دینی و سیاسی امور میں آپ سے مشورے کرتا تھا اور آپ کی علمی قابلیت کا بڑا معترف تھا۔ آپ
 کو دو مرتبہ چاندی میں تلویا۔ اور چاندی آپ کی خدمت میں پیش کر دی نیز کچھ عطیات بھی پیش
 کئے۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ کو سب سے پہلے آپ ہی نے مجدد الف ثانی کے خطاب سے
 مخاطب کیا۔ اور حضرت مجددؒ نے آپ کو "آفتاب پنجاب" کے لقب سے ملقب فرمایا۔ کتاب
 غنیۃ الطالبین جو حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی تصنیف ہے۔ اس کا ترجمہ
 فارسی زبان میں آپ نے حضرت شیخ بلاول قادریؒ کی ایما سے کیا۔ حضرت شیخ محمد میر المعروف
 بہمیاں میرؒ سے بھی دوستانہ مراسم تھے۔ اکثر آپ کی ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے۔ تمام عمر
 لاہور میں درس و تدریس میں گزاری۔ کچھ مدت اکبر کے سرکاری مدرسے میں مدرس رہے
 تمام علماء ہند سے اپنی علمیت و فضیلت کا لوہا منوایا اور آپ کے لکھے ہوئے فتاویٰ قبول
 کئے۔ شاہ جہاں کی اجازت سے لاہور میں آپ نے درس جاری کیا اور تعلیم مفت دی سیالکوٹ
 میں ایک مدرسہ اور اسلامی مرکز قائم کیا۔ اس میں نہ صرف پنجاب بلکہ بنگال، کشمیر، ایران، توران
 لے دیکھیں۔ ۱۰۵۰ھ پر۔ مولوی محمد شفیع ایم۔ اے سابق نیشنل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور نے
 اپنی کتاب مقالات دینی و علمی حصہ اول (ص ۲۳) میں لکھتے ہیں کہ "غنیۃ الطالبین" کا فارسی ترجمہ ملا
 عبدالحکیم سیالکوٹی کے لڑکے مولانا عبداللہ لاہوری نے شیخ بلاول قادریؒ لاہوری کے فرمانے پر کیا۔
 آپ نے کسی کتاب تذکرہ یا ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ جو اہل قابل تحقیق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غنیۃ الطالبین
 کا ترجمہ فارسی زبان میں ملا عبدالحکیمؒ نے کیا۔ خطبہ (مقدمہ) انکے بیٹے نے باپ کی وفات کے بعد لکھا۔

عراق و مصر کے طلباء منطق، فلسفہ فقہ اور علم کلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے اور فیضیاب ہوتے۔ یہ مدرسہ دینی اور دنیاوی علوم کا بھی مرکز تھا۔ حاشیہ میرضیوی حاشیہ مطول حاشیہ شرح مواقف تکلمہ حاشیہ عبدالغفور حاشیہ کتاب شہود حاشیہ مقدمات تلویح حاشیہ شریفہ حاشیہ شرح عقائد تفتارانی حاشیہ عقائد دوانیہ حاشیہ شرح شمیہ حاشیہ شرح ہدایت الحکمة حاشیہ خیالی حاشیہ قطبی حاشیہ مرجع اللوح اور حاشیہ شرح مطالع آپ کی مشہور ترین علمی یادگار ہیں۔ آپ کی تصانیف زیادہ تر علم منطق فلسفہ اور کلام میں مشہور ہیں۔ آپ نے منطق فلسفہ اور کلام کی کتابوں پر بسیط حواشی لکھے ہیں۔ آپ کی تصانیف نہ صرف ہندوستان کی علمی درسگاہوں میں بلکہ مراکش و بخارا کابل و قسطنطنیہ اور مصر و شام تک پڑھائی جاتی ہیں۔ ۱۸۰۰ ریح الاول مخزن علم عبدالحکیم ۱۰۶۰ھ میں وفات پائی اور شہر سیالکوٹ محلہ میانہ پورہ میں مدفون ہیں۔ آپ کے مزار کے مغربی پہلو میں آپ کے لڑکے مولانا عبداللہ ہوری مدفون ہیں جن کا لاہور میں ایک عظیم الشان مدرسہ تھا۔ بچہ اورنگ زیب عالمگیر آپ کو بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ بادشاہ کی استدعا پر فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و تالیف میں حصہ لیا۔ ۱۲۸۳ھ میں وفات پائی۔

مولوی صاحب نے شہر سیالکوٹ میں ایک مسجد تعمیر کروائی جو مولوی عبدالحکیم کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس مسجد کے ساتھ ہی ایک عالی شان مدرسہ بھی ہے۔ ہرگز نمیر د آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جسدہ عالم دوام ما

سبحۃ الرحمن اور مولوی حمد اللہ بہاری کی کتابیں آپ کے حالات کے ماخذ ہیں اور جہاں

۱۔ بعض تذکروں میں تاریخ وفات ۱۲۶۸ھ ۱۲۵۶ھ درج ہے جو امر زیر تحقیق ہے مولوی فقیر محمد صاحب جہلمی اپنی کتاب حقائق الحنفیہ میں تاریخ وفات ۱۲۶۸ھ یا ۱۲۷۰ھ تحریر کرتے ہیں۔

۲۔ ان ایام میں میاں پڑھے لکھے اور فاضل آدمیوں کو کہتے تھے جس محلہ میں مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی رہا کرتے تھے وہ محلہ میانہ پورہ کے نام مشہور ہے۔

۳۔ یہ تذکرہ عربی زبان میں میر غلام علی آزاد بلگرامی (دکن) نے مرتب کیا ہے۔

مولوی محمد اشرف بہاری نے آپ کا نقل نقل کیا ہے۔ وہاں "فاضل لاہوری" کے نام سے آپ کو یاد کیا ہے۔

۱۲۔ ربیع الاول ۱۰۲۲ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ اس سال مبارکہ کے دوران آپ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے شرف ہوئے۔ آپ نے مرتبے پہلے حضرت مجدد الف ثانی کو امام ربانی محبوب سبحانی مجدد الف ثانی جرح تحریر کیا تھا اور تجدید الف کے اثبات میں ایک رسالہ جس کا نام دلائل التجدیہ ہے لکھا۔ اس رسالہ میں آپ نے قوی لائیل اور براہین سے آپ کو مجدد الف ثانی ثابت کیا۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی کو بڑا کہنے والوں کی شدت سے سزائش کرتے تھے۔ بعض مخالفین کے شبہ کے رد میں آپ کی ذیل درج عبارت نقل کی جاتی ہے۔

اکابر ملت کے کلام میں ان کی مراد سمجھے بغیر نقص نکالنا جہالت ہے اور اس کا کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا اور مجائے مشیخت معدن عرفان شیخ احمد سرہندی کے کلام کا رد کرنا جہالت اور عدم فہم کی وجہ سے ہے۔ "کتبہ الفقیر عبدالحکیم

(۹) حضرت شیخ خواجہ محمد سعید نقشبندی مجددی قدس سرہ

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کے فرزند دوم تھے۔ آپ کی ولادت سعادت ماہ شوال ۱۰۱۵ھ میں ہوئی۔ کمالات ظاہر و باطن میں بے نظیر زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں فزاید العصر اور علم و حلم میں وحید الدہر تھے۔ طریقت میں اپنے عظیم المرتبت والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ محمد طاہر ہندگی رحمۃ اللہ علیہ لاہوری اور اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادقؒ سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ علم حدیث کی سند شیخ عبدالرحمنؒ رمزی سے حاصل کی۔

حضرت خواجہ محمد باقی دہلوی کا ارشاد ہے کہ شیخ احمد سرہندی کے دونوں فرزند خواجہ

۱۔ ماخذ روضۃ القومیہ ص ۱۴۹۔

۲۔ ترجمہ احوال الامام ربانی للمعرب برہاشیہ دفتر اول ص ۳۵۔

محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم بے بہا جو اہر پائے ہیں اور ایام خورد سالی ہی میں مقام احمدیہ پر پہنچ گئے ہیں۔ خواجہ سناء اللہ رح پانی پتی نے فرمایا کہ خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کا تجدید میں والد کما تھ شریک تھے۔

حضرت مجدد فرمایا کرتے تھے کہ میرا اعلان دونوں فرزندوں کا معاملہ صاحب شرح وقایہ جیلہ ہے۔ ان کے دادا جس قدر وقایہ لکھتے تھے، صاحب شرح وقایہ اسی طرح یاد کرتے جاتے تھے۔ اسی طرح جس قدر حقائق و معارف مجھ پر منکشف ہوتے تھے، میرے یہ بیٹے انہیں اخذ کرتے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد سعید اشراق قلوب و کشف قبور میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ آپ کی بشارات آپ کیہ ارشادات کے عین مطابق ہوتی تھیں چنانچہ نوافریہ خلل کی زوجہ نے حضرت خواجہ محمد سعید کی خدمت میں ایک عرضیہ لکھا کہ میرے باپے میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عنایت فرمائے۔ آپ نے توجہ فرمائی اور جواب میں لکھا کہ اطمینان رکھو کہ اللہ تعالیٰ عنقریب تم کو لڑکا عطا فرمائے گا۔ جب اس کی مدت حمل پوری ہو گئی اور لڑکا پیدا ہوا تو نواب وزیر خاں لاہور سے خبر ولادت و نذرانہ لے کر حاضر خدمت ہوا۔

حضرت خواجہ محمد سعید کی تصنیفات میں آپ کے مکتوبات ہیں جو دریائے گوہر حقائق و جوہر معارف ہیں۔ نیز ناز میں شہد کے وقت رفع سبابہ کی تحقیق میں بھی آپ نے ایک سالہ تحریر فرمائی ہے جس میں عدم رفع سبابہ کا اولیٰ ہونا ثابت کیا۔ مکتوبات امام ربانیؒ میں آپ کے نام چوبیس مکتوب ہیں۔ تیرہ مکتوب صرف آپ کے نام ہیں۔ نو مکتوب آپ کے اور خواجہ محمد معصوم کے نام مشترک ہیں۔ دو مکتوب میں صرف یہ درج ہے۔ بزرگ صاحبزادوں کے نام۔ اور کسی کا نام درج نہیں ہے۔

سرنہد میں تمام عمر ورس و ندریس اور ہدایت خلق میں گزاری۔ ۱۰۰۰ھ میں وفات پائی۔

قطعہ تالیخ وفات

باسعادت چل سعید از دست رفت در جہاں ماتم شد و در خلد عید
جلوہ گرا ز طبع روشن وصل و ست نیز روشن ولی دین سعید ام

(۱۰) حضرت شیخ خواجہ محمد معصوم نقشبندی مجددی

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کے تیسرے فرزند رشید تھے حاوی معقول و مقول اور جامع فروع و اصول تھے۔ ۱۱ ماہ شوال المکرم ۸۰۷ھ میں بمقام سترہ پید ہوئے حضرت مجددؒ نے آپ کی ولادت پر فرمایا کہ ہمارے لئے بہت بابرکت ثابت ہوئی کیونکہ انہی دونوں میں حضرت خواجہ محمد باقیؒ کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ اپنے اس فرزند کی ذہانت اور قابلیت کی بڑی تعریف فرمایا کرتے کہ یہ لڑکا محمدی المشرّب ہے۔ اکثر علوم دین اپنے والد ماجد سے حاصل کئے تھے طریقت میں بھی انہی کے مرید و خلیفہ تھے اپنے بھائی خواجہ محمد صادق و الیق حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری سے بھی علم حاصل کیا۔ سولہ سترہ برس کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر تحصیل حال میں مصروف ہو گئے تھے۔ ظاہر و باطن کی خوبیوں میں اپنے تمام بھائیوں سے سبقت لے گئے تھے۔ حضرت مجددؒ اپنے مریدوں کو تکمیل کے لئے آپ کے سپرد کر دیتے تھے۔ آپ نے انہیں نصیحت فرمائی تھی کہ خانقاہ کے بوریاے کہنے کو تخت شاہی سمجھنا اور اسی پر قناعت کرنا عافیت اسی میں ہے مجالس اغنیاء اور دربار سلطانی سے پرہیز کرنا چنانچہ آپ نے تمام عمر اس پر عمل کیا۔ شاہ جہاں ہمیشہ آپ کی مصاحبت کا متمنی رہا۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ اور نگ زیب عالمگیر آپ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتا تھا اور پھر حلقہ ارادت میں بھی شامل ہو گیا تھا۔ مگر آپ ایک بار بھی اس کے دربار میں نہیں گئے نہ اس سے کوئی نذرانہ لیا اور نہ ہی اس کی کوئی جاگیر قبول کی۔ ایک خلق کثیر آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئی جب آپ زیارت حرمین الشریفین کے لئے تشریف لے گئے۔ تو وہاں بھی بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ عراق و عجم بخارا و کابل تک آپ کے مرید و خلفاء پھیلے ہوئے تھے تمام عمر ترویج شریعت اور رفع بدعت میں مصروف رہے۔ آپ کے مکتوبات تین جلدوں میں ہیں جو مکتوبات معصومیہ کے نام سے شہور میں اور حقائق و معارف کا بہترین خزانہ ہیں پہلی جلد میں دو سو انتالیس۔ دوسری جلد میں ایک سو اٹھاون

اور تیسری جلد میں دوسو پچیس^{۲۵۵} مکاتیب ہیں۔ آپ کے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ نے
آپ کے دو زبان حج کے الہامات و مکاشفات عربی زبان میں جمع کئے اور یواخت الحزمین نام
رکھا پھر مولانا محمد شاکر فرزند مولانا بدر الدین سرمنڈی نے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا اور ۱۰۰۰
”حنات الحزمین“ نام رکھا۔ مکتوبات امام ربانی میں آپ کے نام سٹائیس مکتوب ہیں۔ سولہ مکتوب
آپ کے نام صادر ہوئے نو مکتوب حضرت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کے نام
مشتراک ہیں۔ صرف دو مکتوب ”بزرگ صاحبزادوں کے نام“ ہیں اور کسی کا نام درج نہیں ہے۔
۱۰۰۰ میں وفات پائی مزار شریف سرمنڈی میں زیارت گاہ خلق ہے۔

اولاد۔ چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ (۱) خواجہ محمد صبغتہ اللہ
خواجہ محمد نقشبند ثانی حجتہ اللہ (۳) خواجہ عبید اللہ (۴) خواجہ محمد اشرف
(۵) خواجہ محمد صدیق (۶) خواجہ سیف الدین۔

(۱) امت اللہ (۲) عائشہ (۳) عارفہ (۴) عاقلہ (۵) صفیہ۔
خلفاء۔ خواجہ محمد حنیف کابلی، خواجہ عبدالاحد، خواجہ محمد صدیق پشاور، خواجہ
عبد الصمد، خواجہ اخوان موٹی زیادہ مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ ولادت و وفات

ولی معصوم عالی تربہ معصوم	مجدد نقشبند نقش نیر وال
زول شہید الحق مخدوم معصوم	پے تولید آن شاہ معلّے
بفرما اہل حق مخدوم معصوم	زبادئی غنی جو ارتحالش !!

۱۰۸۰ھ

۱۰۸۰ھ ماخذ جواہر معصومیہ ص ۴۷

سلسلہ سبعیت نقشبندیہ عالیہ حضرت ایشاؑ

اسماء گرامی

- الہی بخرمت حضرت سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ العالمین
 شفاعت دستگاہ امت پناہ احمد مجتبیٰ تینادولانا حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 الہی بخرمت صدیق اکبر حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 الہی بخرمت حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 الہی بخرمت حضرت ام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 الہی بخرمت حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت حضرت یانید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت حضرت قاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارندی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت حضرت خواجہ ابویوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت خواجہ خواجگان حضرت عبدالحق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت حضرت خواجہ محمد عارف دیوگری رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغوی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت حضرت خواجہ ابوعلی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت حضرت خواجہ محمود بابا سہاسی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت خواجہ سید میر کمال رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بخرمت امام الطریق حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ۔

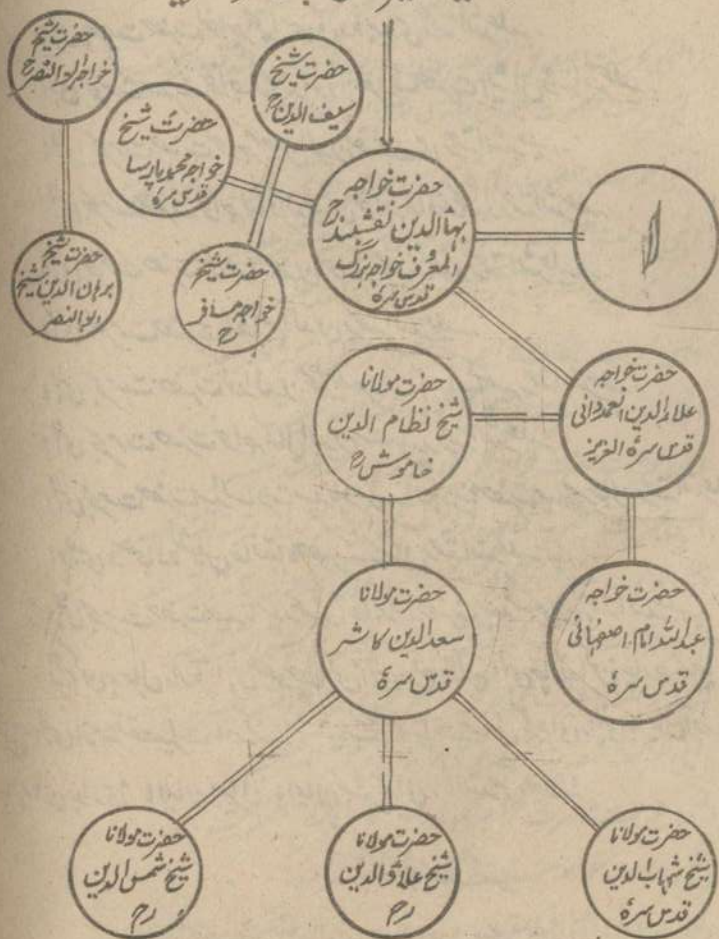
الہی بجزمت حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت مولانا یعقوب چرخي رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت مولانا محمد قاضی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت خواجہ خواجگی احمد کاشانی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت خواجہ محمد اسحاق دہ بیدی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشال رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت خواجہ معین الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت خواجہ بہاؤ الدین بن خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت خواجہ احمد بن خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت نور الدین محمد المعروف آفتاب کشمیر رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت خواجہ کمال الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت میاں سادات سیدنا و مرشدنا و ہادینا حضرت سید میر جان رحمۃ اللہ علیہ۔
 اویسی و سجادہ نشین خاتقاہ حضرت ایشال رحمۃ اللہ علیہ۔
 الہی بجزمت حضرت سیدنا سید محمود آغا برادر حضرت سید میر جان رحمۃ اللہ علیہ۔
 رحم کن بر جان زار ما الہی عفو خطا کن الہی دفع بلا کن الہی چارہ ما کن چارہ بے چارگان
 کن الہی از سر تقصیرات مادر گزرستیات ما بجنات مبدل بگردانی الہی با ایمان آوردی
 با ایمان برداری با ایمان پیرانی با ایمان بخش بخیرانی یا اللہ جل جلالہ۔

(آحق)

میاں اخلاق احمد عفی عنہ

نقشه سلسله ربیع نقشبندیه عالیہ حضرت ایشاں

حضرت سید میر کلال قدس سرہ الغرنیہ



کتابیات

اس تذکرہ کی تدوین و تالیف میں درج ذیل کتب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

- ۱۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول { از مولانا
- ۲۔ گنج تاربخ { مفتی غلام حسرت
- ۳۔ حدیقۃ الاولیاء { لاہوری
- ۴۔ تاربخ مخزن پنجاب { از مفتی مولانا
- ۵۔ بیارستان تاربخ { غلام سرور لاہوری
- ۶۔ تاربخ لاہور { از رائے بہادر
- ۷۔ تاربخ پنجاب { کنہیا لال
- ۸۔ تاربخ لاہور از سید عبداللطیف لاہوری
- انگریزی اور اردو نسخہ
- ۹۔ تذکرہ علماء و المشائخ از منشی محمد دین
- فوق ۱۳۲۸ء بمطابق ۱۹۲۰ء
- ۱۰۔ نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء
- ۱۱۔ ادیبان لاہور۔ محمد لطیف ایم۔ اے
- ۱۲۔ تاربخ جلیلہ { از پیر غلام دستگیر
- ۱۳۔ بزرگان لاہور { نامی
- ۱۴۔ کتاب رضوانی (قلبی از سید خاوند)
- معین الدین نقش بند سی {
- ۱۵۔ تحقیقات چشتی از مولوی نور محمد چشتی لاہوری
- ۱۶۔ مائرا لامر جلد اول از مصمم الدولہ
- شاہ نواز خاں
- ۱۷۔ حضرت ایشاں مرتبہ از امیر حفیظ ایم۔ اے محکمہ
- ادنیٰ پاکستان لاہور۔
- ۱۸۔ تذکرہ علمائے ہند۔ فارسی اور اردو۔ از
- مولانا رحمن علی۔
- ۱۹۔ لاہور گائیڈ مرتبہ بزمِ اردو لاہور ۱۹۰۹ء
- ۲۰۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابراہ۔ از مولانا
- امام بخش جام پور۔ ڈیرہ غازی خان۔
- ۲۱۔ توڑک جہانگیری (فارسی)
- ۲۲۔ بادشاہ نامہ (فارسی) از علامہ محمد لاہوری
- ۲۳۔ شاہجہان نامہ (فارسی) از صاحب محمد کمبوہ
- ۲۴۔ تحائف الابراہ المعروف بہ تاربخ گیشیر میر مولفہ
- از ابو جی لکین کمین مطبوعہ سراج پرنکاش ۱۳۲۲ھ مترجم
- ۲۵۔ مکمل تاربخ کشمیر حصہ دوم) از منشی محمد دین فوق
- ڈار۔ ایڈیٹر کشمیری میگزین لاہور مطبوعہ ۱۹۱۱ء
- ۲۶۔ سہرار محمدی از پروفیسر محمد شجاع الدین ایم۔ اے
- ۲۷۔ شجاعت عین الحیا از لاجین داغطا کاشفی۔
- ۲۸۔ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کی تحریک
- احیائے اسلام (انگریزی) از ڈاکٹر سید
- اطہ عباس رضوی اگر یونیورسٹی ۱۹۶۵ء
- ۲۹۔ اخبار الاخبار از مولانا عبدالحق محدث دہلوی۔
- ۳۰۔ سیفینۃ الاولیاء از شہزادہ داراشکوہ (فارسی نسخہ)
- اردو ترجمہ محمد علی لطیفی کراچی۔
- ۳۱۔ تاربخ ہندوستان۔ خان بہادر شمس العلماء مولوی
- محمد ذکاء اللہ دھولوی

۴۶۔ کنز السعادت (قلمی نسخہ) از خواجہ سید حسین الدین
بن خواجہ سید غلام محمد المعروف حضرت ایشان

(پنجاب پبلک لائبریری لاہور)

۴۷۔ تاریخ اقوام کشمیر از منشی محمد دین فوق۔

۴۸۔ انفاس الحارین از شاہ ولی اللہ دہلوی۔

۴۹۔ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ از

خلیق احمد نظامی ایم۔ لے۔

۵۰۔ تذکرہ اولیائے لاہور از محمد وارث کامل۔^{۱۹۶۳ء}

۵۱۔ تذکرہ اولیائے ہند پاک از مفتی ولی محمد ٹوکی

۵۲۔ شجرہ السعادت (قلمی نسخہ) از کتب خانہ میاں

عالمگیر شجاع صاحب۔

۵۳۔ کلمات طیبات مکتوبات حضرت غوث

الشفیقین میرزا منظر جانناں شہید حضرت قاضی

ثنا اللہ پانی پتی مولانا شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی حضرت شاہ غلام علی ترجمہ رسالہ شیخ

شہاب الدین سہروردی از مولوی حافظ محمد

فضل الرحمن صاحب مطبع مجتبائی دہلی۔

۵۴۔ حضرت القدس فر اول دم از مولانا عبداللہ بن ہند

۵۵۔ مصباح الحقیقت از مولانا محمد باقر قسری دہلوی

مردی حضرت سید میر جان سجادین دگا حضرت ایشان

۵۶۔ اسرار التوفیق از حکیم احمد علی خان صاحب لاہور^{۱۹۰۵ء}

۵۷۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی از مولانا محمد

میاں مراد آبادی ۱۹۴۲ء

۲۲۔ اخبار الصالحین۔ مؤلفہ مولوی محمد معشوق حسین

بی اے۔ حیدر آباد دکن۔

۲۳۔ نفحات الانس از مولانا عبدالحق جامی (فارسی)

۲۴۔ بدائع وقائع (فارسی) تالیف انندرام غلص

پنجاب یونیورسٹی لائبریری (قلمی نسخہ)

۲۵۔ اقبال نامہ جہانگیری مؤلفہ معتمد خاں

۲۶۔ عمدۃ التواریخ از سہیل لال مہدی۔

۳۷۔ رود کوثر از شیخ محمد اکرام ایم۔ اے۔

۳۸۔ ذکر جمیل۔ از مفتی محمود عالم حاشمی۔

۳۹۔ یاد رفتگان از منشی محمد دین فوق

۴۰۔ عبرت نامہ جلد اول از مفتی علی الدین خلف

مفتی خیر الدین

۴۱۔ لاہور عہد مغلیہ میں از منشی محمد الدین فوق

۴۲۔ لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں

از محمد دین کلیم۔ بی اے

۴۳۔ دربار اکبری (فارسی)

۴۴۔ ادنیٰ شیل کالج میگزین نومبر ۱۹۴۹ء اقبال

از بدائع وقائع از خان بہادر مولوی محمد شفیع صاحب

ایم لے پرنسپل اونیورسٹی کالج لاہور۔

۴۵۔ مرآۃ المحتائق۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی

بخاری، از بکت علی ابن محمد خیرات علی اولاد حضرت شیخ

عبدالحق محدث دہلوی در مطبع عزیز می واقع ریاست

رام پور۔ مئی ۱۹۰۲ء

۵۸۔ برکات احمدیہ از خواجہ سید مہتمم کشمی۔
زبدۃ المقامات

۵۹۔ تونک بابری (فارسی)

۶۰۔ بابر نامہ ترجمہ انگلیزی

۶۱۔ مکتوبات امام ربانی حصہ اول درم سوم فارسی

از مولانا نور احمد اترسری وارد و ترجمہ مولانا سید احمد صاحب نقش بندی۔

۶۲۔ روضۃ جلالیہ (قلمی نسخہ) از مولانا سید احمد یار

بخاری راتر سری ۱۲۱۸۱ھ (غیر مطبوعہ)

از کتب خانہ سید شفاق احمد امام مسجد مسجد اعلیٰ

والی اکبری منڈی لاہور۔

۶۳۔ حیات الخفیہ از مولانا فقیر محمد صاحب جلمی

۶۴۔ تاریخ سیالکوٹ از رشید نیاز۔

۶۵۔ روضۃ القیومیۃ از جناب خواجہ ابوالفیض

کمال الدین محمد احسان بن حضرت شیخ حسن احمد بن

شیخ محمد ہادی بن امام السطریق فرج الشریعت

حضرت شیخ محمد عبید اللہ بن عروۃ الوثقی معصوم ثانی

رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین۔

۶۶۔ فتوحات ربانی المعروف تذکرہ خاندان

سیلمانی۔ از مولوی محمد سعادت مفتی شہر

مونیخ کشمیر

۶۷۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی ج از ڈاکٹر سیدہ

اشرف ظفر دلائل پورہ

۶۸۔ ملک العطار از مولوی محمد دین فوق لاہور

۶۹۔ مرآۃ الکوین۔ از مولوی غلام نبی صاحب

فردوسی خلف جناب محمد حسن خان صاحب غزنوی

مطبوعہ مطبعہ نامی نشی نو لکھنؤ لکھنؤ طبع بار

دوم جولائی ۱۹۱۵ء

۷۰۔ مقالات دینی و علمی حصہ اول و چہارم

از خان بیاد پر و فیروز ڈاکٹر محمد شفیع صاحب

پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

۷۱۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں۔

از مولانا ابوالحسنات صاحب ندوی اعظم گڑھ ۱۹۳۶ء

۷۲۔ حضرت محمد دال ف ثانی ج از حضرت مولانا

سید زوالحسین شاہ صاحب دکن پورہ

۷۳۔ ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ

از سید صباح الدین عبد الرحمن ایم اے۔

۷۴۔ اوشیل کالج میگزین مارچ تا جون ۱۹۷۷ء

فوری ۱۹۷۷ء۔ نومبر ۱۹۷۷ء۔

۷۵۔ تاریخ رشیدی قلمی از مرزا حیدر دوغلات

پنجاب یونیورسٹی لاہور (غیر مطبوعہ)

۷۶۔ گلزار ابرار اردو ترجمہ مصنف محمد غوثی

شطاری ماندوی۔

۷۷۔ نوزنامہ پنجابی از قدرت اللہ بن عبد الرحمن

مہر کن تحریر ۱۲ جمادی الاول ۱۸۷۷ء حکیم گیت

۷۸۔ (غیر مطبوعہ) پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

۷۹۔ تاریخ سیالکوٹ از مولوی محمد دین فوق۔

۷۹۔ دعوت اسلام از پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ

ترجمہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب

۸۰۔ اعتماد الدولہ محمد امین خاں روادا امیر

منو کی بیاض۔ مجموعہ شیرانی پنجاب

یونیورسٹی لاہور نمبر ۱۳۷۷

۸۱۔ حیات جاوید حصہ اول مولفہ امیر

امیر سعادت مورخ کشمیر مطبوعہ کشمیر رناب

سٹیم پریس سری نگر کشمیر

۸۲۔ مسکنۃ الاولیاء از شاہزادہ دارالعلوم

(فارسی و ترجمہ اردو)

۸۳۔ لاہور سکھوں کے عہد میں، از ڈاکٹر

محمد عبداللہ چغتائی۔

۸۴۔ لاہور کی کہانی آثار کی زبانی۔ از

ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔

۸۵۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بحیثیت انسان و

حکمران از باوا پریم سنگھ

۸۶۔ تذکرہ مشائخ نقشبند از علامہ نور بخش

توکل ویم اے۔ نوری بک ڈپو لاہور۔

۸۷۔ تذکرہ شعرائے کشمیر۔ مطبوعہ اقبال اکاڈمی

کراچی پاکستان۔

کچھ اپنے متعلق

”میں خود کہوں تو میری داستان دراز نہیں“

راقم الحروف میاں اخلاق احمد خلف میاں امیر بخش صاحب کا چھو سا کن ۳۳۳ شاد باغ لاہور
۱۰ جون ۱۹۱۱ء میں اپنے آبائی مکان محلہ کاچھوال اندول اکبری دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے
ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے نانا جناب میاں جلال الدین کاچھو مرحوم و مخضو کے زیر سایہ پائی
میٹرک پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو کر بی اے، ایم اے اور ایم او ایل
کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد این ڈبلیو آر۔
(N.W.R) جواب پی ڈبلیو آر (D.W.R) ہے کے محکمہ سٹورز ریلوے ہیڈ کوارٹر لاہور
میں ملازم ہو گیا۔ اور اب اسسٹنٹ کنٹرولر آف پرجیز کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔
ملازمت کی ذمہ داریوں کے باوجود درس و تدریس اور علمی و ادبی مشاغل سے بھی
وابستگی رہی ہے۔

تاریخی حالات و واقعات سے اور خاص کر صوفیائے کرام کے حالات و سوانح حیات سے
زیادہ شغف رہا ہے چنانچہ یہ اس ذوق و شوق کا نتیجہ ہے کہ حضرت ایشاں قدس سرہ
کی سوانح حیات چوتھی مرتبہ نظر ثانی کے بعد شائع کی جا رہی ہے حضرت ایشاںؒ طریقہ عالیہ
نقشبندیہ کی اہم شخصیت اور اپنے عہد کی ممتاز مہستیوں سے ہیں۔ اس سلسلہ سے مجھے
ایک تو فطری لگاؤ ہے جس نے والہانہ عقیدت کی صورت پیدا کر لی ہے دوسرے
میرے بزرگ بھی اسی سلسلے سے وابستہ رہے ہیں جن کے ذکر الہی نے بچپن ہی میں میرے دل
میں اولیائے کرام کے ساتھ والہانہ عقیدت و ارادت پیدا کر دی میرے آباؤ اجداد اور
والدہ مرحومہ حضرت سید میر جان کاہلی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء کے
حلقہ ارادت میں داخل تھے جو حضرت ایشاںؒ سے نسبی تعلق رکھتے تھے اور قبرستان حضرت
ایشاںؒ کے شمال اور جنوبی پہلو میں مدفون ہیں۔ یہ عقیدت مندی نسل بعد نسل ہر جگہ مکمل

آہر ہی ہے۔ خدا کرے ان بزرگوں کی زندگیاں ان کا طریقی کار اور تعلیمات نئی نسل کے لئے بھی مشعلِ راہ ثابت ہو۔ جیسے عقیدت قائم ہے اور اپنی سیرت کی تربیت اور شخصیت کی تعمیر میں ان سے مدد لے سکیں مزید عرض ہے کہ حقیقی تصوف مذہب کی روح اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے۔ اس کی اساس شریعت ہے اور اس کا سرچشمہ قرآن و حدیث جس کا آپ درس دیتے اور عمل کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اس مختصر سے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے اللہ مجھ گنہگار کو حضرت ایشاؓ اور جملہ اولیاء اللہ کی سچی محبت عطا فرما اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخش اور قیامت کے روز ان ہی کے ساتھ محشور فرما۔ آمین ثم آمین !

روح مسلمان ہیں ہے آج وہی اضطراب
لیکن یہ اضطراب کس انقلاب کو جنم دے گا ؟

راقم الحروف

میاں اخلاق احمد ایم۔ اے
(پنجاب) ۳۳۳ شاد باغ - لاہور
رکن امور مذہب کیٹی درگاہ حضرت ایشاؓ



میاں پرنٹرز - فیش مارکیٹ سرکل روڈ لاہور